

خاندانی حالات

حضور (اعلیٰ حضرت) کے آباؤ اجداد قد حار کے موثر قبیلہ بونچ کے پھانن تھے۔ شاہان مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا۔ پھر وہاں سے دہلی آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ چنانچہ حضرت محمد سعید اللہ خان شیش ہزاری عہدہ پر فائز تھے اور شجاعت جنگ انہیں خطاب عطا ہوا تھا۔

ان کے صاحبزادے سعادت یار خان صاحب منجانب سلطنت ایک ہم سر کرنے کے لئے بریلی روٹل کھنڈ پیچھے گئے۔ فیضیالی پران کو بریلی کا صوبہ دار بنانے کے لئے فرمان شاہی آیا لیکن وہ ایسے وقت آیا کہ وہ ستر مرگ پر تھے۔

ان کے تین صاحبزادے تھے۔ (۱) اعظم خان (۲) معتمد خان (۳) مکرم خان، جو بڑے بڑے صاحب بلبلہ پر ممتاز تھے، جو ایک ہزار ماہوار سے کم نہ تھا۔

اعظم خان:

بریلی تشریف فرما ہوئے اور جھیل الی اللہ ہو کر زہد خالص و ترک دنیا اختیار فرمایا، شاہزادہ کا کھیر جو محلہ معماران بریلی میں ہے، آج بھی انہیں کی نسبت سے مشہور ہے۔ انہوں نے وہیں قیام فرمایا تھا، اور وہیں ان کا مزار ہے۔

ان کے صاحبزادے جناب حافظ محمد کاظم علی خان صاحب ہر پیشہ کو سلام کے لئے حاضر ہوتے اور گراں قدر و رقم پیش کش حاضر کیا کرتے۔ ایک مرتبہ جائے کے موسم میں جب حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت شاہ محمد اعظم خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس موسم سرما میں ایک دھوئی کے دھرے کے پاس تشریف فرما ہیں، اور اس کڑا کے کے جائے میں جسم پر کوئی سرمائی پوشاک بھی نہیں۔ حافظ کاظم علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا پیش بہاد و شالہ اتار کر اپنے والد ماجد صاحب کو اوڑھا دیا۔ حضرت موصوف نے نہایت ہی استغناء سے اتار کر آگ کے دھرے میں رکھ دیا۔ حافظ صاحب کول میں یہ خیال پیدا ہوا: کاش! اسے اور کسی کو حفظ فرمایا جاتا۔ حافظ صاحب کے دل میں یہ دوسرا آنا تھا کہ حضرت شاہ صاحب نے اس آگ کے بھڑکتے دھرے میں سے دو شالہ کھینچ کر پینک دیا اور فرمایا: ”کاظم! فقیر کے یہاں دھڑکڑکا معاملہ نہیں، لے اپنا دو شالہ“ دیکھا تو اس دو شالہ میں آگ نے کچھ اثر نہ کیا تھا، دیکھا ہی صاف دشتاف برآمد ہوا۔

یہ کرام اس معجزہ نبوی ﷺ کا مظہر و نمود تھی کہ جس دسترخوان پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں حضور اقدس ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور دست اقدس، وہن مبارک اس سے مس فرمایا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دعوت میں جبکہ دسترخوان کثرت استعمال سے سیلا ہو گیا تھا، اسے دیکھتے تو درمیں ڈال دیا اور تھوڑی دیر کے بعد جب اسے نکالا تو صاف دشتاف تھا، گیس چرک اور مکمل کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ (۱) یہ کرامت اسی معجزہ کی مظہر تھی۔ (مترجمہ جلد ۲ ص ۲۰۲)

حضور کاظم علی خان:

حضرت حافظ کاظم علی خان صاحب شہرہ امیں کے تحصیلدار تھے۔ اور یہ عہدہ آج کل کی کلکری کے قائم مقام تھا۔ دوسو سواروں کی بٹالین خدمت میں راتیں تھیں۔ آٹھ گاؤں جاگیر کے (مطل) شاہی دربار سے دوامی لائبرانی معافی عطا ہوئے تھے۔ اور اس جدوجہد میں دیئے گئے تھے کہ سلطنت اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے، ان کا تصفیہ ہو جائے۔ چنانچہ اسی تصفیہ کے لئے حضرت حافظ صاحب کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔

حضرت مولانا رضا علی خان:

حضرت حافظ صاحب کے صاحبزادہ حضرت قدوة الاولیاء صلیب زبدۃ الکائنات قطب الوقت مولانا شاہ رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ آپ کی مختصر حالت ”تذکرۃ علمائے ہند“ مصنفہ رحیل علی خان صاحب نمبر کونسل ریاست برہان، مطبوعہ قول کشور پریس گلشن قنبر ۱۹۱۳ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کے بارہم میں درج ہے۔ چونکہ وہ کتاب فارسی زبان میں ہے اس لئے عام فہم و کثیر النفع ہونے کے خیال سے اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ مولانا رضا علی خان صاحب بریلی بن محمد کاظم علی خان بن محمد سعادت یا خان بہادر بریلی ملک روٹل کھنڈ کے بزرگ ترین علمائے کرام اور قوم افغان بونچ سے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد اولیاء المسلمین دہلی کے دربار میں بڑے بڑے عالی مرتبہ منصب شیش ہزاری پر فائز تھے۔ مولانا رضا علی خان صاحب ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹنک میں مولوی ظیل الرحمن صاحب مرحوم و مغفور سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۲ سال کی عمر میں

۱۳۴۵ھ کو سند فراغ حاصل کر کے مشارالیاہ اٹلی و افریقہ و مشہور اطراف و زمان ہوئے۔ خصوصاً فقہ و تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ بہت پر تاثیر تقریر فرماتے۔ آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں۔ خصوصاً نسبت کلام، بہت سلام، زہد و تقویٰ، علم و تواضع، تجربہ و تقریر آپ کی خصوصیات سے تھے۔ ۲۰ ہجادی الاوائی ۱۳۸۶ھ میں اس داؤدقانی سے رحلت فرمائی۔ بڑ بچہ ایک گروہ افغان کا ہے۔ ان کو روہیلہ بھی کہتے ہیں۔ (۲۱۳)

کرامات :

حضرت جید الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات و کرامات میں بیان فرماتے تھے کہ۔

پہلا واقعہ :

حضرت کا گھر ایک روز کوچہ سیتارام کی طرف سے ہوا۔ ہندو کے تین ہار ہوئی کا زمانہ تھا۔ ایک ہندوئی پازاری طوائف نے اپنے بالا خانہ سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا۔ یہ کیفیت شمار عام پر ایک جو شیعہ مسلمان نے دیکھتے ہی، بالا خانہ پر جا کر تشدد کرنا چاہا مگر حضور نے اسے روکا اور فرمایا۔ بھائی! کیوں اس پر تشدد کرتے ہو؟ اس نے مجھ پر رنگ؟ اللہ ہے خدا اسے رنگ دے گا۔ یہ فرماتا تھا کہ وہ طوائف بے تابانہ قدموں پر آ کر گر پڑی، اور صفائی مانگی، اور اسی وقت مشرف بہ اسلام ہوئی۔ حضرت نے وہیں اس کو جوان کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔

دوسرا واقعہ :

دوسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت کے اعزہ میں ایک صاحب منگی بہو ارث علی خان محلہ سوگراں میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حاضر خدمت ہو کر کچھ رقم بطور قرض حاصل کی۔ ان کے شباب کا زمانہ تھا، اور مزاج آزادانہ واقع ہوا تھا، اسی لئے حضور نے فرمایا تھا، کہ اس رقم کو بے جا صرف نہ کیا جائے۔ اقرار کیا اللہ چلے گئے۔ (مگر) اسی روز اسی روپیہ کو لے کر ایک طوائف کے یہاں گئے۔ جب وہ پردہ پر پہنچے، وہ دیکھتے ہیں کہ حضرت کا عطا اور چھتری رکھی ہے۔ اُلٹے پاؤں واپس ہوئے۔ دوسرے بالا خانہ پر گئے۔ وہاں بھی یہی کیفیت دیکھی، واپس ہوئے۔ تیسری جگہ گئے، وہی ماجرا دیکھا، بالآخر واپس ہوئے اور حاضر خدمت اقدس ہو کر صدق دل سے توبہ کر لی۔

تیسرا واقعہ :

تیسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک برہمن ایک مسلمان لڑکے پر فریضہ ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ لڑکا بھاگتا ہوا آیا اور حضرت کی پناہ لی۔ اس برہمن نے تلوار سے حملہ کیا جس سے کچھ خراش حضرت کے آگئی۔ اس زمانے میں دو پہلوان متعل مکان حکیم عبدالصمد صاحب رہتے تھے۔ ان دونوں اور وہ غیر مسلمان نے لے کر اس برہمن کو خوب زد و کوب کیا۔ آپ نے فرمایا: کیوں مارتے ہو؟ اللہ عزوجل اسے سزا دے گا۔ چنانچہ دیکھا گیا کہ سڑکوں کی ٹائیلز کا پانی منہ کا کر چلا تھا۔ جب تک زندہ رہا، یوں ہی خراب خست مارا مارا پھرا کیا۔

چوتھا واقعہ :

فقیر قادری جامع حالات رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہوا اور انہوں نے شدید مظالم کئے، تو لوگ ڈر کے مارے پریشان پھرتے تھے۔ بڑے لوگ اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر گاؤں چلے گئے۔ لیکن حضرت مولانا رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محلہ ذخیرہ، اپنے مکان میں برابر تشریف رکھتے، اور بیچ و بیچ نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ادھر سے گھروں (انگریزوں) کا گزروا۔ خیال ہوا کہ شاید مسجد میں کوئی شخص ہو تو اس کو پکڑ کر قتل کریں۔ مسجد میں تھے، ادھر ماڈر گھوم آئے، بولے کہ مسجد میں کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ حضرت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا کہ حضرت کو دیکھنے سے محذور رہے۔

یہ کرامت حضرت کی اس جبرۃ صادقہ نبویہ ﷺ کی تہدین ہے کہ شب ہجرت کفار کے مجمع میں سے:

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سُدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سُدًّا فَأَعْيَيْنَهُمْ فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ ۝

ترجمہ: "اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی، اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔ (زمرہ: ۱۷۱/۱۷۲) حضور ﷺ باہر تشریف لے آئے اور وہ لوگ کھڑے کھڑے دیکھا کیے مگر حضور اقدس ﷺ کسی کو نظر نہ آئے۔

مولانا فضی علی خان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ):

حضرت مولانا رضا علی خان صاحب قدس سرہ العزیز کے صاحبزادہ حضرت مولانا تقی علی خان صاحب کا دہری برکاتی آلی رسول ہیں۔ جن کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ جواہر الہیان فی اسرار الارکان مطبوعہ مطبعہ حنفی محلہ سودا گران میں محرر و ادبی حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز حسب قلم ہیں:

وہ جناب، فضائل، آب، تاج العلماء، در اس انھن، حاقی سنت، حاقی بدعت، بتیہ السلف، حیدر الخلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وارضاء عناد فی اعلیٰ عرق الہیمان بواوہ سلخ ہادی الاخر یا غزہ، جب ۱۳۳۹ھ بارہ سو چھیالیس ہجریہ قدسیہ کو روفی افزائے وارد تیا ہوئے۔ اپنے والد ماجد حضرت مولائے عظیم، جبر عظیم، فضائل پناو، عارف باللہ، صاحب کمالات باہرہ و کمالات ظاہرہ، حضرت مولانا مولوی رضا علی خان صاحب روح اللہ و روحہ و ذور ضریحہ سے اکساب علوم فرمایا۔ بھ اللہ! منصب شریف کامل کا پایہ روہ علیا کو پہنچا۔

راست می گویم وید وال نہ پسند وید راست

جو وقت انظار وید انکار، فہم صاحب درائے ثاقب، حضرت حق جل و علانے انھیں عطا فرمائی، ان دیار و امصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔ فراست صادق کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا، وہی ظہور میں آیا۔ محض معاش و معاد، دولوں کا پروتکھ کمال اجتماعت کم نہا۔ یہاں آنکھوں سے دیکھا۔ علاوہ بریں طاوت، شجاعت، علم، ہمت، کرم و حریت، صداقت، خفیہ، میراث جلیہ، بلند ہی اقبال، وہ بد و جہال، رسالات فقراء و امر و نجی میں و ہم مجالات بہ آفتاب، حکام سے عزالت، رزق موروٹ پر قناعت، و غیر ذلک فضائل جلیلہ و خصائل جلیلہ کا حال وہی جانتا ہے، جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرب پایا ہے۔

ایں نہ تجریت کہ رو کو ز دھریر آید

محرر سے بوجہ یہ کہ اس ذات گرامی صفات کو خالق عز و جل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ و اتحیہ کی غلامی و خدمت، اور حضور اقدس (ﷺ) نے اعدائے غفلت و شدت کے لئے بنایا تھا۔ بھ اللہ! ان کے بازوئے ہمت و مطہر، صولت نے اس شہر کو قدس مخالفین سے یکسر پاک کر دیا۔ کوئی اتنا نہ ہا کہ سر اٹھائے یا آنکھ ملائے، یہاں تک کہ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ کو مناظرہ دینی کا عام اعلان منشی بنام تاریخ، اصلاح ذات بین، طبع کر دیا، اور سوائے مسکوت یا غار فرار، و غوغائے جہال، و غزو و اضطراب کے کچھ جواب نہ پایا۔ قدس شش مثلاً کا شعلہ کہ سب سے سر بلیک کشیدہ تھا، اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اس کے اظفار عرق ریز و گرد وید و دو اس جناب کی اونی لوجہ میں بھ اللہ! سارے ہندوستان سے ایسا فرد ہوا کہ جب سے کان شعلہ سے ہیں، اہل تہذیب کا بازو سر دے۔ خود اس کے نام سے چلتے ہیں، مصطفیٰ (ﷺ) کی خدمت، روز ازل سے اس جناب کے لئے وایت تھی، جس کی قدر نے تفصیل رسالہ تنبیہ الجعال بالہام الہامہ استعمال میں بطوع ہوئی۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من بشاء**

تصانیف :

تصانیف شریفہ اس جناب کی سب علوم دین میں، واقع مسلمین، واقع مقدسین، **والحمد للہ رب العلمین**۔ ازاں جملہ الکلام الاوضح فی تفسیر شرح المشرع کہ جلد کبیر ہے، علوم کثیر و پر مشتمل۔ **وسيلة النجاة** جس کا موضوع ذکر حالات سید کائنات (ﷺ) ہے۔ جلد وسیع۔

سرور القلوب ہی ذکر المحبوب کہ طبع نولی کشور میں چھپی۔ اور یہ کتاب مستطاب جواہر الہیان فی اسرار الارکان جی کی خوبی دیکھنے سے قلوب رکھتی ہے۔

ذوق این مے نہ شای بخدا تانہ چشی

فقیر غفر اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اس کے دعائی کھنوں کی شرح میں ایک رسالہ منشی بہ **زواہر الجنان من جواہر البیان** لقب نام تاریخی **سلطنت المصطفیٰ فی لمکوت کل الوری** تالیف کیا۔ اصول الرشاد لصیغ مبانی الفساد جس میں قواعد ایضاح و ثابت فرمائے، جن کے بعد نہیں، مگرست کثوت اور بدعت فہرہ یک موت و حسرت۔ **ہدایۃ البیریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ** کہ دس فرقوں کا رد ہے۔ یہ کتابیں مطبع صحیح صادق پیتاپور میں مطبوع ہوئیں۔ **اذاعة الانام لمانی عمل المولد و القیام** ان حاکم العزیز عظیم شائع ہوئی۔ **فضل العلم و العلماء** ایک مختصر رسالہ کہ بریلی میں طبع ہوا۔ **ذالۃ الاوہام و فہرہ تزکیۃ الایمان** روایت الایمان کہ یہ مشرورہ فائدہ زمانہ حضرت معصوم قدس سرہ میں تخریص پانچا۔ **الکواکب الزہراء فی فضائل النعم و آداب العلماء** جس کی تخریج احادیث فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے رسالہ **النجوم الثوابت فی تخریج احادیث الکواکب** لکھا۔ **الروایۃ الرویۃ فی الاخلاق النبویۃ**۔۔۔۔۔ **المنقوۃ النغویۃ فی الخصائص النبویۃ**۔۔۔۔۔ **لعمۃ السیراس فی آداب الاکل و اللباس**۔۔۔۔۔ **التمکین فی تحقیق مسائل التزمین**۔۔۔۔۔ **احسن الوعد فی**

الرحمن الرحيم حتی کا انتقال سے دو روز پہلے ایک کانڈ پر لکھی تھی۔

بعد فقیر نے جو رہبر و مرشد برحق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایا (خراب) میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الاما جد کے مرقد پر شریف لائے، غلام نے عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟ اولفظاً هذا معناه آج سے یا آپ سے نہیں رہا کریں گے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذهب الذين يعاش في انفسهم و بقيت في الناس كجلد الاحوب
ليهن دعاء الناس و ليضرح الجهل فبعدك لا يرجو البقاء، من له عقل
الهم ارحمهما و ارض عنهما و اكرم تزلهما و افض عليهما من بركاتهما آمين برحمتك يا ارحم
الراحمين و صلى الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد و آله و اصحابه اجمعين. آمين!

فقیر خضر نے چند کچ اس جناب کی تواریخ و ولادت باسعادت و وصال خیر کمال، مہم غیب سے پائے، جن میں التزام ہے کہ ہاوجود انتظام سلسلہ
مہارت، ہر فقرہ ایک مستقل جملہ ہو، جو کسی طرف سے تعلق علق نہ رکھتا ہو۔ جس کے سبب جو مادہ چاہئے، تجہا محل تاریخ میں سنائیے کہ تعداد مواد کا سچا
محصل کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ التزام بھی رہا کہ تکمیل عدد کو نقطہ حشو نہ بڑھا۔ بعض ماوے یہاں قرع اس پر جلوہ افروز۔

تواریخ و ولادت:

جاء ولي نقي الثياب على الشان فيه اشارة الى اسمه قدس سره و الثياب الاعمال قال
تعالى و ثيابك فطهر رضى الاحوال بهي المكان هوا اجل محققى الافاضل
..... شهاب المدققين الامائل قمر فى برج الشرف برى من الخسوف
و الكلف الفضل سباق العلماء اقدم حذاق الكرماء!

تاریخ وفات:

كان نهاية جمع العظماء خاتم اجلة الفقهاء آمين الله فى الارض ابدا عن
النبي (ﷺ) العلم آمين الله فى الارض اخرجه الامام ابو عمر فى كتاب العلم ان موة
العالم موة العالم وفات عالم الاسلام ثلثة فى جمع الانام و فى الخير موت
العالم ثلثة فى الاسلام لا تنسد الى يوم القيامة او كما ورد و الله تعالى اعلم خلل فى باب
العباد لا ينسد الى يوم القيام يا غفور كمل له ثوابك يوم النشور امنحة
جنة اعدت للمنقين صلى الله تعالى على سيدنا محمد و آله و اهله اجمعين كتبه
عبد المطلب احمد رضا المحمدى السني الحنفى القادرى البركاتى البريلوى غفر الله له و

”تذکرہ علامے ہند، قادی مطبوعہ فوکلنڈر میں اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد صاحب قدس سرہما کے مختصر حالات و درج ہیں۔ عام فہم ہونے کے لئے اس جگہ اس کا اردو ترجمہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

مولوی تقی علی خان بریلوی ابن مولوی رضاعلی خان ساکن بریلی روئے کھنڈ غرو جب المرجب ۱۲۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد سے تعلیم و تربیت پائی، اور علوم و دینیہ سے فراغت حاصل فرمائی۔ ذہن ثاقب و رائے صاحب رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو عقلی معاش و معاد دونوں میں ممتاز اقرار کیا تھا۔ علاوہ شجاعت جنگی کے حضرت صفت سخاوت، تواضع، استغناء سے موصوف تھے۔ اپنی تمام قیمتی عمر اشاعت سنت و اذکار پڑھت میں صرف فرمائی۔ پھر مسئلہ انتشار نظیر میں ایک دینی مناظرہ کا اعلان، عام تاریخ اصلاح ذات البین ۲۶ شعبان ۱۲۹۳ھ میں شائع فرمایا، اور مسئلہ انتشار نظیر حضور نبی اکرم (ﷺ) میں بہت زبردست کوشش فرمائی اور مخالفین کا رد فرمایا۔ جس کا مفصل بیان رسالہ مبارکہ ”تبیح الجہال بالہام الباسطہ المتعال“ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا۔ ۱۲۹۴ھ میں تاجدار مادہ ہر مطہرہ حضرت سیدنا شاہ آلہ رسول قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے، اور جملہ مسائل جدیدہ و قدیمہ و سنت حدیث شریف اور خلافت سے معزز و ممتاز ہو کر ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین طہن سے مشرف ہوئے، اور حضرت سید کی زمین و طمان و دیگر علمائے حرمین شریفین سے اجازت و سند حدیث حاصل فرمائی، مسلک و بیعتہ ۱۲۹۷ھ کو واجی اجل کو لبیک کہا اور حیات شیریں، جاں آفریں کے پردہ فرمائی۔ اور روضہ رضوان میں آرام و اطمینان و سکون حاصل فرمایا۔

ہامخ حالات فقیر ظفر الدین قادری، رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس کے بعد ان پچیس تہذیقات کا ذکر ہے۔ جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اس لئے دوبارہ ذکر کرنا بے فائدہ ہے۔ (ق ۱۱، ۱۲)

شجرہٴ آب و اجداد:

حالی جاہ شجاعت جنگ بہادر چناب مستثنیٰ عن الانقاب شاہ و معید اللہ خان صاحب قدس سرہما کے بڑا بیٹا سلطان محمد شاہ، ناہر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے۔ ان کو سلطان والا شان کے یہاں سے بہت سے مواضع، جو زیر زمین ریاست ماہوہ میں معافی علی اللہ و ام پر ملے تھے، یہ مواضع ان کی اولاد کے پاس اب موجود ہیں۔ ان کا ایک شیش محل لاہور میں تھا، جس کا ابھی تک کچھ اثر باقی ہے۔ ان کے ایک صاحبزادہ تھے، جو سلطان محمد شاہ کے یہاں وزیر دولت تھے۔ جن کو سلطان سے کچھ مواضع ضلع بدایوں کے معافی میں ملے تھے۔ وہ اب تک انہیں کی نسل میں موجود ہیں۔ ان کا نام سعادت یار خان تھا۔ ان کی خرید اولاد زمین تھی۔ بڑے شاہزادہ والا تاج محمد اعظم خان صاحب ہیں، اور یہی اعلیٰ حضرت امام ابوسعید قدس سرہ العزیز کے مورث اعلیٰ ہیں۔ یہ اپنی ولایت کے عہد سے علیحدہ ہو کر زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔ (ق ۱۳، ۱۴)

سعادت یار خان صاحب:

کے دو فرزند اور تھے۔ ایک شاہزادہ معتمد شاہ صاحب، ان کی اولاد میں مولوی بخش اللہ خان صاحب وغیرہ ہیں۔ تیسرے صاحبزادہ کرم خان صاحب وغیرہ ان کی اولاد پریند اب نہیں ہے۔ البتہ ان کی نسل (میں) ان کی نواسیوں کی اولاد ہے۔ (ق ۱۴)

اعظم خان صاحب:

انہوں نے دو عقد کئے، پہلے زوجہ سے ساڈھ کا علم علی خاں صاحب ہیں اور دوسری بیوی سے پار صاحبزادیاں ہوئیں۔

حافظ کاظم علی خاں صاحب:

آصف الدولہ کے یہاں وزیر تھے۔ انہوں نے تین شادیاں کیں۔ زوجہ اولیٰ سے تین اولادیں۔ دو لڑکے (امام العلامہ مولانا رضاعلی خاں، رئیس انکسارہ حکیم تقی علی خاں) اور ایک لڑکی (زینت عرف سوتی بیگم)۔ زوجہ ثانیہ سے تین لڑکیاں (بدر النساء، صدر النساء، قمر النساء ہوئیں) اور تیسری بیوی جو حرم تھی اس سے ایک لڑکا مسکی بہ جعفر علی خاں (ہوا) جس کی نسل ختم ہو گئی۔ (ق ۱۴)

حضرت امام العلامہ مولانا رضاعلی خاں:

اعلیٰ حضرت امام اعلیٰ سنت قدس سرہ العزیز کے جد کرم ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے دو عقد کئے۔ پہلی بیوی سے

رئیس الاتقیا مولانا تقی علی خان صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت، اور ایک صاحبزادی جو رئیس اٹکھاہ کے بڑے فرزند مہدی علی خان صاحب کو منسوب تھیں۔ اور دوسری جس کا نام مستجاب بیگم تھا، وہاں علی خان صاحب آٹولوی سے بیاہی گئیں اور لا ولد فوت ہوئیں۔ (ق ۱۳-۱۵)

رئیس الحکماء حکیم محمد نقی علی خاں:

یہ امام العلماء کے حقیقی بھائی تھے۔ بہت بڑے قوی نیکل، بہادر اور فہم طب میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے وطنی کے خاندان اہلبائے سرپرست حکیم محمد واصل خان صاحب کی صاحبزادی سے عقد کیا تھا۔ یہ مہاراجہ جے پور کے یہاں طبیب خاص تھے۔ ابتداً ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سالے کے لڑکے حکیم محمد سلیم خان صاحب کو، جو جے پور کے مشہور اہلبائے ہیں اور ”بہرے حکیم“ کے نام سے مشہور خاص و عام ہیں۔ منتخب کیا تھا۔ ریاست جے پور سے تین لاکھ سالانہ منافع کی جائداد رئیس اٹکھاہ کو کا نام میں ملی تھی۔ جو رئیس اٹکھاہ نے کمال فراخ دلی سے اپنے چھٹی حکیم محمد سلیم خان صاحب کو دیدی تھی۔ حالانکہ اس وقت اپنی اولاد بھی تھی۔ چنانچہ اب تک وہ جائداد حکیم صاحب موصوف کے نواسوں کے پاس ہے اور وہ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ان کو حکیم واصل خان صاحب کی صاحبزادی کے سطن سے چار لڑکے ہوئے۔ مہدی علی خان، بیگم ہادی علی خاں صاحب، فتح علی خان صاحب، قدا علی خان صاحب۔ ان میں بڑے صاحبزادے مہدی علی خان صاحب کا عقد رئیس الاتقیا کی بشیرہ حقیقی سے ہوا۔ ان کی اولاد میں احمد حسن خان صاحب تھے۔ دوسرے فرزند حکیم ہادی علی خان صاحب کا عقد ریاست ٹونک میں جناب عید الاعلیٰ خان صاحب کی لڑکی سے ہوا اور چار اولادیں ہوئیں۔ ہدایت علی خان، سردار ولی خان، محبوب علی خان، مصدق الدنیا بیگم اور سرے فرزند فتح علی خان صاحب کی اولاد تین لڑکے، بابو حاجی، فرحت علی خان، امرادوں خاں، امیر علی خان اور چار لڑکیاں ہیں۔ اور چوتھے فرزند قدا علی خان کی اولاد فرست علی خان، مصاحب بیگم، قادری بیگم، حیدری بیگم، ایک اور لڑکی پانچ افراد پر مشتمل ہے۔ (ق ۱۵-۱۶)

حافظ کاظم علی خان کی صاحبزادی زینت، جو کو موتی بیگم کہتے تھے، ان کی شادی محمد حیات خان سے ہوئی یہ یوسف زئی سے ہیں۔ (ق ۱۶)

رئیس الاتقیا و حضرت مولانا تقی علی خان صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی شادی اسفند یار بیگ کی بیوی صاحبزادی (حسینی خاتم) سے ہوئی، جن سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں۔ (۱) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان (۲) مولانا حسن رضا خان (۳) مولانا محمد رضا خان (۴) جناب بیگم زہدہ وارث علی خان (۵) احمدی بیگم زہدہ شاہ ایران خان (۶) محمدی بیگم زہدہ کفایت اللہ خان۔ (ق ۱۷)

ولادت با سعادت (اعلیٰ حضرت) اور بزرگوں کی پیش گوئیاں

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت اعلیٰ حضرت قبلین مادر میں تھے، آپ کے والد ماجد صاحب نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا، جس کی وجہ سے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی۔ رات بھر اس خواب کی فکر میں رہے، اور صبح اٹھنے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی۔ صبح حضرت سرایا فیض دیرکت علامہ مولانا رضا علی خان صاحب (اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ) سے خواب بیان فرمایا۔ حضرت مدوح نے فرمایا: ”یہ مبارک خواب ہے۔ بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہارے خلفہ سے ایک فرزند عطا فرمائے گا، جو علم کے دریا بہائے گا، جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا۔“ (ق ۱۲) ولادت با سعادت اعلیٰ حضرت امام الہدایت مجدد دین حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کی آپ کے شہر بریلی شریف محلہ جسونی میں، کہ پہلے دینی آپ کا آبائی مکان اور بعد ازاں مولانا شاہ و رضا علی خان صاحب قدس سرہ کا قیام تھا، ۱۰ اشوال الحکیم ۱۲۰۷ھ بروز شنبہ وقت شہر مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۷۵ھ میں ہوئی۔ (ق ۱۰)

جناب علی محمد خان صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہت تھیں۔ وہ قرآنی تھیں کہ حسب اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے تو میرے والد ان کو جناب دادا صاحب (قدس سرہ) کے عزیز کی خدمت میں لے گئے۔ دیکھ کر گوشت لیا اور فرمایا: یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا، اور جب پچھلے میاں مولوی حسن رضا خان صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ پیرا ہوئے ان کو دیکھ کر فرمایا: یہ میرا بیٹا مستان ہوگا۔ (ق ۱۱) (اعلیٰ حضرت کا) تاریخی نام انتخاب ہے۔ حضور نے اپنا سن ولادت مکتوبات شریف میں حسب ذیل آیت کریمہ سے استخراج فرمایا ہے۔

اولئک کتب فی قلوبہم الایمان و ایدہم بروح منہ ﴿۱﴾

حسن اتفاق کس وقت آفتاب منزلِ فخر میں تھا، جہاں نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔ ”وہ من قال

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں

ہر منزل اپنے مادی منزلِ فخر کی ہے (ق ۱۱)

ملفوظات حصہ سوم میں ہے: ”ولادت کی تاریخ اس آیت کریمہ میں ہے:

اولئک کتب فی قلوبہم الایمان و ایدہم بروح منہ ﴿۱﴾

جس کا ترجمہ یہ ہے: ”یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان بخش فرمادیا ہے، اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی ہدایت فرمائی ہے۔“

اور اس کا صدر یہ ہے:

لا تعبد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوالون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا آباءنہم او ابناءہم او

اخوانہم او عشیرتہم ﴿۲﴾

ترجمہ: ”مذہب یا نہیں گئے آپ ان لوگوں کو جو اللہ و رسول اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کی اولاد یا ان کے بھائی یا ان کے کچے قبیلے کے کیوں نہ ہوں۔“

اسی کے متصل فرمایا:

اولئک کتب فی قلوبہم الایمان

بھرا اللہ تعالیٰ انہیں سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے۔ اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت و اعداء اللہ کھلی میں پلا دی گئی ہے۔ اور بفضل اللہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ **اولئک کتب فی قلوبہم الایمان** بھرا اللہ! اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ (عز و جل و علو) اور بھرا اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح و فخر حاصل ہوئی، رب العزت جل جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی، اللہ تعالیٰ پورا فرمائے۔

ویدخلہم جنت تجری من تحتہا الانہار یخلدین فیہا رضی اللہ عنہم

و رضو عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ هم المقلحون

ترجمہ: اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں، واللہ ان سے رضی اور وہ اللہ سے رضی، یہ اللہ کی جماعت

ہے۔ سنا ہے اللہ ہی کی جماعت کا یہ نام ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان پارہ ۲۸ رکوع ۳)

پھر فرمایا: یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی۔ قرآن عظیم میں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں ہے کہ وہ عظیم ایک مکان میں رہتے تھے، اس کی دیوار گرنے والی تھی اور اسکے نیچے ان کا ٹھکانہ تھا۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کو لکرایا جاتا

ہے **وكان ابوہما صالحا** اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ (ترجمہ ضویہ پارہ ۶ سورہ کہف رکوع ۱۰) اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ عبد

اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فرماتے ہیں وہ باپ ان کی چودھویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں تو یہاں تو ابھی تیسری ہی

پشت ہے۔ دیکھئے کب تک برکات اس سلسلہ میں رہیں۔

بچپن کے حالات

مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی تلمیذِ پوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا۔ اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی، ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں لباس پہن چلاؤ فرمایا ہوئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں نے فصیح عربی میں اُن سے گفتگو کی۔ اُس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔ (ق ۲۰)

جناب سید ابوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کی عمر شریف تقریباً ۲۰۵ سال ہوگی، اس وقت صرف ایک بڑا کرتا چپنے ہوئے یا ہر تشریف لائے کہ سامنے سے چند طوائف زنان بازار کی گزریں۔ آپ نے فوراً کرتے کا اگلا واسن دوٹوں ہاتھوں سے اٹھا کر چارہ مبارک کو چھپا لیا اور ستر کھول دیا، آپ نے برجستہ اس کو جواب دیا: ”جب نظر بھٹکتی ہے جب دل بھٹکتا ہے جب دل بھٹکتا ہے تو ستر بھٹکتا ہے۔“ یہ جواب سن کر وہ مسکتے کے عالم میں ہو گئی۔ (ق ۲۱)

جناب سید ابوب علی صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ چھ سوداگران کی مسجد کے قریب آپ کی طفولیت کے زمانہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے اعلیٰ حضرت کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور گلی بار دیکھا۔ پھر فرمایا: تم رضا علی خان کے کون ہو؟ حضور نے جواب دیا: میں اُن کا پوتا ہوں، فرمایا: ”جیسی“ اور تشریف لے گئے۔ (ق ۲۲)

سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز مولوی صاحب موصوف حسب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے سلام کیا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا، جیتے رہو۔ اس پر حضور نے عرض کیا: یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا، علیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور بہت دعا کہیں دیں۔ (ق ۲۳)

جناب علی محمد خان صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے کا بیان ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں۔ ایک روز کسی نے دروازے پر آواز دی۔ اعلیٰ حضرت (کہ اُن کی عمر اس وقت درہس کی تھی) باہر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک بزرگ آتھیر منٹس کھڑے ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی فرمایا: آؤ! آپ تشریف لے گئے، سر پر ہاتھ بکھیرا، اور فرمایا: تم بہت بڑے عالم ہو۔ (ق ۲۴)

ملفوظات حصہ اول میں ہے:

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میں ایک روز حکیم وزیر علی صاحب کے یہاں قریب دس بچے دن کے بارہا تھا۔ میری عمر اس وقت چھ سال (اعلیٰ حضرت مدظلہ کے پوتے یعنی بر خرواد اہما تقیم رضا خان سلمہ) کے برابر تھی (یعنی دس سال) کہ سامنے سے ایک بزرگ سفید ریش، نہایت کفیل، وجہ تشریف لائے، اور مجھ سے فرمایا: بچے آج کل عہد اضرب ہے اس کے بعد عبدالحمید اس کے بعد عبدالرشید (یعنی رشادہ قادری) اور خوراضر سے غائب ہو گئے۔ چنانچہ اس وقت تک ان بزرگ کا قول یا نکل ملا تھا۔ (ق ۲۵)

سید ابوب علی صاحب کیا بیان ہے کہ ایک روز صبح کے وقت حاجی مظہر خان صاحب جن کا اسم گرامی حاجی محمد شاہ خان صاحب تھا محلہ سوداگران میں جا رہے کئی فرما رہے تھے۔ چونکہ ہم لوگوں کو یہ پہلا اتفاق دیکھنے کا ہوا، برادر دم تقاعت علی صاحب کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک بزرگ ہستی جو نہ صرف ایک مہر، ویدادہ اہل علم ہیں، بلکہ معقول زمیندار بھی رکھتے ہیں، وہ جا رہے کھلی کریں، اور میں کھڑا دیکھتا ہوں۔ اس لئے بڑھ کر اس خدمت کو خود انجام دینا چاہا۔ مگر حاجی صاحب نہ مانے اور فرمانے لگے۔ صاحبزادے! یہ میرا حق ہے کہ اپنے شیخ کے آستانہ عالیہ کی جا رہے کھلی کروں (۳) میں عمر میں حضور سے بڑا ہوں۔ ان کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی، اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں۔ ہر حالت میں یکتا نے زمانہ پایا۔ جب ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہو جاتا ہے۔ انہیں بچپن میں ضرب اللش اور یکتا نے روزگار دیکھا۔ (ق ۲۵)

(ایک مرتبہ خود) اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

برائی میں ایک مجذوب بشیر الدین احمد زادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے، جو کوئی اُن کے پاس جاتا کم سے کم چپاس گالیاں سناتے، مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا، میرے والد ماجد قدس سرہ کی خوشی کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ نہ لے جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے آگیا ان کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ مجھ میں چار پائی پر بیٹھے تھے۔ مجھ کو بغور دیکھ رہے تھے، آخر مجھ سے پوچھا، تو مولوی رضا علی خان صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا: میں اُن کا پوتا ہوں۔ فوراً دہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے، اور چار پائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا کیا مقدمہ کے لئے آئے ہو؟ میں نے کہا: مقدمہ تو ہے لیکن میں اس کے لئے نہیں آیا ہوں، میں تو صرف دعائے مغفرت کے لئے حاضر ہوا ہوں، غریب آدمے گھٹے تک برابر کہتے رہے، اللہ کریم کرے، اللہ رحم کرے، اللہ رحم کرے۔ اس کے بعد میرے منہ بھائی (مولوی حسن رضا خان صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر ہوئے اُن سے خود ہی پوچھا، کیا مقدمہ کے لئے

آئے ہو؟ عرض کی: جی ہاں! فرمایا: مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے:

”نصر من اللہ و فتح قریب“

پس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔ (ق ۲۳)

تقریب روزہ کشائی:

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے رمضان مبارک کا مقدس مہینہ ہے اور حضور اعلیٰ حضرت کے پہلے روزہ کشائی کی تقریب ہے۔ کاشانہ اقدس میں جہاں انظار کا اور بہت قسم کا سامان ہے، ایک محفوظ کمرے میں خیرتی کے پیلے جمانے کے لئے چتے ہوئے تھے۔ آفتاب نصف النہار پر ہے۔ ٹھیک نماز کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور گواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اُسے کھا لو۔ عرض کرتے ہیں کہ میرا تو روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، لو کھا لو۔ میں نے گواڑ بند کر دیئے ہیں۔ کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں: جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے، وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کے والد ماجد کی ہرچمنان مبارک سے انگوٹوں کا تار بندھ گیا، اور کمرہ کھول کر باہر لے آئے۔ (ق ۲۴)

نواب وحید احمد خاں صاحب دشوی بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی احسان حسین صاحب مرحوم جو نہایت عظیم، بے لوث اور مدد و پیر دین دار تھے، جامع مسجد بریلی میں محض نوحہ اللہ و رس حدیث بعد از ظہر ویٹے تھے، اور اپنا زیادہ وقت جامع مسجد ہی میں مطالعہ حدیث شریف، ورد و وظائف میں گزارتے تھے، انہوں نے فقیر کو جامع مسجد میں قرائت باجماعت ادا کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ شوق دلایا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ فقیر جامع مسجد میں قرائت کا کام لے کر ادا کرنے لگا، یہ فقیر انگریزی اسکول کی جماعت ششم میں پڑھتا تھا، تو یہی مولوی صاحب فارسی زبان کی تعلیم کے لیے مقرر کئے گئے تھے، مولوی صاحب موصوف سے ایک مرتبہ فقیر نے اعلیٰ حضرت نامہ اہل سنت مجدد مائید حاضر و مولا نا مولوی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب دشوی اللہ عنہ کی بابت استفسار کیا، تو مولوی صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کی بہت تعریف کی، اور فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ابتدائی تعلیم عربی میں ہم سبق رہا ہوں۔ شروع ہی سے اعلیٰ حضرت کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ استاذ سے کبھی ریلج (چھتائی) کتاب سے زیادہ نہیں پڑھی، ایک ریلج کتاب استاذ سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب اذ خود پڑھ کر پاؤ کر کے سناؤ کرتے تھے۔ (ق ۳۵)

درسیات سے فراغت:

جب عربی کی ابتدائی کتابوں سے حضور فارغ ہوئے تو تمام درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مولوی تقی علی خاں صاحب قادری برکاتی متولہ ۱۲۳۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ سے تمام قرائت اور تیرہ سال دس مہینہ کی عمر شریف میں ۱۲۸۶ھ میں تمام درسیات سے فراغ پایا۔ زیروہ بنات سے توحید تارخ فراغت ہے۔ اور اس میں صاف بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ حضور کو دشمنوں کے شر سے پناہ میں رکھے گا۔ اور دوسرا ماہ تارخ غفور ہے، اس میں خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضور اور حضور کے وابستگان و امن کے لیے غفور ہے۔

دنیا، حزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے مال کی منزل غفر کی ہے (ق ۳۳)

سائنسہ:

ابتدائی کتابیں ان مولوی صاحب سے جب حضور نے پڑھ لیں تو میزان منقشب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔ (ق ۳۲)

اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ: ہمدانی الاوی ۱۲۹۳ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تعلیم طریقت حضور پیر و مرشد برحق سے حاصل کیا۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا، تو قبل وصال مجھے حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد لوری اپنے ابن الامین، ولی عہد و سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ حضرت لوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت و علم کبیر، علم حضور وغیرہ علوم میں نے حاصل کیے۔ (ق ۳۳)

افترض اعلیٰ حضرت کے استاد و کی فرست بہت مختصر ہے۔ حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ المعزین کے علاوہ پنجتن پاک کے عشاق صرف یہ پنج نفوس قدس ہیں۔

☆ اعلیٰ حضرت کے وہ استاد جنہوں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔

☆ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمہ اللہ علیہ

☆ جناب مولانا عبدالحی صاحب راجپوری رحمہ اللہ علیہ

☆ حضرت سلاطہ خاندان برکاتیہ سید شاہ ابوالحسن احمد لوری قدس سرہ و اسخیز

☆ اور والد ماجد

☆ پیر و مرشد قدس سرہ ارحم کوشاں کر کے چھ نفوس قدس ہوتے ہیں۔

ان چھ حضرات کے علاوہ حضور نے کسی کے سامنے زانوئے ادب نہیں کیا۔ مگر خداوند عالم نے محض اپنے فضل و کرم اور آپ کی محنت و خدا داد و امانت کی وجہ سے اسے علوم و فنون کا جامع بنایا کہ پچاس فنون میں حضور نے تصنیفات فرمائیں۔ اور علوم و معارف کے دور یا بھانے کے عدام و محققین کا تو کہنا کیا! مخالفین و منافقین کرتے، اپنی سیاق و سباق کی وجہ سے برائیاں کرتے، مگر ساتھ ساتھ شیعہ کا یہ بند ضرور کہنے پر مجبور ہوتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ ہیں۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھایا، مذموم افواض، مذموم لک کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔

شادی و اولاد

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت قدس سرہ العزیز کی شادی ۱۲۹۱ھ میں افضل حسین صاحب کی بڑی صاحبزادی (ارشاد بقیم) صاحبہ سے ہوئی۔ شیخ صاحب موسوف شیخ عثمانی تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام شیخ احمد حسین تھا۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی سات اولادیں ہوئیں۔ دو شاہزادے (۱) حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب ملقب بملقب جید الاسلام (۲) حضرت مولانا شاہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم۔ پانچ صاحبزادیاں، بڑی مصطفائی بیگم، ان کی شادی اعلیٰ حضرت کے بھانجے حاجی جناب شاہد علی خاں سے ہوئی۔ ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی عزو دینی بی، جو مولوی سرور علی خاں سے منسوب ہوئیں۔ یہ صاحبزادی اعلیٰ حضرت کی حیات میں فوت ہو گئیں۔ دوسری صاحبزادی کنیز حسن، جن کو تھمیلی بیگم کہتے تھے، ان کی شادی جناب حمید اللہ خاں صاحب ولد حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس جھکڑ سے ہوئی۔ ان کی دو اولادیں ہوئیں، حقیق اللہ خاں اور ایک صاحبزادی رقصت، جہاں بیگم۔ تیسرے صاحبزادی کنیز حسین، جن کو تھمیلی بیگم کہتے تھے، جناب حکیم حسین رضا خاں صاحب ابن مولانا حسن رضا خاں صاحب سے منسوب ہوئیں، ان کے تین لڑکے ہوئے۔

(۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) مولوی اوریس رضا خاں (۳) جرمیں خاں، امام اہل سنت کے وصال سے انیس دن بعد ان کا انتقال ہوا۔ چوتھی صاحبزادی کنیز حسین عرف چھوٹی بیگم ان کی شادی مولوی حسین رضا خاں صاحب (ابن استاد حسن رضا خاں) سے ہوئی، ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی شیم بانو، جو جرمیں میاں کو منسوب ہوئیں۔ پانچویں صاحبزادی مرتضائی بیگم عرف چھوٹی بیو، حمید اللہ خاں پسر خود جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس جھکڑ سے منسوب ہوئیں۔ ان کے تین لڑکے تھیں میاں، سعید میاں، فرید میاں اور دو لڑکیاں جتپائی بیگم، مفتضائی بیگم ہیں۔

حضرت حجة الاسلام:

کی شادی پھوپھی زاد بہن کنیز عائشہ بخیرہ جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب سے ہوئی۔ ان کے چھ اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے مولوی ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں، مولوی عمار رضا خاں عرف نعمانی میاں، اور چار لڑکیاں، ام کلثوم زوجہ تاجیہ حکیم حسن رضا خاں، کنیز صغریٰ بیگم زوجہ نقیض علی خاں، رابعہ بیگم عرف نور بیوہ مشہود علی خاں، سلطی بیگم زوجہ مشاہد علی خاں۔

جیلانی میاں:

کا عقد مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوا۔

نعمانی میاں:

کا نکاح جناب سید حسن صاحب محلہ لکھنوی کی صاحبزادی سے ہوا۔ جیلانی میاں کی پانچ (نہد) اولادیں ہیں، (۵) اور نعمانی میاں کی تین۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں:

صاحب کی شادی چھوٹے چچا جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب کی اکلوتی صاحبزادی سے ہوئی۔ اسی لیے مولانا محمد رضا خاں صاحب عرف نٹھے میاں نے ان کو اپنی اولاد کی طرح رکھا، اور شادی کے بعد ان کا رہنا سہنا سب بچا جان کے مکان پر رہا۔ اور اسی وقت تک وہیں قیام فرمایاں۔ ان کی سات صاحبزادیاں ہیں۔ ایک لڑکا ہوا تھا جو کبھی ہی میں داغ مزارقت دے کر راہی ملک بھا ہوا۔ جس کا نہ صرف والدین بلکہ پورے خاندان بلکہ مولین اور اہل قراہت کو صدمہ ہوا۔

سلسلہ اولاد اعلیٰ حضرت:

(۱) مولانا حامد رضا خاں (۲) مولانا مصطفیٰ رضا خاں (۳) مصطفیٰ بیگم (۴) کبیر حسن (۵) کبیر حسین (۶) کبیر حسین (۷) مرتضائی بیگم

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں:

(۲) ابراہیم رضا خاں (۲) حامد رضا خاں (۳) ام کلثوم (۴) کبیر صغریٰ (۵) ابراہیم (۶) سلطی

مولانا ابراہیم رضا خاں:

(۱) ربیعان رضا خاں (۲) تنویر رضا خاں (۳) اختر رضا خاں (۴) قمر رضا خاں (۵) منان رضا خاں (۶) سر فراز بیگم (۷) سرتاج بیگم (۸) دشاوی بیگم۔

حامد رضا خاں:

(۱) مسرت بی بی (۲) نصرت بی بی (۳) حمید رضا خاں

مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں:

(۱) صاحبزادہ مرحوم (۲) نگار قاطر (۳) انوار قاطر (۴) برکاتی بیگم (۵) رابعہ بیگم (۶) ہاجرہ بیگم (۷) شاکرہ بیگم

سلسلہ اولاد مولانا حسین رضا خاں برادر اوسط اعلیٰ حضرت:

(۱) حکیم حسین رضا خاں (۲) مولوی حسین رضا خاں (۳) فاروق رضا خاں۔

حکیم حسین رضا خاں:

از زوجہ اولیٰ (کبیر حسین) صاحبزادی اعلیٰ حضرت

(۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) اورلیس رضا خاں (۳) جرجیس رضا خاں۔

از زوجہ ثانیہ صاحبزادی حجۃ الاسلام

(۱) فویدہ بیگم زوجہ علیق میاں (۲) یونس رضا خاں

مرتضیٰ رضا خاں:

(۱) بلال رضا خاں (۲) اورلیس رضا خاں (۳) صاحبزادیاں

مولوی حسین رضا خاں:

از زوجہ اولیٰ بنت اعلیٰ حضرت

(۱) حکیم بانو زوجہ جرجیس میاں

از زوجہ ثانیہ

(۱) حسین رضا خاں (۲) ہسٹین رضا خاں (۳) حبیب رضا خاں (۴) صاحبزادی

مولانا محمد رضا خاں عارف فنون میاں (برادر خرد) اعلیٰ حضرت:

(۱) قاطر بیگم زوجہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم۔

مارہرہ شریف کی حاضری اور بیعت و خلافت

بیعت جس غرض سے کی جاتی ہے اور اس کی شرعی حیثیت ہے اس کے بیان کی نہ یہاں ضرورت اور نہ ہی اس کی حاجت، وہاں تھا جگہ پر مدلل ہے، اور زمانہ حضور اقدس ﷺ سے **”الٰہی زمانہ اہذا“** لیکو کاروں کا تعامل رہا ہے۔ بلاشبہ غلیظہ نچاز سے بیعت کرنے والے آپ کریم:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّهْمُ الْجَنَّةُ (پہلا سورۃ توبہ)

”بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس تبادلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔“ (کنز الایمان)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَكَ مَا يُغْنُوْنَكَ اللّٰهُ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (پہلا سورۃ حج)

”وہ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“ (کنز الایمان)

کی رو سے اپنی جان و مال کو اللہ کے ہاتھ جنت کے عوض بیچ کر رہے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ لوگ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ بیعت میں ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے اور بعضوں

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يَبَايَعُوْكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (پہلا سورۃ حج)

”اللہ رضیٰ ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس باغ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔“ (کنز الایمان)

وہ لوگ رضائے الٰہی کی بشارت پائے ہوئے ہیں۔ اسی آپ کریم کے بموجب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۲۹۵ھ میں بیعت اپنے والد ماجد حضرت مولانا تقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز سرکار مارہرہ مظہرہ حاضر ہو کر تاجدار مارہرہ اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی شرف بیعت سے شرف ہوئے۔

اللہ اکبر گئی گئی تشریف اتریں و سرشد کی تھی اور کس قلب صافی نے کر بیعت ہوئے تھے کہ اسی جلسہ میں یہی سرشد برحق نے تمام سلسلہ کی اجازت و خلافت عطا فرما کر غلیظہ نچاز بنادیا اور تمام طریقوں میں بیعت لینے کی اجازت عائد نامہ عطا فرمائی۔

حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن صاحب مارہری فرماتے ہیں کہ مولانا بدایونی (حضرت تاج الغول علامہ عبدالقادر غلیہ رحمہ اللہ) کے ہمراہ مولانا تقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب مارہرہ شریف حاضر ہوئے تھے۔ یہ لوگ تجدید خلسہ دیکھنے سے بدلے کیلئے پہلے مارہرہ میں سرائے میں جا کر فروکش ہوئے۔ مگر سرائے کے راستے میں یکے سواری الٹ گیا اور مولانا تقی علی خاں صاحب کو چوٹ لگی۔ پھر اسی حالت میں انہوں نے تہادھو کر کپڑے پہنے، اور سب خانقاہ برکاتیہ میں حاضر ہوئے، اور فقیر ہی کے مکان موسوم بہ ”مدرسہ“ جو درگاہ معلیٰ برکاتیہ کے دروازے کے سامنے تھا، اور اس وقت ٹوٹا پڑا ہے، میں فروکش ہوئے۔ فقیر کے والد ماجد حضرت سیدنا شاہ احمد صادق اور حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد لدوی میاں صاحب قدس سرہم بھی ان دونوں مارہرہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ اسی دن طہر کے وقت مولانا بدایونی، مولانا تقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو ہمراہ لے کر، حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ فقیر کے والد حضرت سیدنا شاہ احمد صادق اور میاں صاحب (حضرت لدوی میاں) بھی ہمراہ گئے۔ حضرت خاتم الاکابر نے مولانا تقی علی خاں صاحب پھر مولانا احمد رضا خاں صاحب پھر مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ فرمایا۔ اور اسی جلسہ میں حضرت نے خلافت و اجازت جملہ مسائل و اسناد و تہذیب کا خاندان عالیہ قادریہ برکاتیہ سے بھی مولانا تقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مشرف فرمایا۔ بیعت و خلافت کے بعد ان سب حضرات نے کچھ عرصہ تک فقیر کے مکان پر قیام فرمایا۔ اور اسی دوران میں مولانا تاج الغول بدایونی نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا حضرت بیعت ہو جانا، ان کے لیے بھی اچھا ہوا، اور میرے لیے بھی اچھا ہوا۔

تدریس

اعلیٰ حضرت نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس واقفاً و تصنیف کی طرف توجہ فرمائی۔ ابتدائی میں تدریس کی طرف توجہ بہت زائد تھی۔ بریلی شریف میں کوئی مدرسہ نہ تھا۔ اس لیے فقہ اعلیٰ حضرت کی ذات مرجع طلبہ و علمائے جن کو ملی چشمہ سے فیضیاب ہونا ہوتا، وہ اعلیٰ حضرت کا قصد کرتے مآد کا میابی حاصل کرتے۔ (ق ۱۱۱۱)

الفرض اعلیٰ حضرت کا ایک زمانہ تدریس و تعلیم کا بڑے زور و شور کا گزرا ہے۔ جس میں دور و دور سے طلبہ دوسرے مدرسوں کو چھوڑ کر یہاں حاضر ہوتے۔ اور اس چشمہ علم و فکر سے فیضیاب ہوتے۔ چنانچہ اسی زمانہ کا ایک واقعہ جناب مولوی محمد شاہ خاں عرف تھمن خاں صاحب بیان فرماتے تھے۔ کہ ایک دن جن طالب علم نئے آئے، اور اعلیٰ حضرت سے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ میں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آپ لوگ آئے ہیں، اس سے پہلے کہاں پڑھتے تھے؟ وہ لوگ بولے دیوبند پڑھتے تھے، وہاں سے گنگوہ گئے، اس کے بعد یہاں آئے ہیں، میں نے کہا کہ یوں تو طلبہ کو بعد خیرا کا مرض ہوتا ہے، یعنی وہاں بہتر پڑھائے ہے۔ اسی لیے ایک جگہ جم کر بہت کم لوگ پڑھتے ہیں، بلکہ دو چار جگہ جا کر ضرور دیکھا کرتے ہیں۔ مگر یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے۔ جہاں کی تحریف انسان مستحق ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ بات جس آفتی کہ آپ لوگوں نے دیوبند یا گنگوہ میں بریلی کی تحریف سنی ہو، اور اس وجہ سے یہاں کے مشائخ کو کر حریف لائے ہوں۔ بولے یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اختلاف مذہب و اختلاف خیال کی وجہ سے اکثر تو بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی تھی۔ مگر ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا ہے کہ قلم کا بادشاہ ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا، پھر کسی کی مجال نہیں کہ ان کے خلاف کچھ لکھ سکے، یہی دیوبند میں سنا، اور یہی گنگوہ میں بھی۔ تو ہم لوگوں کے دلوں میں شوق و ذوق ہوا کہ وہیں چل کر عمل حاصل کرنا چاہئے، جن کے مخالفین افضل و کمال کی گواہی دیتے ہیں۔ (در الفاضل ص ۱۸۵) (۱۱۱۱)

مشاہیر تلامذہ:

اعلیٰ حضرت نے چونکہ ضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا، (۲۲) جو رجسٹر داخلہ سے طلبہ کا نام معلوم کیا جائے، یا فارغ التحصیل طلبہ ہی کا نام رجسٹر فارغ التحصیل سے حاصل کیا جاسکے۔ اس لیے حضور کے شاگردوں میں جو مشہور ہوئے، اور تعقیفات وغیرہ سے دینی خدمت کی۔ ان میں بعض لوگوں کے اساتذہ گرامی اس جگہ لکھو دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت کے شاگردوں میں خصوصیت کے ساتھ فقہ سے توفیق اور تعقیفات کی طرف توجہ اور حفظ و تقریر کا رنگ ضرور موجود ہے۔

☆ جناب مولانا مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب محلہ بہاری پور۔

☆ جناب مولانا مولوی سید امیر احمد صاحب محلہ ذخیرہ بریلی۔

☆ جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسن برادر او۔ اعلیٰ حضرت۔

☆ جناب مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب برادر خرد اعلیٰ حضرت۔

☆ جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب چہ الاسلام صاحبزادہ اکبر۔

☆ جناب مولانا مولوی حافظ یحییٰ الدین صاحب محلہ ملک پور بریلی۔

☆ جناب مولانا مولوی حافظ سید عبد الکریم صاحب محلہ ذخیرہ بریلی۔

☆ جناب مولوی منور حسین صاحب بریلی۔

☆ جناب مولوی حاجی سید نور احمد صاحب چانگی۔

☆ جناب مولوی داہد الدین صاحب مصنف 'رفع رذیل'۔

☆ جناب مولوی سید عبدالرشید صاحب عظیم آبادی۔

☆ جناب مولوی نواب مرزا صاحب بریلی۔

☆ جناب مولوی عبد اللہ صاحب سلطان الاولیاء عظیم پبلی بھتی (صاحب دار و حضرت محدث سورتی پلہ اردو)

☆ جناب مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھو چھو۔

☆ جناب مولانا سید محمد صاحب محدث کچھو چھو دلت برکتیم و غیرہ مشہور۔

ملفوظات حصہ اول میں ہے۔ آنحضرت مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھ چھوٹی تشریف لائے ہوئے تھے، رخصت کے وقت انہوں نے عرض کی کہ مولوی سید محمد اشرفی اپنے بھائی کو میں چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کروں، حضرت جو مناسب خیال فرمائیں اس سے کام لیں۔ ارشاد ہوا: ضرور تشریف لائیں، یہاں فتویٰ لکھیں، اور مدرسہ میں درس دیں۔ ردوہ پایہ اور افتاء دیوانوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے۔ ان میں بھی طب حاذق مطلب بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطلب میں ساتھ برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت، دو دن، دو جگہ، دو مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے، اسی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار ایک فہادت عجیبہ و غریب کو شش و چاندنی سے نکالا، اور اس کی تائیدات مع متعجب آٹھ ورق میں جمع کیں۔ مگر جب حضرت والدہ ماجدہ قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا۔ تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رو ہو گئے۔ وہی جملے اب تک کانوں میں ہڑے ہوئے ہیں، اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔ خود ستائی جائز نہیں۔ مگر وقت حاجت اظہار حقیقت تھوڑی نہ تھی۔ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا:

اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ

”زمین کے خزانے میرے ہاتھ میں دے دیجئے۔ چٹک میں حفظ والا ہوں اور علم والا ہوں۔“

بفضل و رحمت الہی بھرپور دعائے رسالت پانسی ﷺ افتاء اور ردوہ پایہ کے دونوں کامل فن دانوں نہایت عالی فن یہاں سے اچھا استاد اللہ تعالیٰ ہندوستان میں کہیں نہ پائے گا۔ غیر مماثلت کی بابت نہیں کہہ سکتا۔ میں تو ہر شخص کو یہ طبیب خاطر سکھانے کو تیار ہوں۔ سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں، میرے پاس جو کچھ ہے وہ انہیں کے ہوا۔ (یعنی حضرت سیدنا نور علیہ السلام) کا صدقہ و عطیہ ہے۔ آپ یہاں کے موجودین میں ’مستفاد‘ جس کا نام ہے وہ مولوی احمد علی صاحب میں زیادہ پائے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استقامت خائے ہیں اور جو کچھ میں جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں۔ طبیعت آغا ہے، طرز سے واقفیت ہو چکی ہے۔ اسی طرح علم توقیت بھی ایسا فن ہے کہ اس کے جاننے والے بھی معدوم ہیں۔ حالانکہ ائمہ دین نے اسے فرض کفایہ بتایا ہے۔ علمائے موجودین میں تو کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ گلاں و نال آفتاب کب طلوع ہوگا۔ اور کب غروب؟ بہت سی عمر گزر چکی، تھوڑی باقی ہے۔ جن صاحب کو جو کچھ لینا ہو وہ حاصل کر لیں **ملوئی قبل ان تفقدونی** حضرت مولوی علی کریم اللہ تعالیٰ وجہہ کارشاد ہے۔ اور شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا قول بالکل صحیح ہے: ”قدرت پس از دوال پھر لینے والے کو یہ پانچے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے، تو اگر چند کمالات سے بھر ا ہوا ہو، اپنے تمام کمالات کو دور وازہ ہی پر چھوڑ دے، اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا اور اگر اپنے کو بھرا رکھے گا تو

اتانیکہ پر شد و گر چوں پرو“ ”بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جاسکتی۔“

اور آج کل تو حاصل کرنے والے ایسے ہیں کہ جب میں حسن میاں مرحوم کے مکان میں رہتا تھا، اس میں ایک زینہ ہے، جو باہر سے چھت پر گیا ہے۔ اس زمانہ میں ایک مدرس صاحب کے ہدایہ الغیبر میں سپرد ہوا۔ یہ کوئی آسان کتاب نہیں۔ جب انہوں نے کام چلتا نہ دیکھا، تو مجھ سے پڑھنا چاہا۔ مگر شرط یہ کہ اس باہر کے زینہ سے چھت پر مجھے بلالیا جائے، اور وہاں تنہائی میں پڑھا دیں کیجئے، کسی کو معلوم نہ ہو۔ میں نے کہا مولانا! دایا خیرین کا سبق کوئی سرفہ نہیں، جو لوگوں سے چھپ کر ہو، مجھ سے یہ نہ ہوگا۔

ایک صاحب میںیں کے فتویٰ لونی کرتے تھے وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اصلاح دے کر بھیج دیا، ایک روز ان سے کہا گیا: مولانا! یوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا، مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کافی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں۔ مناسب یہ ہے کہ آپ بعد صبر اپنے لکھے ہوئے فتوے پر اصلاح لے لیا کریں۔ انہوں نے کہا: اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس مجمع میں آپ فرمائیں گے تو تم نے یہ غلط لکھا، وہ غلط لکھا، اور مجھے اس میں عداوت ہوگی۔ اس بندہ خدا کے نام افریقہ، امریکہ سے استیعے آتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے ان کے نام سے جواب جاتا تو لوگ انہیں کے نام استیعے بھیجتے۔ اس زمانہ میں مکہ معظمہ کے ایک عالم طویل حضرت مولانا سیدنا شکیل علی حانف کتب حرم رحمۃ اللہ علیہ فقیر کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ سے صرف ملاقات فقیر کے لیے کر فرمایا تھا۔ ان کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا: ایسا شخص برکت علم سے محروم رہتا ہے۔ یہی ہوا کہ وہ صاحب جھوڑ کر بیٹھ رہا ہے۔ اب بی، اے پاس کرنے کی فکر میں ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جب بغرض تحصیل علم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے در و درت پر جاتا، اور باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے۔ تو براہ ادب ان کو آواز نہ دیتا، ان کی چھوٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہوا خاک اور ریت اڑا کر مجھ پر ڈالتی۔ پھر جب حضرت زید کا شانہ اقدس سے تشریف لاتے۔ فرماتے: اے ابن عمر رسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کر دی؟ میں عرض کرتا: مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کرنا۔ یہ وہ جواب ہے جس کی تعلیم قرآن حکیم نے فرمائی۔

إِنَّ الدِّينَ يَدْعُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ

لَكُنَّا خَيْرَ الْأُمَّةِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

”جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں، ان میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاؤ تو ان کے لیے بہتر تھا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ حجرات ۵۱/۴)“

ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ٹھوڑے پر سوار ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیا ہے؟ اے ابن عم رسول اللہ ﷺ! انہوں نے کہا: ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ عمار کے ساتھ ادب کریں۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ ٹھوڑے سے اترے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بوسہ دیا، اور فرمایا: ہمیں یہی حکم ہے کہ اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔

بارون رشید جیسے بادشاہوں نے مامون رشید کی تعلیم کے لیے حضرت امام کسانئی سے (جو امام محمد رضا علیہ السلام کی اہل بیت سے ہیں) عرض کیا۔ فرمایا: میں یہاں پر جانے نہ آؤں گا، شہزادہ میرے مکان پر آ جایا کرے۔ بارون رشید نے عرض کی: وہ وہیں حاضر ہو جایا کرے گا، مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا: یہ بھی ہو، بلکہ جو پہلے آئے گا، اس کا سبق پہلے ہوگا۔ غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز بارون رشید کا گزر ہوا، دیکھا کہ امام کسانئی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں، اور مامون رشید پانی ڈال رہا ہے۔ بادشاہ غضبناک ہو کر اتر اور مامون رشید کے گوز اٹھا اور کہا: اوہ ادب! خدا نے وہ کچھ کس لیے دیے ہیں؟ ایک ہاتھ سے پانی ڈال دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔

ایک مرتبہ بارون رشید نے ابو سعید یہ ضمری کی دعوت کی۔ وہ آنکھوں سے محذور تھے۔ جب آفتاب اور چاندی ہاتھ دھونے کے لیے لائی گئی تو چاندی خدنگ و گودی اور آفتاب خود لے کر ان کے ہاتھ دھلائے، اور کہا کہ آپ نے جاننا، کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ کہا نہیں، کہا بارون۔ کہا جیسی آپ نے ظلم کی عزت کی، ایسی اللہ آپ کی عزت کرے۔ بارون رشید نے کہا: اسی وعاء کے حاصل کرنے کے لیے ہی کیا تھا۔

بارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالم تشریف لاتے، بادشاہ ان کی تعظیم کے لیے سر و قد کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا: یا امیر المومنین! رعب سلطنت جاتا ہے۔ جواب دیا اگر علاقے وین کی تعظیم سے رعب سلطنت جاتا ہے، تو جانے ہی کے قابل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدراجہ قائم تھا۔ سلاطین نصاریٰ ان کا نام لینے قہر کرتے تھے۔

تخت قطیفہ پر ایک عیسائیہ عورت حکمران تھی، اور وہ ہر سال خراج ادا کرتی، جب وہ مر گئی تو اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور خراج حاضر نہ کیا۔ دوسرے خراج کا مطالبہ ہوا، تو اس نے حضرت بارون رشید کی خدمت میں ایک اچلی کے ہاتھ اس مضمون کی تحریر بھیجی۔

وہ عورت مر گئی جو خود یاد دہی تھی، اور آپ کو رنج نہایتا تھا۔

یہ تحریر لے کر حب اچلی اور ہار میں حاضر ہوا، وزیر کو حکم ہوا، شاہ وزیر نے اسے دیکھ کر عرض کی، حضور مجھ میں تاب جو اسے سنا سکوں۔ فرمایا: لا مجھے دے۔ اور اس تحریر کو پڑھا۔ بادشاہ کو دیکھتے ہی ایسا جلال آیا، جسے دیکھ کر تمام دربار ہلک گیا۔ صرف وزیر اور اچلی رو گئے۔ وزیر کو حکم ہوا، جواب لکھ۔

اس نے ارادہ لکھنے کا کیا۔ مگر رعب شاہی اس قدر غالب تھا کہ ہاتھ قہر قہر لے لگا، اور قلم نہ چلا۔ پھر فرمایا: لا مجھے دے۔ اور یوں لکھا

یہ خدا ہے خدا کے بندے امیر المومنین بارون رشید کی طرف سے دہم کے کئے لائے، کہ ادا کا فرہ کے چنے، جواب وہ نہیں جو تو نے جواب دہ ہے جو تو دیکھے گا۔

یہ فرمان اچلی کو دیا۔ اور خود لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اچلی کے ساتھ لشکر لے کر پہنچے اور جاتے ہی قطیفہ کو فتح کر کے اس بادشاہ عیسائی کو گرفتار کر لیا۔ اس نے بہت گریہ و زاری کی، ہاتھ پاؤں جوڑے، خزانہ دینے کا وعدہ کیا۔ چھوڑ دیا، رات بچشی کر کے واپس آئے۔ ابھی ایک منزل آئے تھے کہ خبر پائی کہ بھروسے سے مر تابی کی۔ خود آ واپس گئے، اور پھر فتح کیا، اور اسے گرفتار کیا۔ پھر آپ نے ہاتھ جوڑے، اور خورشام کی۔ پھر چھوڑ دیا۔

ایسے ہمارے بادشاہ کی علماء کے ساتھ یہ طرز تعلیم تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ مجلسہم (۱۱۳، ۱۱۴)

حج و زیارت (اول)

۱۲۹۵ھ میں حضرت والد ماجد کے ساتھ زیارت حرمین طہین **زَادَهُمُ اللّٰهُ شَرَفًا وَ تَعْظِيمًا** سے شرف انکار و امتیاز حاصل فرمایا۔ اور اکابر علمائے دریا مش حضرت سید احمد و حاکم مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمن سران مفتی حنفیہ سے سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم حاصل فرمائی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی، کہ بعد نماز امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمال اللیل نے باقاعدہ سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور لیتے ہوئے اپنے دولت کدہ شریف لے گئے، اور دیکھ آپ کی پیشانی کی پکار فرمایا:

اِنِّی لَا جَد نُوْرُ اللّٰہِ فِیْ ہٰذَا الْجَبِیْنِ

”یہ شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں۔“

اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی۔ اور فرمایا: کہ تمہارا نام ’عیاء الدین احمد‘ ہے۔

اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک نقطہ گیارہ واسطے ہیں۔ نیز حضرت نے بایمائے حضرت شیخ جمال اللیل مصوف اُن کی تعریف لطیف جوہرہ مفید مسائل حج شافعیہ کا اردو ترجمہ کیا۔ اور ایک شرح ردون میں تحریر فرمائی۔ جس کا نام النبیۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المحصیہ رکھا۔ جس وقت اس ترجمہ اور شرح کو حضرت شیخ جمال اللیل کی خدمت میں پیش کیا، حضرت شیخ بہت خوش ہوئے، اور بہت تعریف فرمائی۔ اور مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد بن عرب نے اعلیٰ حضرت کی دعوت کی۔ اُنہائے طعام مسئلہ فہم علیہ مدقوعین بیچ شریف پر گفتگو چمڑکی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مدقوعین بیچ میں سب سے افضل امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور مولانا محمد صاحب فرماتے تھے کہ ان میں سب سے افضل حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ ہیں۔ دونوں حضرات نے اپنے اپنے قول پر دلائل پیش کئے۔ آخر مولانا نے فرمایا: دونوں قول صحیح اور موجبہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: **وَلِکُلِّ وَجْہٌ هُوَ مُوَلِّیْہَا** عین اسی وقت عصر کی اذان حرم شریف میں ہوئی۔ قسم اذان

پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: **هَاسْتَبَقُوا التَّخِیْرَاتِ** عرض جلسہ پر خاست ہوا، اور سب لوگ نماز کے لیے حرم شریف پہنچے۔ شب کے وقت اعلیٰ حضرت نے تنہا مسجد خیف میں اقامت کی، اور منقرت کی بشارت سے مبشر ہوئے۔

حج و زیارت (دوم)

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری غفرلہ عرض کرتا ہے کہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر یا صغیر اور حضرت جلیل الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب خلیفہ اکبر اور حضرت کی اہلیہ محترمہ ۱۲۳۳ھ حج و زیارت کے لیے روانہ ہوئیں۔ تو حضرت جہانگیر صاحب ان کو پہچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے یسئیں میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے، جو سیدھا پہنچ جائے گا اور کہیں بدلنا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج و زیارت کے لیے سڑکا بالکل نہ تھا کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا۔ زیارت سے مشرف ہو چکے تھے صرف ان کی مشابہت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت کو اپنی تعین غزل یاد آگئی جس کا مطلع ہے۔

گزرے جس راہ سے وہ سیدہ والا ہو کر روٹی ساری زمیں غنیر سارا ہو کر

اس کا ایک شعر یہ ہے

وائے محرومی قسمت کہ میں بھراپ کے برس رہ گیا ہر روز اودینہ تو کر

اس کا یاد آتا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کے حضور نے دوسری غزل میں فرمایا ہے۔

پھر اٹھا دل ولولہ یا رمیشا ان حرب پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابان حرب

اسی وقت حج و زیارت بلکہ خاص زیارت سرور عالم ﷺ کا قصد مہم فرمایا۔ لیکن والدہ ماجدہ کی بغیر اجازت سفر مناسب نہ جانا اس لیے ان کی گاڑی چھوڑنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے، اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ جب اجازت مل گئی تو مطمئن ہوئے، ورنہ جہانگیر سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے۔ اجاڑل جانے کے بعد حاکمان سفر مکمل فرمایا اور روانہ ہوئے۔ سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ سفر مبارک بخیر و خوبی اتمام پایا۔ اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا شعر ہے۔

کہہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ فہستہ کدھر کی ہے

حدیث شریف میں ہے: **انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما تو** عام طور پر بھی زبان زد ہے "مسی نیت ویسک برکت" یہ سزا علیٰ حضرت کا چونکہ خاص حضور اقدس ﷺ کی زیارت پاک کے لیے تھا، اس لیے دیا ہی ہوا۔ (ق ۳۲، ۳۳)

بیاداری میں زیارت نبوی (ﷺ) :

مولوی سید شاہ جعفر میاں صاحب خطیب جامع مسجد کبود محلہ نے اپنے والد صاحب کے عرس کے موقع پر اس واقعہ کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا تھا۔ کہ جب جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ دوسری مرتبہ زیارت نبوی ﷺ کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، شوق و یہاد میں روضہ شریف کے مواجہ میں درود شریف پڑھتے رہے یقین کیا کہ ضرور سرکار ابد قرار ﷺ عزت افزائی فرمائیں گے، اور بالواسطہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن جہلی شب ایسا نہ ہوا تو کچھ کبید و خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رشا تجھ سے کہتے ہزار بھرتے ہیں

یہ غزل مواجہ میں عرض کر کے انتقاد میں متوجہ بنے، اویٹھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے بیاداری میں حضور اقدس ﷺ سے مشرف ہوئے۔

رزقنا اللہ و جمیع المسلمین زیارة النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ الفضل الصلوٰۃ و التسلیم
بیرکنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع علماء الاسلام و المشائخ الکرام و المسمین الیہ الی

یوم القیام (ق ۳۲، ۳۳)

عادات و اوصاف

حضور اس قدر رسادہ وضع میں رہے کہ کوئی شخص یہ بھی نہیں خیال کر سکتا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کی شہرت شرق سے غرب، شمال سے جنوب تک ہے، یہی ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب کا لکھنیا داڑ سے حضرت کی شہرت سن کر تشریف لائے تھے، حکمر کا وقت تھا، اعلیٰ حضرت مسجد میں وضو فرماتے رہے تھے، سادہ وضع تھی، خاندان دار پانچامہ، بلبل کا چھوٹا کرتا، معمولی ٹوپی، مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے، مٹی کے لونوں سے وضو فرما رہے تھے کہ وہ صاحب مسجد میں تشریف لائے، اور السلام علیکم کہا، اعلیٰ حضرت نے جواب دیا۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت ہی سے دریافت کیا کہ احمد رضا خاں صاحب کی زیارت کو آیا ہوں، وہ کہاں ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ احمد رضا میں ہی ہوں۔ انہوں نے کہا میں آپ کو نہیں، میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سے ملنے آیا ہوں۔ یہ اس لیے کہ آپ کبھی حقیقی لباس، حقیقی عبا، حقیقی عمامہ وغیرہ استعمال نہیں فرماتے تھے، نہ خاص مشاکلتا نہ انداز، خاندان، چلہ علقہ وغیرہ یا خدام کا مجمع۔ (از جلد چہارم)

جناب ذکاۃ اللہ خاں صاحب تحریر کرتے ہیں کہ خادم نے حضرت کی حیات ظاہری میں اندازاً بارہ یا چودہ سال خدمت کی یا اس سے زائد۔ حضرت کی عادت کہ میرے قریبی کہ بروز بعد نماز جمعہ پھانک میں تشریف رکھتے تھے، بعد نماز مغرب مکان میں تشریف لے جاتے، اور روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر پھانک میں تشریف رکھتے۔ علوم و فیوض برکات کے دریا جاری ہوتے، اور خدار آستانہ عوام اہل سنت و علمائے اہل سنت مستفیض ہوا کرتے۔ البتہ موسم سرما میں عصر مغرب کے درمیان مسجد ہی رہتے، تمام حاضرین بھی احکاف کے ساتھ مسجد تشریف ہی حاضر خدمت رہتے اور وہیں تعلیم و تلقین کا سلسلہ جاری رہا کرتا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر زندہ مکان میں تشریف لے جاتے، یہ حضرت کا معمول تھا۔ علاوہ اس کہ حضرت پانچوں وقت نماز میں تشریف لاتے، اور ہمیشہ نماز یا جماعت مسجد میں ادا فرماتے۔ اگر کوئی صاحب کسی کام کے لیے شہر سے آتے یا کسی دوسرے شہر سے حضرت سے ملاقات کو تشریف لاتے، ماطلاع ہوتے ہی حضرت باہر تشریف لے آتے۔

ایک صاحب جن کا نام حاجی کفایت اللہ صاحب ہے وہ حضرت کے خاص خادم تھے اور حضور میں برابر سایہ کی طرح ساتھ رہتے۔ ایک سید صاحب مدنی حضرت سے علم جفر سیکھنے کی فرج سے مدینہ تشریف سے تشریف لائے تھے، اور بہت عرصہ تک قیام کر کے علم جفر حاصل کیا۔ جب مدنی صاحب کلکتہ جانے لگے تو حضرت سے فرمایا: میرے ساتھ کوئی شخص ہوتا تو بہتر ہوتا۔ حضرت نے حاجی کفایت اللہ صاحب کو ہمراہ کیا، اور حاجی صاحب نے جگہ خادم سے کہا کہ میں کلکتہ جاتا ہوں، اور اعلیٰ حضرت کی خدمت تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اور حضرت سے بھی یہی عرض کیا۔ حضرت نے مجھے خدمت کے لیے قبول فرمایا۔ (فی ۲۶، ۲۷)

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ تو سب مسجد شریف کے لیے غسل خانہ، کنواں، طہارت خانہ، مسکف کرتا تھا۔ چنانچہ مسز علی حسین قادری رضوی مرحوم نے ستونوں کی تعمیر شروع ہی کی تھی کہ ظہر کے وقت حضرت نے دیکھ کر فرمایا: بھائی علی حسین! یہ ستون تو کچھ اونچے نہیں معلوم ہوتے ہیں، خوبصورت بنائیے۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے مکان کی تعمیر کے وقت کبھی غل نہیں دیا۔ البتہ الماریوں کے لیے ضرور کہا تھا، اور وہ بھی اس لیے کہ کتا نہیں بخوف رہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ سب خرابی کا یہ حال تھا کہ کبھی حضور کے چلنے میں پائے مہاک کی چاپ سننے میں نہ آئی۔ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ میں اور ہمدوم قاصد علی پھانک میں سردی کے اندر کام کر رہے ہیں، اور حضرت کاشات القدس سے باہر تشریف لے آئے، اور پورا صبح بیرونہ نشست گاہ طے فرما کر خود تقدیم سلام فرمائی، تب خبردار ہوئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ کوہ بھوالی سے میری طلی فرمائی جاتی ہے میں پھر اسی شاہ زادہ احمد حضرت مولوی شاہ محمد آل الرحمن مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ القدس بعد مقرب وہاں پہنچتا ہوں۔ شاہ زادہ مدوح اندر مکان میں جاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں، ابھی حضور کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں، مگر باوجود اس آگاہی کے کہ حضرت تشریف لانے والے ہیں، تقدیم سلام سرکاری فرماتے ہیں۔ اس وقت دیکھتا ہوں کہ حضور بالکل میرے قریب جلوہ فرما ہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کی عدا زیادہ سے زیادہ ایک بیالی شوبہ بگرنی کا بغیر مرجع کا، اور ایک یا ڈیڑھ انکھ سوئی کا، اور وہ بھی روزانہ نہیں، بلکہ بسا اوقات نافذ بھی ہوتا تھا۔ (فی ۲۶، ۲۷)

ایک روز حکیم عبد الباقی صاحب جو حکیم سے علم جفر سیکھنے کے لیے آئے تھے۔ اور عجم آستانہ شریف تھے۔ ایک چھوٹی سی شیشی میں رقیق دوا آنکھوں میں ڈالنے کے واسطے پیش کرتے ہیں۔ حضور نے اس کے اجزا دریافت فرمائے۔ حکیم صاحب نے عرض کیا: حضرت استعمال تو فرمائیں، اور بہت کچھ تشریف کی۔ حضرت نے فرمایا: میں بغیر تحقیق اجزا کوئی دوا استعمال نہیں کرتا ہوں۔ حکیم صاحب نے اطمینان دلاتے ہوئے یہی کہا کہ اس میں کوئی شے مضر نہیں ہے۔ ان شاء اللہ ایک بار کے استعمال سے حضرت قاعدہ محسوس فرمائیں گے، اسی وقت اجزا بھی بتا دوں گا۔ غرض حکیم صاحب کے

امینائی الفاظ کو یاد کرتے ہوئے مکان میں جا کر جس وقت ودا کے ظلمات آنکھوں میں چکائے، تا قائل برداشت تکلیف پید ہوگئی۔ حضور و نونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھے ہوئے باہر تشریف لائے، اور بے تابانہ حکیم صاحب سے فرمایا: اب تواجز اتنا دیجئے، مجھے سخت تکلیف ہے۔ حکیم صاحب نے من جملہ دیگر ادویات کے عرق کیو کا بھی نام لیا۔ جسے من کر حاضرین پر تک پڑے۔ حضور نے فرمایا: آنکھ میں اور نیبو کا عرق؟

و لا حول و لا قوة الا بالله العظیم۔ پھر فرمایا: حکیم صاحب آنکھ جیسی نازک چیز اور ایسا میز عرق۔ (ق ۲۷)

جب شیدایوب الیوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور ہفتہ میں دو بار جمعہ اور سر شنبہ کو مہربان شریف تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ ہاں اگر شنبہ کو یوم عیدین یا یوم النبی ﷺ آکر پڑے تو دونوں لباس تبدیل فرماتے، یا شنبہ کے دن یہ مبارک تفریحیں آتیں، جب بھی دونوں دن تبدیل فرماتے۔ ان دنوں تفریحوں کے علاوہ سوا یوم عیدین کے اور کسی وجہ سے لباس تبدیل نہ فرماتے۔ حتیٰ کہ جیلانی میاں سلمہ کے تختہ کی تفریب ایسے روز ہوئی کہ تبدیل لباس کا دن نہ تھا، وہی لباس زیب تن رکھا، تبدیل نہ فرمایا۔ اگرچہ بعض اقرباء و دروہ سائے شہر مکلف لباس پہن کر آئے تھے مگر حضرت اپنا لباس سابق پہنے ہوئے شریک تفریب رہے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ نام کو نماز میں سو سے مطلع کرنے کے لیے اللہ اکبر نہ فرماتے۔ مثلاً تیسری رکعت میں قعدہ کرتا چاہتا ہے تو سبحان اللہ فرمایا کرتے۔

کتاب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے۔ اگر کسی حدیث کی ترجمانی فرما رہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کا فائدہ کو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے۔ ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانو پر رکھ کر بیٹھنے کو نا پسند فرماتے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے طریق اشدت عرض کروں۔ چونکہ کمر میں ہمیشہ درود ہا کرتا تھا اس لیے گاؤں کی پشت مبارک کے پیچھے رکھا کرتے تھے۔ اس سے پیشتر کہ ہی مرض نہ تھا، کبھی گاؤں کی استعمال نہ فرمایا۔ کتب نبوی یا لکھنے وقت پاؤں مبارک سمیت گردوں زانو اٹھائے رہے، ورنہ سیدھے زانوئے مبارک اکثر اٹھا رہتا، اور دوسرا بچھا رہتا۔ اور کبھی پایاں زانو ضرور اٹھاتے، تو داہنا بچھا لیا کرتے تھے۔ ذکر میلاد مبارک میں ابتدا سے انتہا تک اوپا دوڑا لور ہا کرتے، یوں ہی وقفہ فرماتے چار پانچ گھنٹے کا کل دوڑا تو ہی خیر شریف پر رہے۔

آخر عمر شریف میں پانچھوڑ دیا تھا۔ ورنہ پہلے پانچ بہت کثرت سے بغیر زورہ کے استعمال فرماتے۔ مگر بوقت وعظ پانچ مطلق ملاحظہ فرماتے، بلکہ ایک چھوٹی صراحی شیشہ کی پاس رکھی جاتی، اس سے خشکی رفع فرماتے کے لیے غراہ کر لیا کرتے۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے بعض عادات کریمہ یہ تھے۔

☆ بھٹل نام اقدس (محمد) ﷺ استراحت فرماتا۔

☆ صلحا نہ لگتا۔

☆ بھائی آنے پر اٹھ کر راستوں میں رہا لینا، اور کوئی آواز نہ ہوتا۔

☆ کلی کرتے وقت دست چپ دیش مبارک ہر دکہ کر خید ہر ہو کر پانی منہ سے گراتا۔

☆ قبلہ کی طرف رخ کر کے کبھی نہ جھوکتا، نہ قبلہ کی طرف پائے مبارک دروازہ کرتا۔

☆ نماز پنج گانہ مسجد میں یا جماعت ادا کرتا۔

☆ فرض نماز باحجام پڑھتا۔

☆ بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرتا۔ یوں ہی لوہے کے قلم سے اجتناب کرتا۔

☆ خط بخواتین وقت اپنا کنگھا دیشہ استعمال فرماتا۔

☆ مسواک کرتا۔

☆ سر مبارک میں پھل ڈالتا۔ (ق ۲۹، ۳۰)

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کے ایک مرید عن نامی بھن چلا یا کرتے تھے۔ رطلے عاشقین جھنکشن پر رہتے تھے۔ انھوں نے نئی گاڑی بنوائی تھی، اسے قفل غیر حضور کے پھاٹک پر لاکھڑا کیا۔ تھوڑی دیر میں حضور نماز کے لیے تشریف لائے۔ انہوں نے دست بوسی کی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور! میں نے یہی گاڑی بنوائی ہے، اس پر ابھی کوئی سوار نہیں ہوا ہے۔ میری تمنا ہے کہ پہلے حضور اس میں تشریف رکھیں۔ چنانچہ حضرت نے کچھ پڑھا اور گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ مسجد شریف پر چرتیں چالیس قدم کے فاصلے پر تھا۔ اترے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔

نیرۃ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شادان نامیاں صاحبہ بیوہ فقین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ (مخت گریں میں) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عادت کریمہ تھی کہ جب مسجد سے فارغ ہو کر پھاٹک کی طرف تشریف لے جاتے تو اپنا عمامہ اتر کر بھٹل میں ڈال لیا کرتے تھے اور بھات آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر قدم پر کچھ پڑھتے ہوئے چا

رہے ہیں۔ لگا ہیں اکثر چنگا رہا کرتے تھیں، مگر کبھی سامنے بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔

مولوی محمد حسین صاحب چشتی اٹھائی بریلوی سوجہ طلسمی پریس تحریر فرماتے ہیں کہ آج ۱۳ شوال ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۳/۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو میری عمر دو ماہ کم ۳۲ سال کی ہے۔ میں نے ابتدائی عمر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نقل فتویٰ کی خدمت چند سال ۱۳۱۲ھ تک انجام دی۔ پھر مجھے بیس سال کی عمر میں سکھامیرٹھے بھیجا گیا۔ اس وقت میرٹھ میں وہابیت بہت زیادہ تھی۔ اعلیٰ حضرت ضعیف الجہد اور نہایت قلیل الفاہ ایزد رگ تھے۔ اپنا وقت کبھی بے کار صرف نہیں فرماتے تھے۔ ہر وقت تالیف و تصنیف و ترویج نوی نوی کا مشغہ تھا۔ اسی وجہ سے زنانہ خانہ میں تشریف رکھتے تھے کہ عوام کی باتوں میں کام نہیں ہوگا یا بہت ہی کم ہوگا۔ صرف بیچ کا نہ نماز کے لیے باہر تشریف لاتے تاکہ مسجد میں بجا عت کے ساتھ نماز ادا کریں یا اتفاق کی مہمان سے ملنے کو کسی وقت۔ البتہ عمر کی نماز کے بعد باہر ہی چلا نکلتے تھے۔ اور وہی وقت عام لوگوں کی ملاقات کا تھا۔ (ق ۳۹، ۳۸)

ملفوظات حصہ اول میں ہے کہ حضرت مولانا دہلی احمد صاحب محدث سورتی، جن کو اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی نے الاسد الاسد الاشاد لاشد الارشد سے مخاطب فرمایا تھا، اور جناب مولانا احمد صاحب پشاور بھی دولت گدہ اقدس پر مہمان ہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت بھی دن کا کھانا مہمانوں کی وجہ سے باہر ہی ملا حظہ فرما رہے ہیں۔ صدر الشریعہ نیکم امجد علی صاحب بھی حاضر اور شریک طعام ہیں۔ بریلی کے پانی کی نفاست کا ذکر ہوا، اس پر ارشاد فرمایا کہ:

پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس سے قرآن عظیم میں چار ہجاء بدوں پر منت دیکھی، اور ایک جگہ خاص اس پر شکر کی ہدایت فرمائی:

اَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ اَآَنَزَلْنَاهُ مِنْ السَّمَاءِ اَمْ نَحْنُ الْغَنِيُّونَ لَوْ تَفْقَهُوا خَبْرَهُ لَفَقَدُوا فَلَاحًا فَلَاحًا فَتَشْكُرُونَ (النہ ۵۶/۷۰)

”کیا تم نے دیکھا یہ پانی، جو پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے دلوں سے اتارا یا آسمان سے والے؟ (بلکہ ہی اس سبب ہمارے) ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری کردیں، پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔ (میرے ہر کرم کے لیے ہمیشہ ہے اس سبب ہمارے)“

حضور سرور عالم ﷺ نے بھی کھانے، پینے، پینے کی کوئی چیز کسی سے طلب نہ فرمائی۔ مگر شہنا پانی وہ بار طلب فرمایا، ایک بار فرمائش کی ’رات کا پانی لاؤ‘ میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی نہیں نہ پایا، مقدم کرام حاضرین بارگاہ کے لیے دو تلوں (گلوں) میں پانی بھر کر دیتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں اس شہر کریم کی خشکی کیسے انتہا سر کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ عموماً پانی کی تمنی صفتیں ہیں اور وہ تنجیں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں، ایک صفت یہ کہ ہلکا ہوا، اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی خشک توجھو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ اگر خشکی نہ ہو تو پیتے وقت اس کا طلق سے اترا تا بالکل معلوم نہ ہو۔ دوسری صفت شیرینی، وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے۔ ایسا شیریں میں نے کبھی نہیں پایا۔ تیسری خشکی، یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔۔۔۔۔ میری عادت ہے کہ کھانا کھاتے میں پانی پیتا ہوں، کھانا مکان پر کھایا جائے اور وہ جاں خواہ پانی مسجد کریم میں۔ لہذا کھانے میں پانی نہ پیتا کھانے کے بعد مسجد کریم میں نہایت احکاف حاضر ہوتا، اور اس عطیہ سرکاری سے دل و جاں سیراب کرتا۔ احکاف کو ہر مسجد کی حاضری میں ہمیشہ ہوتا ہی ہے، پانی کے لیے احکاف نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اس کی منفعت یہ ہے۔ (دور) غیر متکلف کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔ (ق ۳۷، ۳۸)

اطاعت والدین:

حضرت سیدنا شاہ اسلمیل حسن میاں صاحب لدھی رو کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو اللہ تعالیٰ نے جامع کمالا ظاہری و باطنی، مصوری و معنوی بیانا تھا۔ اوصاف و کمالات میں جس کو لے کر دیکھتے مولانا کی وفات میں بروہہ کمال اس کا ظہور تھا۔ والدین کی اطاعت کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا تقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا، اپنے حصہ چاہیاد کو خود مالک تھے۔ مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالک و تصرف تھیں۔ جس طرح چاہیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے۔ جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کر میں تو کتابیں منگواتے۔ (ق ۳۷، ۳۸)

تعظیم اکابر:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت جس طرح اُسُذَاء عَلَی الْکُفَّار کے صدق تھے اسی طرح اُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی بھی زندہ تصویر تھے۔ علمائے اہل سنت کی عزت و قدر ایسی کرتے کہ ہادیہ و شایہ۔ خصوصاً حضرت تاج المجلو محب رسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی لدھی رو، کی بہت ہی عزت کرتے تھے۔ قصیدہ آمانی الابوار و آلام الاشوار میں علمائے اہل سنت کی تعریف میں فرمایا ہے۔

اِذَا حَلُّوا تَعَصَّرَتِ الْاِيَادِي اِذَا رَاحُوا فَضَارَ الْمَعْصِرِيْدِ

”یہ علمائے کرام ایسے ہیں جیسے کسی، ویمانے میں اترتے ہیں تو ان کے قدم سے دھڑ روتی شہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ جب کسی شہر سے روانہ ہوتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے۔“

جس زمانہ میں میں محض برکت کے لیے ہی قصیدہ اعلیٰ حضرت سے پڑھا کرتا تھا (عربی اشعار کے زیر و زبر دیکھئے ہوئے ہیں ہر شعر کے نیچے اُس کا ترجمہ کیا ہوا خاص خاص باتیں حاشیہ میں لکھی ہوئی ہیں اس میں پڑھنے کی کیا حاجت؟) جب اس شعر پر پہنچا میں نے کہا یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ بالکل واقعہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہی شان تھی کہ جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جایا کرتی، عجیب رونق چل پھل ہو جاتی۔ اور جب تشریف لے جاتے تو باوجود بے کسب لوگ موجود رہتے مگر ایک دیر لگی اور اسی چھا جاتی۔

اس عزت و توقیر کے باوجود بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی تھا، اور بعض اختلافی مسائل میں گفتگو ہو کر پھر اتفاق بھی ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز کا بیان ہے کہ ایک بار ان دونوں حضرات میں مسئلہ عیثیت وغیرت معاش باری تعالیٰ پر بحث ہوئی۔ مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ صوفیہ کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے۔ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اس فرق کے ماننے میں اپنا تامل ظاہر فرماتے تھے۔ آخر ہی پٹنہری کہ سنا پھر چلیے اور وہاں حضرت جد امجد سیدنا شاہ اچھے میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی مؤلفہ کتاب ”آئین احمدی“ کی جلد عقائد میرے کتب خانہ میں ہے اور دیگر کتب صوفیہ بھی موجود ہیں۔ اُن میں فرق کو دیکھ لیجئے۔ دونوں حضرات تشریف لائے اور اولاً ”آئین احمدی“ کی جلد عقائد سے کتاب ”بصۃ المسقاۃ“ مؤلف حضرت احمد صاحب کالیپڑی قدس سرہ جہاد سے پیران سلسلہ سے ہیں، مولانا عبدالقادر صاحب نے کمال کر دکھائی۔ اُسے دیکھ کر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا: میں بغیر دلیل و حکم کے لیتا ہوں کہ صوفیہ کے قول عیثیت اور فلاسفہ کے قول نسبت میں فرق ہے۔ اس لیے کہ میرے مرشدان عقائد فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں۔ اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے۔

(۶) لیکن چونکہ میرے مرشدان عقائد یہ فرماتے ہیں۔ اس لیے اپنے مرشدان عقائد کے ارشاد پر سر تسلیم خم دیتا ہوں۔
مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس شعبہ العلوم بدایون کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں جب بریلی آتا تو اعلیٰ حضرت غور کھالالتے اور ہاتھ دھالتے۔ حسب دستور ایک بار ہاتھ دھالتے وقت فرمایا: حضرت صاحبزادہ صاحب! انگوٹھی اور چھلے مجھے دیدیتے۔ تو میں نے اُن کو کر دے دیا، اور وہاں سے بھی چلا گیا۔ سمجھتی ہے۔ مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: بابا بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے۔ (یہ دونوں نکلتے تھے) اور اولاد نامہ میں مذکور تھا شاہزادہ صاحب یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں۔ یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر (جامع حالات) فقیر رضوی کہتا ہے: اور ساتھ ساتھ اکابر و مشائخ کی تعظیم و توقیر۔ (۱۳۳۳ھ)

تواضع وانکسار:

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہروی کا بیان ہے کہ حضرت جد امجد سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کا مرض شریف ایک زمانہ میں میرے اولاد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز تھا، اہتمام و انتظام اور اعلیٰ بیانیہ پر کیا کرتے تھے۔ اس میں بارہا حضرت مولانا بھی تشریف لائے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا۔ مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے: میں ابھی اگلے نفس کو دعا نہیں کہہ پایا، دوسروں کو دعا کے گیا لائق ہوں؟ آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں۔ ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا، چونکہ بعد سوال اسے ظاہر کر دینا حکم شریعت ہے۔ میں ظاہر کر دوں گا۔ فقیر قادری فقرا عرض کرتا ہے احسان کہ حاضرین سے کوئی صاحب حسب حال سوال کرے یہ حضور پر نور اپنی تقریر دلیہ میرے ایک مؤثر بیان اس مسئلہ پر فرما دیتے۔

حضرت سید صاحب موصوف قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک بار میرے اصرار سے مولانا نے مرزا صاحب البرکات قدس سرہ العزیز پر اپنے والد ماجد قلیہ کا مولد مولود شریف سرور المثلوب فی ذکر المحبوب بھی پڑھا ہے۔

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے، تواضع وانکساری کی یہ حد ہے۔ اس لیے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کو لوگ شان علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں نے سمجھ کر کو دیکھا ہے کہ مبلغ علم اُن کا ادب میں سیلاؤ کی چھرتا میں، مگر اُن کو دیکھ کر نہیں پڑھا کرتے بلکہ ایک مسلسل مضمون یا کو کر لیا اور اسی کو زبانی جا بجا پڑھا کرتے ہیں۔

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ چلی، بہت شریف حضرت مولانا مولوی دسی احمد صاحب محدث سودنی قدس سرہ العزیز کے مرض سراپا قدس سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی۔ حضور نے اس وقت انکسین پر آکر وظیفہ کی صندوقچی صاحب سے طلب فرمائی۔ کسی نے جلدی سے آواز کر دی، جنگ دم سے لا کر بچا دیا۔ ارشاد فرمایا: ”یہ تو بیوی حکمرانہ کر سی ہے“ جتنی دیر تک دیکھ پڑھا آرام کر سی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی۔ مولوی محمد حسین صاحب پٹنہری جو مد ظہری پر نہیں کا بیان ہے کہ ایک سال بریلی میں رمضان المبارک کی ۱۲۰ تاریخ سے انکساف کیا۔ اعلیٰ حضرت مسجد

میں آتے تو فرماتے، جی بہت چاہتا ہے کہ میں بھی احکام کروں۔ مگر فرصت نہیں ملتی۔ آخر ۱۶ ماہ مبارک کو فرمایا: آج سے میں بھی مختلف ہی ہوں گا۔ اعلیٰ حضرت بعد اظہار پان لٹریٹ فرماتے، شام کو کھانا کھاتے جس نے کسی دن نہیں دیکھا۔ سحر کو صرف ایک چھوٹے سے پیالے میں شیرینی اور ایک پیالی میں پھٹی آٹا کرتی تھی، دو ٹوش فرمایا کرتے۔ ایک دن میں نے دریافت کیا حضور فیثی اور عطی کا کیا جوڑ؟ فرمایا: تمک سے کھانا شروع کرنا اور تمک ہی پر ختم کرنا سنت ہے، اس لیے ہی پھٹی آتی ہے۔ ایک دن شام کو پان نہیں آئے۔ اور یہ بہت پختہ حادث تھی کہ کھانے کی کوئی چیز طلب نہیں فرماتے خاموش رہے۔ مگر چونکہ پان کے از حد عادی تھے ناگواری ضرور پیدا ہوئی۔ مغرب سے تقریباً دو گھنٹہ بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا۔ حضرت نے آئے سے ایک چپت مار کر فرمایا کہ اتنی دیر میں لایا۔ بعدہ سحر کے وقت بحری کھا کر مسجد کے باہر دوڑا تو تشریف لائے، اس وقت رحیم اللہ علیہ ملازم اور میں گھبراہ اور عرض کی حضور ہم تو قدم ہیں، کھل ہونا کیا معنی؟ بعدہ اس بچے کو بلوایا جو شام کو پان سے دیر میں لایا تھا، اور فرمایا کہ شام کو میں نے عطی کی، جو تمہارے چپت ماری۔ دیر سے بیچنے والے کا قصور تھا۔ لہذا تم میرے سر پر چپت مارو۔ اور ٹوٹی اتار کر اصرار فرما رہے ہیں۔ ہم دونوں بہت مضطرب اور دم خود پریشان اور دودھ بچہ بھی بہت پریشان اور کاٹنے لگا اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور! میں نے معاف کیا۔ فرمایا: تم نا پانچ ہو، جہیں معاف کرنے کا حق نہیں۔ تم چپت مارو۔ مگر وہ نہ مارا۔ بعدہ وہ اپنا کس منگو کر مٹھی بھر پیسے نکالے، وہ پیسے دکھا کر فرمایا: میں تم کو یہ دوں گا، تم چپت مارو۔ مگر وہ بیچارہ یہی کہتا رہا۔ حضور میں نے معاف کیا۔ آخر کار اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی صحبتیں اپنے سر مبارک پر اس کے ہاتھ سے لگائیں اور پھر اس کو پیسے دے کر رخصت کیا۔ (ق ۳۲۳)

مصنوعات اسلامی:

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لیجا کر تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرماتے کہ ان کے غلہ کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو کھن کے کنارے پڑی تھی، مجھ سے کہتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے تہذیبوں سے اس کی طرف دیکھا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ محاسن سے سر جھکا کر اٹھ کر چلا گیا۔ حضور کو صاحب خانہ کی اس مفردانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی، مگر پکڑ فرمایا نہیں۔ کہہ دوں کہ بعدہ حضور کے یہاں آئے۔ حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی۔ وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش جام حضور کا خط بنانے کے لیے آئے وہ اس فکر میں تھا کہ کہاں بیٹھوں؟ حضور نے فرمایا کہ بھائی کریم بخش کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بیٹھ گئے۔ پھر ان صاحب کے غصہ کی کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پکڑا رہا ہے، اور فوراً اٹھ کر چلے گئے۔ پھر کبھی نہ آئے۔ خلاف معمول جب عرصہ گزر گیا تو حضور نے فرمایا: اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ پھر غصہ فرمایا میں بھی ایسے منکر مفرد شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔ (ق ۳۴)

اصاغر پر شفقت:

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ساکن محلہ قروان سوہن فروقت کیا کرتے تھے۔ ان سے حضور نے کچھ علوہ سوہن خرید فرمایا اور ہی واقعہ پہلی کوٹھی میں قیام کے زمانہ کا ہے۔ میں اور برادرم قناعت علی شب کے وقت کام کر کے (راہیں آنے لگے، تو حضور نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا: وہ سامنے تپائی پر کپڑے میں بندھا ہوا رکھا ہے، اٹھا لائے۔ یہ دو پوٹیاں اٹھا لئے۔ حضور ان کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میری طرف بڑھے۔ میں پیچھے ہٹا، حضور آگے بڑھے، میں اور بنا، اور آگے بڑھے، یہاں تک کہ میں دالان کے گوشے میں پہنچ گیا۔ حضور نے ایک پوٹلی عطا فرمائی۔ میں نے کہا حضور یہ کیا؟ ارشاد فرمایا: علوہ سوہن ہے۔ میں نے دہلی زبان سے سچی نظر کے ہوئے عرض کیا: حضور! بڑی شرم معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا: شرم کی کیا بات ہے؟ جیسے مصطفیٰ (یعنی مطلق اعظم) ویسے تم۔ سب بچوں کو حصہ دیا گیا، آپ دونوں کے لیے بھی میں نے دو حصے دکھ لیے۔ یہ سنتے ہی برادرم قناعت علی نے بڑھ کر حضور کے ہاتھ سے اپنا حصہ خود لے لیا، اور دست بستہ عرض کیا، حضور! میں نے یہ جرات اس لیے کی کہ اپنے بزرگوں کے ہاتھوں میں چیز دیکھ کر بچے اسی طرح لے لیا کرتے ہیں۔ حضور نے تبسم فرمایا۔ بعدہ ہم لوگ دست بوی کر کے مکان چلے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور نے ہم لوگوں کو بہت نوازا۔ اور ہم ٹاپکار کچھ خدمت نہ کر سکے۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ ۱۳۳۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔ حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ و معزز اس فتویٰ کو لے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہ و معزز ہی نے مجھے مجھے شیرینی کھانے کے لیے دیا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح ہے یا غلط۔ مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا۔ اور پھر اس پر انعام و اور دو بھی ان الفاظ کریمہ سے میرے

والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ مسیح پر انعام دیا تھا اس لیے میں بھی اول فتویٰ مسیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق ہی ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔ میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقت فوقتاً بریلی شریف سے امضا فرمائے اس میں برابر لدی الامام مولانا مولوی محمد ظفر الدین حیدر علیہ رحمۃ اللہ کا معہ ظفر الدین سے شروع فرمایا۔ فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام انیس فقہوں سے تحریر فرمایا۔ جز اللہ عنا فی سہرہ رجبہ

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ غالب علی کے زمانہ میں جب کبھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف پہنچا ہوا اور اس تعطیل میں مکان نہ آیا تو عید الفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کو عید کی تقسیم فرماتے، مجھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبدالرشید صاحب کو پادی عقیم آبادی۔۔۔۔۔ دولی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کھال بہادر شریف۔۔۔۔۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب اوکا نوائی۔۔۔۔۔ مولوی انبیل صاحب بہادی سب کو کئی قدر مراعات بہادی عطا فرماتے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں، اسی لیے سب لوگوں کی ولی تمنا تھی کہ کوئی لڑکا ہوتا تاکہ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کا نسب و فضل کمالات کا سلسلہ جاری رہتا۔ خداوند عالم کی شان کہ ۱۳۳۵ھ میں مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب سلمیٰ ولادت ہوئی وہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت جگہ تمام خاندان جگہ جگہ جملہ متوسلین کا وفد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اعلیٰ حضرت و جماعت مظہر اسلامی، ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا۔ آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا پھلی بھات۔ چنانچہ رو ہو پھلی بہت وافر طریقہ پر منگائی گئی، اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی۔ بہادی طلبہ سے دریافت فرمایا۔ آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا۔ بریانی، ذروہ، فیرنی، کباب، بیٹھا ککڑ، وغیرہ۔ بہادیوں کیلئے پر تکلف کھانا تیار کرایا گیا۔ پھالی اور دلائی طلبہ کی خواہش ہوئی ذبہ کا خوب چرب گوشت اور تھور کی پکٹی گرم گرم روٹیاں۔ فرض ان لوگوں کے لیے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔ اس وقت خاص عزیزوں مریدوں کے لیے جڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی سرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں میں ہوں، جن کے لیے جڑا بھی تیار کرایا تھا۔ وہ کرتا، پانچاما، جوتا، ٹوٹی ٹوٹی زمانہ میں ہمیں لیا تھا، مگر کھانا بہت قیمتی چیز سے کا تھا، گاہے گاہے اس کو پہننا کرتا تھا۔ وہ بہت دلوں تک ہوا، یہاں تک کہ چھوٹا نوکیلا تو اس کو بھر کر رکھ دیا۔ جب مدرسہ خانقاہ بہرام میں مدرسہ ہوا، اور مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابوالاعلیٰ درجنی بیماری کی وجہ سے طلبہ مخلص محترم حامی دین متین چناب حاجی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ پہنچے لگا۔ اس وقت میں نے وہ انگرکھا مولوی صاحب موصوف کے نزد کر دیا، جو مجھ سے دے لیے پتے تھے، اور ان کے ٹھیک آگیا۔ اس وقت ان کے بڑے بھائی مولوی محمد یونس صاحب نے کہا کہ تم کو یہ زمانہ چاہئے تھا۔ مگر مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ اولاً مولانا کے میرے تعلقات و سناہ قدیم زمانہ طالب علمی کے ہیں۔ ثانیاً یہ بھی انگرکھا تا رہتی تھوڑی ہے یہ اعلیٰ حضرت کا حلیہ ہے۔ یہ مولانا ظفر الدین صاحب کی محبت و خلوص ہے، جو انہوں نے مجھے عنایت فرمایا، جو قیمتی ہونے کے علاوہ حرم اور عزیز مولوی محمد ابراہیم رضا خاں حریف جیلانی میں کی پیدائش کی یادگار ہے۔

۱۳۳۲ھ میں جب مدرسہ اسلامی شمس الہدیٰ میں درس اول تھا، رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدیم بڑی کے لیے حاضر ہوا، اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علم ہیأت میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے، اور میں اُسے صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب مدرسہ کھلے گا پڑھتا ہوں گا۔ لیکن اور آخر رمضان شریف میں چناب حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نام ایک وہابی آیا ہوا ہے، اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے۔ حضور الامام محمد ظفر الدین صاحب کو روانہ فرمادیں۔ اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی، اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کو تمام کر دیا۔ لیکن مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا۔ اس لیے حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جائے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کر دیجئے گا۔ جب چلے گا وقت ہوا، اور انکشاف جانے کے لیے سواری آگئی، اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دونوں دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ اس سال عید میں آپ ہمیں رہیں گے۔ بچوں کے لیے کپڑے بخاؤں گا تو آپ کے لیے بھی بخاؤں گا۔ لیکن وہی ضرورت سے آپ کلکتہ جا رہے ہیں، اس لیے ہی روپے آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا، اب تو میں نوکر ہوں، میں میری خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرنا کہ اگلے عید ہی سے روپے وصول کروں۔ میں نے کچھ تاہل کیا۔ اعلیٰ حضرت نے ہا امرار عنایت فرمایا۔ میں نے قدم بڑی کرتے ہوئے دو روپے لے لیے اور کلکتہ روانہ ہوا۔ میرے بچنے کی خبر لیتے ہی سارا جوش غصہ ہو گیا۔ اب کس میں مناظرہ کا دم ہے اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے۔

میرے ظفر کو اپنی عتروسے اس سے شکستیں کھاتے ہیں

اس کی مفصل کیفیت اسی زمانہ میں حاجی عبدالرحمن مارواڑی کے نام سے رسالہ ”تفہیم مناظرہ“ میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ نکلنے کے قیام میں میں نے اس رسالہ مبارک کو جس کا نام تنسیہیل التحدید ہے، صاف کر کے اصل و نقل دونوں بنام اعلیٰ حضرت بیضر جنسری روانہ کر دیا۔ جس کی رسید بنام حاجی لعل خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی۔ جناب سید محمد علی خاں صاحب کی کسی مریض کے زہم و آہن کی مفصل کیفیت بیان فرمانے پر سید قاصد علی صاحب اپنی لکھی کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت ان کے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کی گئیں مگر ان کا اثر نہ ہوا۔ جب اعلیٰ حضرت نے ان کا سراپے زانوے مبارک پر رکھ کر اپنا رو مال ڈالا، غور و ہوش ہو گیا، آنکھیں کھول دیں۔ اعلیٰ حضرت کے زانوے مبارک پر سر دیکھ کر جلد اٹھنا چاہا مگر مصطفیٰ کی وجہ سے نہ اٹھ سکے۔ حضور نے ازراہ شفقت فرمایا: لیٹے رہتے لیٹے رہتے۔ یہ شفقت علی الصاغر کی بہترین مثال ہے۔

جناب مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب صدر مدرس و مہتمم مدرسہ حمید و درجہ کے فرمایا کہ میرے طالب علی کا زمانہ تھا، میں ٹوٹک میں پڑھتا تھا وہاں ایک بزرگ شریف لائے، جن کی دعا تو تویذ ثابہت ہی شہرہ اور حد سے زیادہ چڑھا تھا۔ جس کو جس مقصد کے لیے تویذ دیا مگر ہدف ثابت ہوا۔ جو جس مقصد کے لیے تویذ مانگتا کامیابی اس کا قدم چھوٹی۔ کامیاب ہونے کے بعد ہونڈر بھی کافی پیش کرتا۔ ایک دن خود مجھ سے فرمایا کہ تم کوئی تویذ نہیں مانگتے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس نذر دینے کے گورے کہاں ہیں کہ اس کی ہمت کروں۔ فرمایا: تم سے کچھ نذر نہیں۔ اس کے بعد نقش مجھے عطا فرمایا۔ اور فرمایا کہ سوئے کے چڑ پر شرف آفتاب میں کندہ کر کے انگوٹھی میں پڑا کر پہننا، تسخیر و کسیر ہوگی، خدا کی شان کندہ کرنے والے بھی مل گئے، اس قدر سوئے کا بھی سامان ہو گیا، رہا شرف آفتاب معلوم کرنے کا مسئلہ مجھے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ اس فن میں کامل ہیں۔ چنانچہ ان کی خدمت میں عرض حاضر کیا۔ اور دریافت کیا کہ اس سال شرف آفتاب کب ہے، اور کس وقت سے، اور کب تک رہے گا؟ خدا کی شان کہ کس دن ہی عرض وہاں پہنچا، اس کے دوسرے ہی دن شرف آفتاب تھا اور ظاہر ہے کہ اگر یہ ایسی ڈاک بھی اعلیٰ حضرت جواب تحریر فرمانے، تو بریلی سے ٹوٹک شرف آفتاب ختم ہو جانے کے بعد خط ملتا۔ اس وقت مجھے جو صدمہ ہوتا پر عقل والا اندازہ کر سکتا ہے کہ بیان سے باہر ہوتا۔ اور ایک سال کامل پھر اس وقت کا اظہار کرنا پڑتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک طالب علم کی اس تکلیف و صدمہ کا خیال فرماتے ہوئے اپنے پاس سے تار پر جواب دیا کہ کل نو بجے سے شروع ہوا، اور ایک رات دن رہے گا۔ ٹھیک وقت پر مجھے تار مل گیا اور میں وقت مقررہ پر تویذ کندہ کر دیا۔ اس تویذ کی انگوٹھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے۔ جس وقت اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت کی اس شفقت اور احسان کو یاد کرتا ہوں کہ ایک طالب علم کی ضرورت کا انہوں نے کس درجہ خیال کیا۔ ورنہ اکثر لوگوں فی عادت، وہی ہے کہ معمولی غیر شاس آوی جوائی خط لکھتا تب بھی اس کو جواب دینے کی زحمت برداشت نہیں کی جاتی، نہ کہ اپنے پاس سے تار و بنا اور یہ خیال کرنا کہ وقت گزر جانے کے بعد اگر جواب دیا گیا تو کس کام کا؟ واقعی بیڑوں کی بڑی بات ہے۔ (ق ۵۶۳۶)

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز نماز عشا کے لیے خلاف معمول حضور کو بہت دیر ہو گئی۔ اکثر لوگ نماز پڑھ پڑھ کر چلے گئے صرف میں (ابوب علی) اور برادر ام تھابت علی اور دو چار دیگر حضرات انتظار کرتے رہے، حتیٰ کہ حضور شریف لے آئے، جماعت قائم ہوئی، حضور نے امامت فرمائی۔ اور بعد سلام ہم سب کی طرف نظر کرم سے دیکھتے ہوئے فرمایا:

جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدنیا والآخرۃ پھر سب کو اشارہ کیا، پھر فرمایا: نماز باجماعت کے لئے آپ حضرات کو بہت دیر انتظار کرنا پڑا اور فرمایا: انتظار نماز بھی داخل عبادت ہے۔ (ق ۱۷۹)

اخلاق کریمہ

میں نے طوائف کرام و مشائخ عظام کی جہاں تک زیارت کی اور محترمین و بناداروں کو دیکھا اکثر ایسا ہی پایا کہ ان کی تعریف کیجئے تو بہت خوش، اور جہاں کسی بات پر اعتراض کیا اس وجہ سے غما ہوئے کہ اس کی صورت بھی دیکھنی نہیں چاہتے۔ ان میں سب سے اول نمبر جسے مستثنیٰ دیکھا، وہ ذات گرامی صفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تھی۔ اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھے، نہ کسی کی تعریف سے مطلب، نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔ حدیث شریف: **من احب للہ و ابغض للہ واعطى للہ و منع للہ فقد استكمل الایمان** کے صدق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لیے مخالفت کرتے، تو اللہ ہی کے لیے کسی کو جو کچھ دیتے تو اللہ ہی کے لیے، اور کسی کو منع کرتے تو اللہ ہی کے لیے۔ جیسا خود ایک روایت میں فرماتے ہیں:

نہ مرا نوش رحمتیں نہ مرا بخش زطن
نہ مرا اوش ہرے نہ مرا گوش زے
ختم و کج خوئی کہ نہ گنجہ دورے
ہر زمں و چند کتا بہ دروات دقتے

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت کا سید معمول تھا کہ تعریف و تالیف، کتب دینی، اور اراشغال کے خیال سے غلوٹ میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں تشریف لاتے اور ہمیشہ نماز، باجماعت اور فرمایا کرتے۔ اکثر مکان ہی سے وضو کر کے تشریف لاتے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسجد میں آکر مٹی کے ٹوٹے سے، اتر طرف کی فیصل پر بیٹھ کر وضو فرماتے۔ مسجد کے لوٹے عموماً متوسطہ درجہ کے ہوا کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت وضو غسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے۔ خاص طور پر خیال کر کے ایک ایک عضو کو نہ کیا کرتے، اور وہ بھی اس طرح کہ ہر جگہ سے سیان آب ہو جائے۔ اس لیے عموماً دو ٹوٹے پانی رکھا جاتا۔ اور اگر کثرت مصلیٰ کی وجہ سے ٹوٹے فارغ نہ ہوتے تو ایک ٹوٹے پانی سے وضو شروع فرماتے، جب تک کوئی ٹوٹا خالی ہوتا، پھر اس میں پانی لا کر دیا جاتا۔ وضو کے بعد سنت و فوافل قبلہ مسجد ہی میں پڑھتے۔ وقت جماعت ہو جانے پر فرض نماز باجماعت پڑھنے کے بعد سنت بعد یہ مسجد ہی میں ادا کر کے مکان تشریف لے جایا کرتے۔ سوائے عصر کے اس لیے کہ عصر کی نماز پڑھ کر پچانک میں چار پانی پر تشریف کھتے، اور چاروں طرف کریاں رکھ دی جاتیں۔ زائرین تشریف لاتے، مکر سیدوں پر بیٹھتے۔ جب کریاں یاد کرد کثرت تعداد کافی ہوتیں، تو چند بیچ وخت ساتہاں میں رہتے، وہ صحن مکان میں کھینچ لیے جاتے۔ بقیہ لوگ اس پر بیٹھتے۔ زائرین حاجتیں پیش کرتے، ان کی حاجتیں پوری کی جاتیں۔ حق پان سے ہر ایک کی تواضع کی جاتی۔ پان کا طریقہ اعلیٰ حضرت کے یہاں ہم لوگوں کے پوری طریقہ کے بالکل خلاف تھا۔ یہاں کھلی لگانے کا دستور ہے، اور وہاں پان پر نصف میں چونا اور دوسرے نصف میں کھانا لگاتے ہیں اور پھر اسے سوڑ دیتے ہیں کہ پختہ اور کھانا طیبہ و علیہ رہتا ہے۔ چھانیا لگ کر ترشی ہوئی رہتی ہے۔ ہر ایک شخص ایک ایک پان اور مچھالیا حسب خواہش لے لیا کرتا۔ اعلیٰ حضرت زرد نہیں استعمال فرماتے تھے، اسی لیے پان کی تعالیٰ میں زرد نہیں رکھا جاتا۔ حق عام طور پر لوگ، چپاس ادب، اعلیٰ حضرت کے سامنے نہیں پکا کرتے تھے۔ البتہ بعض بوڑھے یا سادات کرام، حضرت کے سامنے بھی حق دوش کرتے۔ ان کے سامنے حق دینا عار یا پایا کرتا تھا۔

اعلیٰ حضرت کو خطوط کے جواب کا بہت اہتمام تھا اس خیال سے کہ خطوط سائل نہ ہوں۔ حاجی کفایت اللہ صاحب (۷) ساکن محلہ بہاری پور خادم خاص اعلیٰ حضرت نے ایک خوبصورت یکس ٹیٹ کا ہوا کرگ کرادیاں کروایا تھا، جس میں ڈاک کی خطوط، پیکٹ وغیرہ ڈال دیا کرتا تھا۔ اس میں برابر ٹالا لگا رہتا کہ کوئی ان خطوط کو نکال نہ لے۔ کبھی اس کی اعلیٰ حضرت کے پاس رہتی، عصر کی نماز پڑھ کر جب باہر آکر تشریف رکھتے تو کبھی مجھے عنایت فرماتے۔ یکس کھول کر اس روز کی ڈاک سب لا کر حاضر کر دیتا، اور ایک ایک خط پڑھنا شروع کرتا۔ اگر خط تصوف، دوتا، تو اعلیٰ حضرت خور رکھ لیتے اور اس کا جواب بنفس نفیس خود تحریر فرماتے۔ تعویذات کے متعلق ہوتا، تو میرے یا حضرت جید الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے حوالہ کیا جاتا۔ استخا ہوتا، تو حسب مراتب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی۔۔۔ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری۔۔۔ راقم الحروف جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی۔۔۔ مولوی حکیم سید عزیز غوث صاحب۔۔۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے حوالہ فرماتے۔ بہت سچہ و اور اہم ہوتا، خود اعلیٰ حضرت ہی جواب تحریر فرماتے۔ فرائض کا مسئلہ زیادہ تر حضرت مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف نئے میاں برادر امیر اعلیٰ حضرت کے حوالہ ہوتا۔ مدرسہ کے متعلق جو خط ہوتا، حضرت جید الاسلام کے پاس بھیجا دیا جاتا۔ مطیع کے متعلق خطوط بھی میرے حوالہ کیے جاتے۔ غرض تعویذات و استخا حسب مصدر مددی اور مطیع کا سب کام میرے ہڈ تھا۔

ان سب قسموں کے علاوہ بعض مہذب حضرات نے گالی نامہ بھی بھیجے۔ وہ ان حضرات کے فرزندِ امان و دینی و مستوی ہیں، جنہوں نے باجہار شیطان رجم اللہ و رسول عند حلال بیچ کی توہین کر کے اپنا دین ایمان بگاڑا، اور اپنے کو دائرہ اسلام سے الگ حدود مسلمین سے جدا کر لیا ہے۔ ان کے متعلق جب حکم شرعی خدا اور رسول کا، اعلیٰ حضرت نے ظاہر فرمایا، اور تقریر و تحریر اس کا اعلان کیا۔ بات حق تھی انکار کرتے نہ تھے نہ کچھ جواب ہی ہو

سکا دعائے سکوت چارہ کار نہ تھا۔ ذریعہ نے اگرچہ بعد کو اس زخم کے اعمال کی کوشش کی، مگر جو بات ان کے بزرگوں سے نہ بن سکی، اذتاب سے کیا جاتا ہے۔ آخر اسی غم میں ماروم بریدہ کی طرح بیچ و تاب کھاتے، دل ہی دل میں جلتے **قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ** جب فصرہ تاب سے باہر ہو جاتا، ایک دو گالی نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بندہ ریوڑاک بھیج دیا کرتے۔ اور سمجھتے کہ بہت بڑا کارنامہ کیا۔ غرض اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا، کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو خطا عدد رکھ دیا۔ اور عرض کیا کہ کسی دہائی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جوئے سے ملتا درایت میں آئے تھے، اس خط کو اٹھایا، اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بیچنے کا جو نام اودہ پتہ لکھا واقعی یا فرضی، وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے۔ اس لیے ان کو اور بھی بہت زیادہ دُج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے، لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان تشریف لے جانے لگے، حضرت کو دوک کر کہا۔ اس وقت جو خط میں نے پڑھا، جسے مولانا غفر الدین صاحب نے ڈراما پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، کسی بدقسم نے نہایت ہی کمینہ پڑ کر ادا دی ہے۔ اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں، میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کے لیے ذریعہ عبرت و نصیحت ہو۔ ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھیں۔ اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھئے۔ ہم لوگ شہر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں؟ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔ جس کے پڑھواتے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں، بلکہ زمانہ سے آ رہے ہیں، میں اس کا عادی ہوں۔ لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے وسمک جاتا تھا۔ آخر جب سب خط پڑھ چکے، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پلے باندھنے والوں کا انعام و اکرام جائز و مباح ہے۔ مالا مال کر دیجئے، پھر ان دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجئے گا، انہوں نے اپنی بھوری و معذوری ظاہری کی اور کہا کہ کئی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام و اکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کے چہا پشت کو کافی ہو۔ مگر میری دست سے باہر ہے۔ فرمایا: جب آپ مجلس کو قطع نہیں پہنچا سکتے تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہنچائے۔ **كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ** (۸) (قرآن ۷۶: ۷۷)

جناب سید ابوب علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کسمن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلفا ذہان از مس سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کی۔ میری بہ (ایضاً والدہ) نے تمہاری دعوت کی ہے۔ کل صبح کو بلایا ہے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا۔ مجھے دعوت میں کیا کھلائے گا؟ اس پر ان صاحبزادے نے اپنے کرتے کا دامن جو دو ڈول ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے، پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو چادر میں پڑی ہوئیں تھیں۔ کہنے لگے، دیکھئے نا! یہ وال لایا ہوں۔ حضور نے ان کے سر پر دست خفقت پھیرتے ہوئے فرمایا۔ اچھا! میں اور یہ (حاجی کا بیت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کل دس بچے دن آئیں گے۔ اور حاجی صاحب سے فرمایا: مکان کا پتہ دریافت کر لیجئے۔ غرض صاحبزادے مکان کا پتہ بتاتا کر خوش خوش چلے گئے۔ یہ ہے حدیث شریف لود دعیت الی کراخ لا جبتہ کی تفصیل۔ دوسرے دن وقت متعین پر حضور دعائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا: پہلے انہوں نے عرض کیا کہاں؟ فرمایا: ان صاحبزادے کے یہاں، دعوت کا وعدہ جو کیا ہے۔ آپ کو مکان کا پتہ معلوم ہو گیا یا نہیں؟ عرض کیا۔ ہاں حضور! طوک پود میں ہے۔ اور ساتھ ہوئے۔ حضور کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے بھاگے۔ اوے مولوی صاحب آگئے۔ اور مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ میں ایک چمچہ پڑا تھا، وہاں کمرے سے ہو کر حضور انتظار فرمانے لگے، کہ کدیر بعد ایک یوسید و چٹائی آئی اور دو علیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اودھنی کی رکاب میں وہی ماش کی دال جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے، لاکر رکھ دی اور کہنے لگے: لو کھاؤ۔ حضور نے فرمایا۔ بہت اچھا! کھانا ہوں۔ ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آئے۔ اور وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور اصرار حاجی صاحب نے کہا کہ حضور یہ مکان ٹھکانا دینی کا ہے۔ حضور یہ سن کر گریہ و دے، اور اظہار فرمایا: ابھی کیوں کہا، کھانا کھانے کے بعد کہا ہوتا۔ اتنے میں صاحبزادے پانی لے کر آگئے۔ حضرت نے دریافت فرمایا: آپ کے والد صاحب کہاں ہیں، اور کیا کام کرتے ہیں؟ وہ اذہ کے پردے میں ان صاحبزادے کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا۔ حضور؟ میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، وہ کسی زمانہ میں فوت ہوئے۔ بچاتے تھے، اس کے بعد تو پھر کرلی تھی۔ اب صرف ہی لڑکا ہے، جو رات مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے۔ حضور نے الحمد للہ کہا، اور دعائے خیر دیکر فرمائی۔ حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھوئے اور خود ہاتھ دھو کر شریک طعام ہو گئے، مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کو یہ خیال گشت کر رہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے، غذا میں سوئی کے بسکٹ کا استعمال ہے، یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی، اور اس پر ماش کی دال۔ اس طرح تناول فرمائیں گے؟ مگر قربان اس اخلاق اور ولداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب میر ہو کر کھایا۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھانا نہ پڑا، حضور بھی برابر تناول فرماتے دے۔ وہاں سے ادائیگی میں پولیس کی چوکی کے قریب حاجی صاحب کے حبیہ کو رفع فرمانے کے لیے ارشاد فرمایا: اگر ایسی غلطی کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری وضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ میرے قیام پر علی تشریف کے زمانہ میں بھی ایک واقعہ اسی قسم کا پیش آیا تھا۔ محلہ بانسہڑی کے قریب ایک صاحب اعلیٰ حضرت کو دعوت دے کر چلے گئے۔ دوسرے دن گاڑی آئی، اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا: مولانا آپ

بھی تھیں۔ گری کا زمانہ تھا، اور بعد مغرب کا وقت۔ مکان پر گاڑی پکٹی تو میزبان صاحب بکھر گئے۔ ہاں بیٹے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ اندر کان کے تشریف لے گئے۔ آنگن میں ایک چارپائی پٹھی ہوئی تھی، اور اس پر دری تھی۔ چلتے وقت میں نے خیال کیا تھا کہ پلاؤ ضرور ہوگا۔ اب جو دیکھتا ہوں کہ ہاتھ دھلانے کے بعد ایک ڈھلیا میں چند روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور قہر غالباً گائے کے گوشت کا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے الجھن ہوئی دنگا اوپر اٹھائی تو سامنے شس پوش مکان نظر پڑا۔ سمجھا کہ آوی غریب ہے اس لیے اس سے جو ہو سکا حاضر کیا۔ لیکن ساتھ ساتھ خیال ہو رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت تو کچھ لے گا گوشت تناول نہیں فرماتے۔ اگر شور بہ دار ہوتا تو شور بہی پر اکتفا فرماتے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ **بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ** پڑھ کر مسلمان جو کچھ کھالے، ہرگز ضرر نہ دے گا۔ میں کچھ گیا کہ میرے شہد کا جواب ہے۔ میزبان صاحب میرے ملاقاتی تھے۔ جب کھانے کے بعد میں ہاتھ دھوئے لگا تو ان سے کہا کہ اس غربت کی حالت میں آپ کو اعلیٰ حضرت کے دعوت کی ضرورت ہی کیا تھی؟ بولے کہ غربت ہی کی وجہ سے تو اعلیٰ حضرت کی دعوت کی تاکہ اعلیٰ حضرت کا قدم مبارک میرے یہاں پہنچے۔ نان محکم جو کچھ ہو سکے حاضر خدمت کروں، حضور کھانے کے بعد دعا فرمائیں، تو گھر کا زلدروور ہو، اور خوشامی آئے، اور برکات دین و دنیا حاصل ہوں۔

ذکا اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک زمانہ میں حسن میاں والے مکان شریف رکھتے تھے ایک روز شہر میں کسی جگہ حضرت کا تشریف لے جانا ہوا۔ خادم ہمداد گیا، وہاں پہنچا پر وہ کھانے کا وقت تھا۔ فرمایا: ڈرا کر بیٹے گا۔ یہ کہہ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ چند منٹ کے بعد کیا دیکھا ہوں کہ حضرت میرے لیے سنی میں کھانا لے کر آئے تشریف لارہے ہیں، اور مجھ سے فرمایا: کھائیے۔ میں شرم اور ندامت کے مارے ہست نہیں کرتا تھا۔ آخر حضرت کے اصرار کی وجہ سے کھانا دست مبارک سے لے لیا، اور کھالیا۔

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ فقیر کا لڑکا یعقوب علی عرف جیلانی میاں بیان کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی کچھ بگلی سی صورت یاد ہے۔ ایک واقعہ میں مجرم کی حیثیت سے حضرت کے سامنے، میں پیش کیا گیا تھا۔ کیونکہ والدہ اپنے ساتھ مجھ کو اور میری خالہ زوہدہ بن کو میری ہم عمر تھیں، نے بگلی تھیں۔ اس کو مسلا کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس دن بھی میں نے چڑایا، اور شاید مارا بھی۔ وہ شکایت نے کہ حضرت قبلہ کے پاس گئی کہ دیکھئے حضرت! جیلانی میاں نے مجھے مارا ہے۔ حضرت نے جب سنا تو ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا: پلاؤ جیلانی کو۔ دو کچے کد ان کے پاؤں جیلانی میاں نے یہ شرارت کی ہے۔ مگر جب مجھے حاضر کیا گیا، میری بہن نے کہا کہ اس نے مجھے مارا ہے، تو حضرت نے مسکرا کر پوچھا: بھی! اتم نے کیوں مارا؟ میں نے کہا حضرت یہ جانا ہے اس لیے مارا ہے۔ اس پر حضرت نے اپنے ہاتھ سے ہم دونوں کو ایک ٹو الہ کھلایا اور ہم دونوں ان کے ہاتھ سے ایک ایک ٹو الہ کھا کر بھاگ آئے۔ اللہ اللہ مہمان کی کتنی خاطر داری ملحوظ ہے۔

جانج حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ لعلی الغوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت دس سربراہوں کی عام غذا روٹی بگلی کے پے ہوئے آٹے کی، اور بکری کا قورمر تھا۔ گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ایک شخص نے حضرت کی دعوت کی، وہ باصرار لے گئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے ان دونوں جناب سید حبیب اللہ صاحب و مشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی۔ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بناتے تھے اور طوائف پوریاں۔ یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں، اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ بھڑک کر صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔ میں نے کہا میری عادت نہیں، وہی پوریاں، کباب کھائے۔ اسی دن سوزنوں میں ورم ہو گیا اور آغا بڑھا کہ طلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔ مشکل سے تھوڑا ذروہ طلق سے اتارتا تھا، اور اسی پر استغنا کرتا۔ بات بالکل نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ قرأت سر پہ بھی میسر نہ تھی۔ سنوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔ اس وقت مذہب حق میں عدم جواز قرأت خلف الامام کا یہ نفس قائم و مشاہد ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہتا ہوتا۔ لکھ دیتا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گھٹلیاں۔ میرے پیٹھے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ ان دنوں بریلی میں مرض طاعون ہیضہ تھا۔ ان صاحب نے بغور دیکھ کر ساتھ آٹھ مہرج کہاں، یہ وہی ہے وہی ہے یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا، اس لیے انھیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ کل مجھے طاعون ہے اور نہ ان شام اللہ العزیز نکلی ہوگا۔ اس لیے کہ میں نے طاعون دو کو دیکھ کر بار بار دہو جانے لگا ہے، جسے حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی بیمار سید کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔ اس جانا سے محفوظ رہے گا۔

دو عابہ ہے۔

الحمد لله الذي عافاني مما ابتلاك به وفضلني على كثير ممن خلق تفضيلاً

جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا۔ الحمد للہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں، اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ البتہ ایک بار اسے پڑھنے کا مجھے انسوس ہے۔ مجھے نوعمری میں اکثر آشوب چشم ہو جاتا کرتا تھا، اور بوجہ حدت مزاج بہت تنگی دیکھتا تھا۔ ۱۹ سال کی عمر ہوئی کہدا پور جاتے ہوئے ایک شخص کو مد چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی، جب سے اب تک آشوب چشم مجھ پر نہیں

ہوا۔ اسی نماز میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک کچھ وحی معلوم ہوئی۔ دو چار دن بعد وہ صاف ہوئی۔ دوسری وہی وہ بھی صاف ہوئی، مگر دوسرا ٹھیک نہ سرفی، کوئی تکلیف اصلاً کسی قسم کی نہیں۔ افسوس اس لیے کہ حضور سرور عالم ﷺ سے حدیث ہے۔ تین بیماریوں کو کرو نہ جانو و کام کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ نکلت جاتی ہے۔ کھلی، کمراس سے امراض جلد یہ جذام وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے۔ آشوب چشم، مایوختائی کو دفع کرتا ہے۔ اس دعا کی برکت سے یہو جاتا رہا۔ ایک اور مرض خوش آیا۔

بیادوی الاولیٰ ۱۲۰ھ میں، بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ بار ایک جھلکی کتابوں شانہ روز علی الاتصال و یکھتا روا۔ گری کا موسم تھا۔ دن کو اندر کے والوں میں کتاب دیکھنا اور لکھنا۔ اٹھائیسواں سال تھا۔ آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شربت گرمی کے باعث دو پہر کو کھٹے لکھتے بھایا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز سر سے ڈلی آنکھ میں اتر آئی۔ بائیں آنکھ بند کر کے ذی سے دیکھا، تو وسط شئی مرئی میں ایک سیاہ عقدہ نظر آیا۔ اس کے نیچے شئی کا جتنا حصہ ہوا۔ وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ یہاں ایک ڈاکٹر اس زمانہ میں علاج چشم میں بہت سربراہ اور وہ تھا۔ سنذر من یا اطر دن کچھ ایسا ہی نام تھا۔ میرے استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۹) نے اصرار فرمایا کہ اسے آنکھ دکھائی جائے و علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں صرف آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بخور دیکھا اور کہا کہ کثرت کتاب بینی سے کچھ پوست اٹھی ہے۔ پندرہ کتاب نہ دیکھئے۔ مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔

حکیم سید مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی اپنی ٹھکانوں طہارت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے۔ فرمایا: مقدمہ نزول آب ہے، میں برس بعد (خدا نکرہ) پانی اتر آئے گا۔ میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب دالے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب ﷺ کے ارشاد پاک پر مطمئن ہو گیا۔ ۱۳۹۶ھ میں ایک اور حادثہ طیب کے سامنے ذکر ہوا۔ کہا چار برس بعد (خدا خواست) پانی اتر آئے گا۔ ان کا حساب اپنی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔ انہوں نے تین برس کے بعد کہے تھے، انہوں نے سولہ برس بعد، چار برس کہے۔ مجھے محبوب ﷺ کے ارشاد پر وہ احادیث و کتب طیبوں کے کہنے سے محاذ اللہ حذرزل ہوتا۔ الحمد للہ میں در کتا دتیس برس سے زائد گذر چکے ہیں، اور وہ عقدہ روا بھرنہ بڑھا، نہ بھرنہ نہ تعالیٰ بڑھے گا، نہ میں نے کتاب بینی میں بھی کی، نہ کی کروں۔ یہ میں نے اس لیے بیان کیا کہ پیر رسول اللہ ﷺ کے دائم و باقی مجربات ہیں، جو آج تک آنکھوں دیکھے چارے ہیں اور قیامت تک الہی ایمان مشاہدہ کریں گے۔ اگر انہیں واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کہ منافع میں نے خوب اپنی ذات میں مشاہدہ کئے، تو ایک دفتر ہو۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون بھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا، میرے دل نے درگاہ الہی میں عرض کی **اللهم صدق النیب و کتب الطیب** کسی نے میرے دینے کان پر منہ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں لوگ باری پاری میرے لیے جاتے تھے۔ اس وقت جو شخص چاک رہا تھا میں نے ارشاد سے بلایا اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھیں۔ غرض بمشکل سمجھے، جب دلوں چیزیں آئیں۔ بدقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا، اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہو کر دھالیا۔ یہی ہوئی مرچیں اسی راہ سے دانتوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی حاض خون کی آئی، مگر کوئی تکلیف و اذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بعد اللہ وہ نکلیاں جاری رہیں، منہ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طیب صاحب سے کھلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہ تعالیٰ دفع ہو گیا۔ دو تین میں بخلا بھی جاتا رہا۔ (ق ۹۳۸۸)

جناب حافظ یقین الدین صاحب قادری رضوی کا بیان ہے غالباً ۱۲۹۵ھ تا ۱۲۹۶ھ کا واقعہ ہے کہ میں اور حافظ عبدالکریم صاحب فقہا و قدر کے مسئلہ کو دریافت کرنے کی غرض سے مولانا قلی علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور میں گئے، اور دریافت کیا۔ حضرت ممدوح نے اس کا جواب دیا۔ جس سے اس کے متعلق پھر کچھ سوال کیا، تو وہ براہ فرود خندہ ہوئے۔ ہم دلوں اللہ کر مولانا یعقوب علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور وہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ دو بارہ دریافت کرنے پر وہ بھی خفا ہو گئے۔ تو اعلیٰ حضرت ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے، اور وہی سوال کیا۔ اور حضور نے بھی وہی جواب دیا، دو بارہ دریافت کرنے پر اس قدر سمجھا یا کہ خوب اطمینان ہو گیا۔ اور احتیاج وچ کی خوشی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اکثر ہم دونوں حارہوا کرتے تھے اور بے فرحت و مسرت حاصل ہوتی تھی، بلکہ جب کبھی راحت میں کسی طرح کا انتشار یا بگڑو رخ ہوتا تھا، تو اس کی دفع کی تدبیر وہاں کی حاضری ہی ہوتی تھی۔ حضور کے فیض و برکت سے وہ بگڑو رخ بے فرحت و سرور سے بدل جاتے تھے۔ (ق ۱۳۹)

کرم و سخاوت:

جناب ذکا اللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ سردی کا موسم تھا۔ بعد مغرب اعلیٰ حضرت حسب معمول پھاٹک میں تشریف لا کر سب لوگوں کو درخصت کر رہے تھے۔ خادم کو دیکھ کر فرمایا: آپ کے پاس رزائی نہیں ہے؟ خادم خاموش ہو گیا۔ اس وقت جو رزائی اعلیٰ حضرت اوڑھے تھے، خادم کو اتار کر دے دی، اور فرمایا کہ اوڑھے لیجئے۔ خادم نے بعد ادب قدم بری کی، اور حضرت کے فرمان مبارک کی تعمیل کی اور رزائی اوڑھ لی۔ انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جب رزائی مجھے عنایت فرمائی، اس کے دو تین دن کے بعد حضرت کی نئی رزائی چار ہو کر آگئی۔ نئی رزائی اوڑھے

ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ مسجد میں ایک مسافر صاحب رات کے وقت آئے اور اعلیٰ حضرت سے عرض کیا میرے پاس کچھ اوڑھنے کو نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے وہی نئی رزائی اُن مسافر صاحب کو عطا فرمادی۔

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے: میرے والد غلیل تھے۔ عمرت کی حالت تھی، حضور نے وہ روپے مجھے عطا فرمائے اور میری طبیعت کا اعزاز کرتے ہوئے فرمایا: یہ میں آپ کو نہیں دیتا ہوں، بلکہ اپنے دوست کی دوا کے لیے دے رہا ہوں۔ انہیں کا بیان ہے کہ موسم برسات میں بعض اوقات مسجد کی حاضری بحالتِ ترشح ہوا کرتی تھی۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے ایک چھتری خرید کر نزدیکی، اور اپنے ہی پاس رکھ لی کہ جب حضور کا شانہٴ اقدس سے باہر تشریف لاتے، تو حاجی صاحب چھتری لگا کر مسجد تک لے جاتے۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک حاجت مند نے چھتری کا سوال کیا، حضور نے فوراً چھتری حاجی صاحب سے دلوا دی۔

انہیں کا بیان ہے کہ موسم سرما میں ایک مرتبہ خٹھے میاں صاحب (برادرِ غورہ اعلیٰ حضرت جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب قدس سرہ) نے حضور کے واسطے خاص طور پر ایک فرد تیار کرنا کرنا چاہا۔ حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ہر سال فرد میں تیار کر کے غریبا کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس سال کی سب تقسیم ہو چکی تھیں کہ ایک صاحب نے درخواست کی۔ حضور نے بلا تاخیر اپنی اوہ فرد جو حضرت خٹھے میاں صاحب نے تیار کر کے حاضر خدمت کی تھی اور اسی وقت اُس کو اوڑھنا تھا، اتار کر دے دی۔ انہیں کا بیان ہے کہ علامہ شیریں زبان واعظِ خوش بیان مولانا مولوی حاجی شاہ عبداللطیم صاحب صدیقی قادری رضوی میرٹھی حرمین طہنن سے واپسی پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل منقبتِ نبیہ علیٰ خُوش آوازی سے پڑھ کر سنائی۔

تہبہاری شان میں جو کچھ کہوں اُس سے سوا تم ہو	حسبِ جام عرفاں اے شاہِ رحمہ رضا تم ہو
غریقِ بحرِ اہلقت مستِ جامِ ہادۂ وحدت	محبِ خاص منکورِ حبیبِ کبریا تم ہو
جو مرکزِ ہوشربیت کا مدار اہل طریقت کا	جو محور ہے حقیقت کا وہ قطبِ الایات تم ہو
یہاں آکر طہننِ شہرس شریعت اور طریقت کی	ہے سینِ مجمعِ البحرین ایسے رہنما تم ہو
حرمِ والوں نے نام تم کو اپنا قبلہ و کعبہ	جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
حرین جس سے ہے تاجِ فضیلت تاجِ والوں کی	وہ لعلِ پر خیا تم ہو وہ وژبے بہا تم ہو
عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو	ہجرت کے واسطے لا رہے وہ قبلہ نما تم ہو
جس سارہ صفتِ گردشِ کائنات اہل طریقت پاں	وہ قطبِ وقت اے سرخیلِ جمعِ الایات تم ہو
عیان ہے شانِ صدیقی تہبہاری شانِ تقویٰ سے	کہوں اتنی نہ کیوں کہ جبکہ خیرِ الیقینا تم ہو
ہلال و ہیبتِ فاروقِ معظم آپ سے ظاہر	عدو اللہ پر اک حربہٴ تنقیحِ خدا تم ہو
أَشْهَدُ غُفٰی الْکُفَّار کے ہوسرِ برِ مطہر	مخالف جس سے قرآن میں وہی شیر و فاتمہ ہو
تمہیں نے جمع فرمائے نکات و حقائقِ آئی	یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو
خلوصِ مرتضیٰ خلقِ حسنِ عزمِ حق میں	مدیمِ اہل یکتائے دین اے با خدا تم ہو
تمہیں پہچانا وہ علمِ حق انکشافِ عالم میں	امامِ اہل سنت نایبِ غوثِ انور کی تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے	بھکاری کی بھر دھولی گدا کا آسرا تم ہو
وَفٰی اَمْرًا لِّہِم عَلٰی ہر اک سائل کا حق شہرا	نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے ہاتھِ ختم ہو
علیہم شہادت اک اونی گدا ہے آستان کا	کر مفرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

جب مولانا اشعار پڑھ چکے تو حضور نے ارشاد فرمایا: مولانا! میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ (اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جو بہت قیمت تھا۔ فرمایا) اگر اس تمام کو پیش کروں، تو آپ اس دیا ر پاک سے تشریف لادے ہیں، یہ خدا آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں۔ البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک بٹن ہے، وہ حاضر رکھے دیتا ہوں، اور کا شانہٴ اقدس سے سرخ کا شانی ٹکڑا نکل کا بٹن مبارک لگا کر عطا فرمادیا، جو ڈیڑھ سو روپے سے کسی طرح کم قیمت کا نہ ہوگا۔ مولانا محمود نے سر وہ قدم کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر لے لیا۔ آنکھوں سے لگا یا لبوں سے چہماہ سر پر رکھا، سینے سے دیر تک لگائے رہے۔

جناب مولانا شاہ عبداللطیم صاحب صدیقی میرٹھی کو جب عطا فرمائے پر ایک واقعہ مجھے اپنا بھی یاد آ گیا، جو حضور کے جو دو سلا اور اس فقیر پر نظرِ شفقت و مہربانی کی بین دلیل ہے۔ ۱۳۲۶ھ تک مہارت میں وہاں یہودیہ بندہ نے بہت اودھم مچا رکھا تھا، اور پچھارے سیدھے ساوے میوہاتوں کو اپنے دام

تذکرہ میں پھنسا نا چاہتے تھے، کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری نے مولانا مولوی احمد حسین خاں صاحب راجپوری مقیم روگاہ معلیٰ اجیر شریف اندرون حمرہ نواب راجپور کو کسی عالم مناظر کو لینے کے لیے بریلی شریف بھیجا۔ مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کئے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا: اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جمر کا میں وہاں سے مناظرہ کرنا ہے۔ آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جائے، اور وہاں کو نکلتے دیکھئے، میں نے عرض کیا، قبیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ حضور کی دعا کی ضرورت ہے، حضور کی دعا شامل حال رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں پہنچ کر ضرورت ہوگی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونچی جگہ لاکر مجھے حمایت فرمایا: اور ارشاد ہوا کہ یہ بیہ طبع کا ہے۔ میں نے آئے دوڑوں ہاتھوں سے لے کر پر رکھا، آنکھوں سے لگا یا اور رکھ لیا۔ اعلیٰ حضرت کی دعا اور اس وجہ مبارک کی کی ہر گز نہ ہوئی کہ وہاں پہنچ کر طرف متعدد معاصیان مناظرہ کے لئے آئے تھے۔ ان میں ایک صاحب ایسے بھی جو بقول خود کہہ منظرہ میں تین چار سال قیام بھی کر چکے تھے، اور اسی بنا پر بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ تقریریں سب عربی میں ہوں۔ دوسرے کہا گیا کہ مولانا یہ مجلس مناظرہ ہے، وہ دونوں طرف کے عام بکھڑے شریک جلسہ ہوئے ہیں، عربی میں فریقین کی تقریر ہونے سے کیا سمجھیں گے؟ لیکن جنہیں مانے اور اسی پر اصرار کیا۔ وہ تین مرحلہ فریقین کی تقریریں ہوئیں تھیں، کہ مولوی صاحب موصوف تقریر کرتے کرتے بول اٹھے۔ **والناسُ می فہمند**۔ مولوی احمد خاں صاحب راجپوری نے فورا انوکھا۔ مولانا یہ توضیح عربی نہیں ہوئی، فصیح عربی **والناسُ می** سمجھتے ہیں۔ کیا ایسی عربی عربی کہ منظرہ سے سمجھ کر آئے ہیں؟ اس پر زبردست قہقہہ پڑا، اور مولوی صاحب کسمپانے سے ہو گئے۔ اس کے بعد باقی تقریر اور دونوں کی۔ پھر فریقین کی تقریریں عربی کی جبکہ اردو عربی میں ہونے لگیں۔ جب ابتدائی مباحث طے ہو گئے اور علمی سوالات کی نوبت آئی تو پہلی عربی سوال کے جواب میں سمجھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے۔ تقاضے سے ہٹتا ہوا، جمران کا سکوت ڈٹوٹا۔ تین گھنٹے تک سب کے سب خاموشی محض رہے۔ آخر ثالث و حکم صاحب نے کہا۔ مولانا! کچھ تو بول لے، تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے۔ اس پر بھی وہ لوگ خاموشی محض رہے۔ آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا۔

صاحبو! آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں۔ جب علمی باتوں کی نوبت آئی، مولانا فقیر الدین صاحب نے جو سوالات کئے، ان کے جوابات میں ان تمام علمائے سکوت محض سے کام لیا، اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹہ وقت صرف کر دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے، اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں۔ ورنہ کس دن کے لئے اٹھا رکھتے۔ ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولوی شاہ رکن الدین صاحب و مولوی شاہ ارشد اعلیٰ صاحب و مولانا مولوی حق ہے۔ آپ لوگ آتے وقت دو دروازے سے الگ الگ داخل ہوئے تھے، اب سب لوگ متفق ہو کر اس دروازہ سے مولوی فقیر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ و گاہ سے باہر تشریف لے جائے۔ چنانچہ ان چند مولویوں کے علاوہ باقی سب لوگ علمائے اہل سنت کے ساتھ ساتھ آئے **الحمد لله علی ذلک** جب پھر دعویٰ کا میانی کیا ساتھ ہم لوگ بریلی شریف واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرہ کی روداد سنائی، اور ان لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات والے چاہتے ہیں کہ مناظرہ کے پودے حالات کتابی شکل میں شائع کرو دیے جائیں، وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسے پسند فرمایا اور اس رسالہ کا تاریخی نام 'کے تفسیر کا چپ مناظرہ' رکھا۔ اور جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تاریخی نام 'فکست سفاہت' رکھا۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔ (۵۶۰۵۳ ق)

سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانہ قدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا۔ اس کے علاوہ بیگانگان کی امداد و ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے موگر لڑھکی لڑھکے میں مقرر تھے۔ اور یہ احانت خطہ مقامی ہی تھی، بلکہ بیرون ہاست میں بذریعہ مٹی آرڈر رقوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک صاحب کی خدمت میں مدینہ طیبہ پچاس روپے روانہ کرنے تھے، اتفاق وقت کہ حضور کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ حضور نے بارگاہ رسالت ﷺ میں رجوع کیا کہ سرکار میں نے کچھ بیندگان خدا کے میسر حضور کے مجھ سے پر اپنے ذمہ مقرر کر لیے ہیں۔ اگر کل مٹی آرڈر پچاس روپیہ کا روانہ ہو جائے گا تو ڈاک کے جہاز کے وقت پہنچ جائے گا، ورنہ تاخیر ہو جائے گی، یہ بات حضور کی اسی کرب و بے چینی میں گزری۔ علی الصباح ایک سینئر صاحب حاضر آستانہ ہوئے، اور مبلغ اکاون روپے مولوی حسین رضا خاں صاحب کے ذریعے مکان میں بطور نذر حاضر خدمت کئے۔ اس وقت حضور پر بہت رقت طاری ہوئی اور مذکورہ بالا ضرورت کا انکشاف فرمایا۔ ارشاد ہوا: یہ بھلا سرکاری عطیہ ہے۔ اس لیے کہ اکاون روپے ملنے کے کوئی معنی نہیں۔ سوائے اس کے کہ پچاس بیچنے کے لیے فیس مٹی آرڈر بھی تو چاہئے۔ چنانچہ اسی وقت مٹی آرڈر کا قلم بھرا گیا، اور ڈاک خانہ کھلنے کی مٹی آرڈر کر دیا گیا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اس وقت میرے پاس صرف ساڑھے تین آنے پیسے ہیں، اور وہ بھی بعض خطوط کے جوابات کے لئے رکھے تھے۔ اگر آپ فرمائیں تو حاضر کرو بیٹے چائیں۔ حالانکہ آج ڈاک سے ایک مٹی آرڈر دعائیٰ سورد پے کا آیا تھا، اور وہ سب تقسیم کر دیے گئے، پہلے سے آپ آجاتے تو آپ کو بھی مل جاتا۔ ان چارے نے آہیدہ ہو کر نظر نیچی کر لی

اور حضور نے دہ سائے میں آنے ان کے حوالہ کر دیے۔

یہاں یہ بھی عرض کرو بغیر ضروری ہے کہ حضور نے وحائے سرور پے کے آنے اور تقسیم ہو جانے کا ذکر کیوں فرمایا؟ خاص خیال سے کہ عوام پھر جائیں، نام و نمود کا تو اس دربار عالی میں کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ چھیڑ یہ بات تھی کہ وحائے سرور پے ہم عدم کے سامنے آئے تھے، اسی لیے بعض لوگوں کے دوسرے رتبے کرنے کو خلاف معمول یہ بیان فرمایا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی، بارہا دیکھا گیا کہ جس وقت کوئی رقم آتی کجوش اسے اپنے پاس سے خرچ کر دیا کرتے۔ انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے حیر و مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہری قدس سرہ الصریح کا عرس سراپا قدس ۱۲۶-۱۸ ذی الحجۃ الحرام کو کرتے۔ نقل شریف کے بعد مذکور کی رقم عدم وغیرہ پر تقسیم ہونا شروع ہو جاتی، اور اسی وجہ سے خلف احمد حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی فقیر سے کچھل مصارف عرس کا حساب تیار کرنے کی تاکید فرمایا کرتے۔ اور خود فقیر بھی جلد تر قبیل ارشاد کرتا۔ مگر پھر بھی کافی رقم تقسیم ہو جایا کرتی تھی، اور بلا غرور دست گرداں رقوم کے ملاہات خود اپنے پاس سے ادا فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ ایسی ہی موقع پر تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی میں نے ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا اور یہ بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ حضرت پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوتی تھی زکوٰۃ فرض تو جب ہو کہ مقدار تصاب ان کے پاس سال تمام تک رہے اور یہاں تو یہ حال تھا ایک طرف سے آیا دوسری طرف سے گیا۔

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ لے اس ہاتھ دے۔ (ق ۵۰، ۵۱)

۱۳۳۳ھ کے سرودی کا موسم ہے، میں ایک دن مراد پور چھینٹ دیکھنے کے لیے گیا، ایک دکان پر سبز زمین پر بہترین چھینٹ نظر پڑی، اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا تقان دیکھا، جو بیلے اور چھینٹ تھی، ان دونوں تقانوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ اس کپڑے کی دولائی جو لائی جانے، اور یہ تیل اس میں کافی جائے تو بہت بہتر دولائی ہو۔ چند احباب ساتھ تھے، انہوں نے بھی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اسی وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ واقعی یہ دولائی بہت ہی نفیس اور بہتر ہوگی، تو اس کے لیے مناسب ہے کہ بہت ہی شخص کے لیے بنے، اور میں نے ارادہ مصمم کر لیا کہ تیار کر کے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجتے جیسی پارسل روانہ کروں گا۔ احباب نے کہا کہ اسٹر کے لیے ایک رنگ ہی خرید لیجئے۔ میں نے اپنا قصد ظاہر کیا کہ اعلیٰ حضرت کے لیے صندی رنگ کا اسٹر مناسب ہے۔ چنانچہ کش لٹل لے کر مراد پور ہی میں صندی رنگتے کو دے دیا۔

الغرض جیسا میں چاہتا تھا بہتر سے بہتر وہ دولائی سل کر تیار ہوئی، میں نے پارسل سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں روانہ کر دی اور اس پر حضرت حسن میاں صاحب مرحوم مغفور کا یہ مصرعہ لکھ دیا۔

سرکار میں یہ نذر محقر قبول ہو

جناب مولوی امجد رضا صاحب عرف ماسوں میاں صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ جس وقت وہ پارسل بریلی پہنچا، اس وقت میں بھی حاضر خدمت تھا۔ تیل و مہر جدا کرنے کے بعد پارسل کھولا گیا اور دولائی برآمد ہوئی۔ اعلیٰ حضرت اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور جتنے لوگ اس کا شانہ اقدس میں موجود تھے، سب نے بہت پسند کیا، اور بہت تعریف کی۔ اور واقعی وہ دولائی ہر حیثیت سے قابل تعریف تھی۔ اعلیٰ حضرت نے سب کے اصرار سے اسے اوڑھا، اور میری پر تعریف فرمایا کہ میری زبان سے بے اعتیادی میں یہ فقرہ نکلا۔ واقعی بہت عمدہ دولائی ہے جو انوں کے لائق ہے۔ یہ سننے ہی اعلیٰ حضرت نے وہ دولائی مجھے عطا فرمادی کہ تم اسے اوڑھو، حالانکہ میں نے اس غرض سے یہ جملہ نہیں کہا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے باصرار مجھے حمایت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ میری خوشی اسی میں ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کے جو دھڑکا کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ (ق ۵۸، ۵۹)

فتاوت و توفیق:

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریڈی صدر مدرس مدرسہ العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار گلخانہ مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط بھیجا، جس کا جواب تاخیر سے آیا۔ والا نامہ میں مذکور کہ حضرت شاہزادہ صاحب! چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے نام نہیں تھے، اس لیے غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ ان دنوں مولانا صاحب کے پاس داسوں کی کمی ہے لہذا کچھ فتوحات سے بھیج دوں۔ میں نے سو یا دو سو (بھج مقدار یا جنس) کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی، جسے مولانا صاحب نے وصول کر لیا اور سید بھی آگئی۔ کچھ دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت کا منی آرڈر آیا۔ جس میں میری کبھی ہوئی رقم بھی شامل تھی والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنے ضروریات کے مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے، باقی زنان خانے میں بھیج دیجے۔ آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے دو روپے خرچ ہو چکے تھے، اور گاؤں سے رقم آئی نہیں تھی، اور میں نے اپنی ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں کرنا ہوں۔ حضرت شاہزادہ صاحب! یہاں جو کچھ ہے وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے۔ مگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو حضرت میاں صاحب کے بیاض سے شجرہ زر کا عمل لٹل کر کے بھیج دیجئے۔ چنانچہ میں نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔ اس کے بعد بریلی جانا ہوا۔ اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ۔

مکہ معظمہ سے ایک صاحب کا والا نام آیا کہ میری دو لڑکیوں کی شادی ہے، اس کے لیے آپ ادا کیجئے۔ میں نے
 خیال کیا کہ دونوں لڑکیوں کے لئے ایک ایک ہزار کی رقم باقی ہوگی۔ اسی مصد کے لیے شجرہ زر کا عمل کیا۔ عمل کا
 چالیسواں دن تھا کہ میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا کہ جلد رضا آئے، اور ایک بندھا ہوا رو مال دیا اور کہا کہ
 ایک صاحب ملنے کی خاطر آئے تھے۔ میں نے کہا، اس وقت بالائے خانہ پر معمول میں مشغول ہیں، دوسرے وقت
 تشریف لائیے گا، وہ صاحب پر رو مال دے کر چلے گئے، میں نے جب وہ رو مال کھولا تو اس میں ایک ہزار سے
 زیادہ رقم تھی۔ خیال کیا کہ زیادہ کیوں ہے؟ معاذ بن میں آیا کہ مکہ معظمہ تک پہنچنے کے مصارف ہیں۔ میں نے فورا
 اس عمل کو بنادیا کہ اس سے توکل میں فرق آتا ہے۔ (ق ۵۷، ۵۸)

اتباع شرع و تقویٰ

حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ ایک بار میں اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی اور حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی خیر آباد گئے۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی سے ملنے کے لیے جانے کا ارادہ کیا۔ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ کہہ کر ہمراہ جانے سے انکار کیا کہ مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی کے متعلق مسوم ہوا کہ وہ فقہائے کرام، علمائے اعلام کے خلاف شان غیر مناسب کلمات کہا کرتے ہیں۔ مجھ سے اس کی برداشت نہ ہوگی اور مجلس میں بے لطفی پیدا ہو جائے گی، آپ وہاں تشریف لے جائیں، اور میں مولانا حسین بخش صاحب سے ملنے جاتا ہوں۔ یہ مولانا حسین بخش صاحب خیر آبادی فقیر تھے اور حضرت چودے نے خادم صاحب حضرت مخدوم اللہ دیا خیر آبادی کی قدس سرہ کی اولاد و مباحث میں تھے۔

انہیں کا بیان ہے کہ بیتا چار میں مولانا احمد رضا خان صاحب سے سیزدہ روز و شریف نقل کرایا۔ حضور سید عالم ﷺ کی مفت میں لفظ حسین اور زائد بھی ہے۔ مولانا نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا: حسین صیغہ تصغیر ہے اور زائد سے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب کے عرس کے زمانے میں مجھے معلوم ہوا کہ مولوی غلام قطب الدین برہم چاری صاحب آئے ہوئے ہیں، اور بعد نماز جمعہ جامع مسجد بدایون میں دعا فرمائیں گے۔ ان کے بیان کا شہرہ سن کر مجھے بھی اشتیاق ہوا، میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے کہا کہ ہم اور آپ نماز جمعہ جامع مسجد میں مل کر پڑھیں، وہاں بیان بھی نہیں گے۔ مولانا عبدالقادر صاحب اور میں نے جامع مسجد جانے لگے تو مولانا احمد رضا خان صاحب نے مولانا بدایونی صاحب سے اجازت طلب کی کہ درگاہ شریف ہی میں جمعہ قائم کر لیں، اس لیے کہ امام جامع مسجد کی نسبت کچھ قرأت وغیرہ ضروریات نماز میں نقصان و قصور مسوم ہوا۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز فریضہ فجر اور کرنے کے لیے خلاف معمول کسی قدر حضور کو دیر ہوگئی۔ نمازیوں کی نگاہیں بار بار کا شائبہ اقدس کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ میں انتظار میں جلد جلد تشریف لائے۔ اس وقت براہ دم قناعت علی نے اپنا پہ خیال مجھے سے کہا کہ اس تھک وقت میں دیکھتا ہے کہ حضور سید عالم جامع مسجد میں پہلے رکعتیں پڑھ رہے ہیں یا ہاں، مگر قربان اس قیامت کریم کے کہ دروازہ مسجد کے زینہ پر جس وقت قدم مبارک پہنچتا ہے تو سید عالم تو سبکی فرش مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سید عالم کے گھٹن مسجد میں ایک صف بھی تھی اس پر قدم پہنچا ہے تو سید عالم اور اسی پر نہیں نہیں، ہر صف پر قدم سید عالم ہی قدم سے فرمائی۔ یہاں تک کہ محراب میں مصطفیٰ پر قدم پاگ سید عالم ہی پہنچتا ہے۔ اور اسی پر کیا منحصر ہے نبی پاک کرنے اور انتظار فرمانے کے سوا حضور کے ہر فعل کی ابتدا سید عالم ہی جانب سے ہوتی تھی۔ چنانچہ امام مبارک کا شملہ سید عالم سے مشابہت پر رہتا، امام مبارک کے بیچ سید عالم کی جانب ہوتے، امام مقدمہ کی بندش اس طور پر ہوتی کہ بائیں دست مبارک میں گردش اور داہنا مبارک پشانی پر ہر بیچ کی گرفت کرتا تھا۔

ایک روز جناب سید محمود جان صاحب قوری مرحوم و مغفور نے حضور کے عمامہ باندھنے پر عرض کیا کہ حضور باندھنے میں الٹا ہاتھ کام کرتا ہے۔ فرمایا: اگر سید عالم ہاتھ بٹالیا جائے، تو اٹلے ہاتھ سے باندھ دو لیجئے۔ اصل بندش تو سید عالم ہی ہاتھ سے ہوتی ہے۔ اگر کسی کو کوئی شی دینا ہوتی، اور اس نے الٹا ہاتھ لینے کو بڑھایا، فورا اپنا داشت مبارک روک لینے اور فرماتے سید عالم ہاتھ میں لیجئے، اٹلے ہاتھ سے شیطان لیتا ہے۔

اور ابوہم اللہ شریف '۷۸۶' عام طور سے لوگ جب کھتے ہیں تو ابتدا 'نہ' سے کرتے ہیں۔ پھر 'ہ' کھتے ہیں، اس کے بعد 'و'۔ مگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پہلے 'و' تحریر فرماتے، پھر 'ہ' تب 'نہ'۔

یونہی نقش کے خطوط سیدی ہی جانب سے کشش فرماتے، اور فرماتے میں بھی اس کا لحاظ تھا کہ نقش کے سید عالم رخ کی طرف یعنی جس طرف ۷۸۶ ہے اور اسے نیچے کی طرف نہ کرتے ہوئے لاتے، پھر سیدی جانب سے فیض تعویذی صورت میں کر دیتے۔

یہاں ایک ضروری ارشاد عرض کروں، وہ یہ کہ ہر دو تعویذ جس پر موم جامہ کرنا ہو پہلے اس پر خوشبو لگائی جائے یا دھواں کی دھواں دی جائے، اس کے بعد سادہ کاغذ لپیٹ کر (کاغذ روز در نہر) پاک کپڑے کی تار سے موم جامہ کیا جائے، یہ احتیاط اس لیے ہے کہ موم جامہ سیاہی کو جلد چاٹ لیتا ہے تو جب نقش ہی در نہر ہوا، ظاہر ہے کہ اثر کیا ہوگا؟ مسجد سے باہر آتے وقت پہلے الٹا قدم نکالنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اس لیے حضور اس موقت پر الٹا قدم جوتے کے بالائی حصہ پر قائم فرما کر سید عالم پاؤں میں پہلے جوتا پہنتے، پھر اٹلے میں۔ بیت الادب میں داخل ہوتے وقت عصائے مبارک باہر بازو کرکڑا فرما کر جاتے۔ شاید اس میں دو مصلحتیں مشعر ہیں، ایک تو یہ کہ دوسرا شخص آنے نہ پائے، دوسرا عصائے مبارک مسجد میں ساتھ رہتا تھا۔ بلکہ اس کے سہارے سے مسجد میں قیام فرماتے۔ اس لیے احتیاط لکھنا دیکھئے۔ والحمد للہ (ق ۸۰، ۷۸۶)

انہیں کا بیان ہے کہ نماز جمعہ کے لیے جس وقت تشریف لائے، فرش مسجد پر قدم رکھتے ہی حاضرین سے تقدیم سال فرماتے۔ اور اس پر ہنس نکلیں، بلکہ جس درجہ میں وارد مسجود ہوتا، تقدیم سلام ہوتی جاتی، اس کی بھی آنکھیں شاید ہیں کہ مسجد کے ہر وجہ میں وسط در سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو، نیز بعض اوقات اور اور وہاں تک مسجد شریف ہی میں بحالت خرام شال او جوباً پڑھا کرتے۔ مگر منجائے فرش مسجد سے واپسی (۱۰) ہمیشہ قبلہ رہو کر ہی ہوتی، کبھی پشت کرتے ہی کسی نے سد رکھا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور بحالت احکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے۔ شب کا وقت، چاڑے کا زمانہ اور اس وقت وہ سب سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی، حضور کو نماز عشاء کے لیے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی تو موجود مگر بارش میں کس جگہ نہ وضو کیا جائے؟ پالا فرش مسجد کے اندر خلاف، گدے کی چارے کر کے اس پر وضو کیا، اور ایک قطرہ فرش مسجد پر نہ گرنے دیا، اور پوری رات جاڑوں کی، اور اس پر بار بار اس کا طوقان، یونہی جاگ کر خضر مقرر کر کاٹ دی۔ **جزاۃ اللہ عن الاسلام خیر الجزاء**

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین چار فوجی آدمی عقیدہ ثا خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور سامنے کر سیموں پر بیٹھ گئے، حضور نے نیچی نظر کر لی، انہوں نے کچھ عرض کیا، حضور نے بغیر نظر اٹھائے، جواب دیا، چونکہ ہم خدام حضور سے بنے ہوئے تھے کہ کف سے زانو تک مرو کا جسم عورت ہے، اور اس کا چھپانا واجب ہے، اور یہ لوگ نیکر پہنے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے زانو کھلے ہوئے تے، فوراً ایک کپڑا لے کر سب کے زانو تک حک دیتے، اس کے بعد حضور نے نظر کا کلام فرمایا۔

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ مدرسہ المدینہ پبلی بحیرت کے سالانہ جملہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ پبلی بحیرت تشریف لائے۔ ایک روز صبح کو حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پبلی بحیرت کچھ مشہور بزرگ شاہی محمد شیر میاں علیہ الرحمۃ سے ملنے تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ شاہ صاحب بے چارہ باندھو توں کو بیعت کر رہے ہیں، اعلیٰ حضرت، بمقتضائے کمال غیرت بھی (لشروع) بغیر ملے دے، واپس تشریف لے آئے، دوسرا کوئی دہتا تو جھگو جاتا، لیکن حضرت شاہی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کمال بے نفسی و حق پسندی اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو جب اعلیٰ حضرت پر ملی تشریف لے جانے لگے تو شاہی میاں صاحب رضی اللہ عنہ انہیں تک پہنچانے گئے، اور صبح کے واقعہ پر انکھار انہوں کر کے فرمایا کہ مولانا! اب آئندہ میں عورتوں کو پس پردہ دیکھا کر ان سے بیعت لیا کروں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان سے مصافحہ اور مصافحہ فرمایا۔ یہ تھے ان حضرات کے مابین **وَنَزَعْنَا فِیْ صُدُورِهِمْ مِنْ غُلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُورٍ مُّتَقَابِلِیْنَ**

کے جلوے رضی تعالیٰ عنہما۔ **واللہ الحمد**

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پرنس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا سید ویدار علی صاحب اوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے جماعت کا وقت تھا مسجد کے کمرے پر ایک آبپاشی کا لڑکا بھردا تھا جلدی کی وجہ سے اسی لڑکے سے پانی طلب فرمایا، اس نے کہا کہ مولانا میرے بھرے ہوئے پانی سے آپ کو وضو کرنا جائز نہیں اور نہیں دیا مولانا کو وضو فرمایا کہ ہم جب تجھ سے لے رہے ہیں تو کیوں جائز نہیں اس نے کہا کہ مجھے دینے کا اختیار نہیں میں نا بالغ ہوں مولانا کو اور وضو فرمایا جماعت ہو رہی تھی اور یہاں اور دیر لگ رہی ہے فرمایا: آخر تو جہاں جہاں پانی دیتا ہے ان کا وضو کیسے جائز ہو جاتا ہے اس نے کہا وہ لوگ تو تجھ سے مول لیتے ہیں، اور وضو کیا مگر اس نے نہیں دیا آخر کار خود بھرا اور جلدی وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے تو غصہ کم ہوا اور سلام پھیرا تو خیال آیا آبپاشی کا لڑکا از روئے قد عجیب کہتا تھا۔ دیدار علی! تم سے تو اعلیٰ حضرت کے یہاں کے خدمت گاروں کے بچے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں، یہ سب اعلیٰ حضرت کے اتباع شریعت کا فیض ہے یہ خیال آکر بہت شرم آئی اور پھر واجب و عقیدت سے اعلیٰ حضرت سے ملے اور پھر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ رحمۃ اللہ علیہ (ق ۱۸۱، ۱۸۲)

احتیاط فی الدین:

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان کہ تھنہ ماہ مبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقات علاء الدین فقیر استخراج کرتا ہے، اور کھیلنے بعد بغرض ملاحظہ کا شانہ اقدس میں بوقت صبح حاضر کرتا ہے، جو وہ چند روٹھ میں اوپس آ جاتا ہے، دیکھتا ہوں کہ ہر نماز کے کالم میں صحیح رقوم ہے بجز ایک کالم، کہ اس کے اخیر میں لفظ (خبر) تحریر فرمایا تھا، اور جس تاریخ کے وقت میں خامی تھی اس پر نشان (x) بنا دیا تھا۔ چنانچہ جانچ کرنے سے وہ نقص دور ہو گیا۔ جو سیکڑ کے ہزارویں حصہ میں تھا۔ اگرچہ وقت پر اس کا اثر نہ آیا تھا مگر لفظی غلطی تھی اس لیے بھانے صحیح کے لفظ (خبر) ارقام فرمایا گیا۔ اللہ اللہ یہ ہیں وہ پاک و حیرت کے وہ مثل خط، صادق القول نفوس قدسیہ جن کی تحریر میرا اور تقریروں پدیر کا کوئی جملہ، کوئی لفظ، کوئی حرف خود باللہ قابل گرفت نہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ شعبان المعظم کا اخیر ہفتہ ہے، لفظ اوقات علاء الدین صاحب کا تیار ہو چکا ہے، حضور نماز عصر اپنی بھی گھڑی سے جس میں صحیح وقت تھا، اس سے ایک اور گھڑی میں کچھ منٹ کم پائیں کر کے میرے ادب و احترام قاصد علی کے حوالے فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ شہر سے بلند مقام پر پہنچ کر غروب آفتاب مشاہدہ کرو، اور یہ دیکھو کہ بوقت غروب اس گھڑی میں کیا وقت ہوتا ہے؟ حسب الارشاد ہم دونوں روانہ ہوئے، یہ منظر دیکھنے

کے لیے ہمارے ساتھ نواب سعید احمد خان صاحب اور نواب وحید خان صاحب قادری رضوی بھی تشریف لے گئے، ہم لوگوں کے پاس ایک گھڑی صحیح وقت کی تا مگر سے ملی ہوئی اور تھی، نیز اس روز کا وقت غروب بھی معلوم تھا۔ مختصر یہ کہ بوقت غروب ہم چاروں شخص کی آنکھیں شاہد ہیں کہ قرص آفتاب کا ایک کنارہ جھلک دے رہا ہے، تو وقت میں بھی سکڑ باقی ہیں، یہاں تک کہ اضرقت پورا ہوا، اور اضر آفتاب غمروں سے اوٹل تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ نکل گیا، اب فکر صرف یہ رہ گئی کہ حضور کی عطا کردہ گھڑی میں جتنے منٹ کا تفاوت ہوا، حضور کے در بدر صحیح ثابت ہو جائے۔ چنانچہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ غروب کے وقت اس گھڑی میں بہت تھا۔ حضور نے تہنم فرمایا، اور فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ نقوش کے مطابق غروب ہوا۔

جنس کا بیان ہے کہ برسات کا موسم تھا، عشاء کے وقت ہوا کے تیز جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے، جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت وقت ہوتی تھی۔ اور اس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد و اسلامیات جلانے کا حکم تھا، اس زمانے میں ناروے کی ویا سلامتی استعمال کی جاتی تھی، جس کے روشن کرنے میں تندھک کی بد بو لگتی تھی، لہذا اس تکلیف کی مدافعت حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کیا، کہ ایک لائٹن میں معمولی چار شیشہ لگوا کر کسی میں اردن کی کاتیل ڈالا، اور روشن مگرے حضور کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی، تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضور کی نظر اس پر پڑی، ارشاد فرمایا: حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بار بار ہٹا ہوا کہ مسجد میں بدبو وار تیل نہیں جلانا چاہئے، انہوں نے عرض کیا۔ حضور اس میں اردن کی کاتیل ہے، فرمایا: روم کیرو دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لائٹن میں اردن کی کاتیل مل رہا ہے؟ وہ تو کبھی سمجھیں گے کہ دھروں کو تو تھوڑی دیا جاتا ہے کہ مٹی کا بدبو وار تیل مسجد میں نہ جلاؤ، اور خود مسجد میں لائٹن جلوار ہے ہیں، ہاں اگر آپ برابر اس کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کہتے رہیں کہ اس لائٹن میں اردن کی کاتیل ہے، اس لائٹن میں اردن کی کاتیل ہے، تو مضائقہ نہیں، چنانچہ حاجی صاحب نے فورا اس لائٹن کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اگرچہ اس لائٹن میں شرعاً مضائقہ نہ تھا، مگر غایت احتیاط فی الدین کی وجہ سے ایسا فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا کہ:

پیر اعراض کے مواقع سے۔ یعنی اگرچہ وہ بات درست، مگر لوگوں کو خواہ مخواہ وطن و تشیع کا موقت اس سے ملتا ہو، اس سے احتیاط کر دو، نیز اس میں یہ حکمت تھی کہ عام مخلصین و معتدین اس لائٹن کو دیکھ کر اپنی غلط فہمی سے اس میں مٹی کا تیل جلتا ہوا سمجھ کر یہ غلط بات باور نہ کر لیں کہ جب اعلیٰ حضرت کی مسجد میں مٹی کا تیل جلایا جاتا ہے تو مسجد میں مٹی کا تیل جانا جائز ہی ہوگا یہ ہے نشان امامت اعلیٰ سنت و خلائی سرکار در رسالت کا جلوہ۔ واللہ اعلم انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی آنکھیں دکھنے لگی تھیں، اس زمانہ میں بوقت حاضری مسجد متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کبھی قبل نماز اور کبھی بعد نماز مجھے پاس بلایا، اور فرمایا: سپہ صاحب دیکھئے تو آنکھ کے حلقہ سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے؟ ورنہ وضو کر کے نماز ادا کرنا ہوگی۔

مولوی محمد صاحب میرٹھی موجد فلسفی پریس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نماز میں اس قدر احتیاط اور جزئیات مسائل کا ایسا خیال فرماتے کہ عام لوگ نہیں، بلکہ اکثر علماء اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں، ایک سال میں جس رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت کی مسجد میں مختلف ہوا، چھبیس رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت نے بھی احتکاف فرمایا۔ ایک دن قبل احتکاف عصر کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے، جس مسجد کے اپنے گونے میں چلا گیا، تھوڑی دیر میں مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا: آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی؟ میں نے کہا میں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت نواب پڑھ رہے ہیں۔ مجھے اس وجہ سے یقین نہیں آیا کہ بعد عصر تو اٹل نہیں، اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا ایسا حافظہ نہیں کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کو کچھ لیجئے، وہ پڑھ رہے ہیں، میں نے بڑھ کر دیکھا تو واقعی پڑھ رہے تھے۔ مجھے بے حد حیرت ہوئی اور آگے بڑھ کر کھڑا رہا، سلام پھیرنے پر عرض کیا حضور! میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ارشاد فرمایا کہ تھوڑا اخیرہ میں سانس کی حرکت سے میرے آنکھ کے کا بندھن ٹوٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تہجد ختم ہو جاتی ہے، اس وجہ سے میں نے آپ سے نہیں کہا اور گھر جا کر بندہ درست کر کر اپنی نماز پڑھ لی۔

یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر صاحبان کی سمجھ میں نہیں آتا صرف ایک بزرگ نے مجھ سے یہ سن کر اس کی بڑی عظمت کی۔ یہ بزرگ پیر عبدالحیہ صاحب بغدادی ہیں۔ بدو دو میں تشریف لائے اور جامع مسجد میں ایک دن مغرب کی نماز پڑھائی۔ میں نے ایسا اثر کبھی قرآن شریف پڑھنے کا نہیں دیکھا۔ بعداً معلوم کیا کہ یہ کون صاحب تھے؟ تب ان سے ملنے ان کی قیام گاہ پر گیا۔ اعجاز قرآنی کے سلسلے میں فرمایا: میں ایک مرتبہ ایران گیا، وہاں آتش پرستوں کا ایک آتش کدہ بہت پرانا ہے۔ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ ان سے مباحثہ کے لیے لوگوں نے میرا نام لے دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ جسے پوجتے ہیں، اسی سے پوجو۔ یعنی آتھکدہ میں جا کر آگ سے پوچھ لو کہ وہ کس کی رعایت کرتی ہے؟ لوگوں نے اسے محض دھکا کا سمجھا اور لوگوں نے میرا وہاں کے ایک پھاری کا نام مقرر کر کے ایک تاریخ، وقت معین کر کے مناظرے کا اعلان کر دیا، وقت مقررہ پر تمام شہر کی مخلوق کھڑے سے موجود تھی۔ اس وقت میں نے اس پھاری سے کہا، چلیے اب گھر آیا اور نکلا۔

میں نے خیال کیا کہ اگر میں بھی رکاوٹوں میں جکھی سمجھیں گے۔ اس وجہ سے سب اس آتش کدہ میں چلا گیا اور پوری پیش منٹ آگ میں گھڑ رہا۔ بعد وہ نکل آیا یہ دیکھ کر بہت سے آتش پرست مسلمان ہو گئے۔ میں نے اپنے ضعیف ایمانی کی وجہ سے ان سے ٹکر رہ چھا کہ آپ کیسے آتش کدہ میں چلے گئے؟ فرمایا: قرآن مجید لے کر، پہنچ کر چلا گیا۔ جب ہم کو قرآن نازل ٹھہرے سے بچائے گا تو اس معمولی آگ سے کیوں نہیں بچائے گا؟ اس واقعہ سے حضرات باقرین ان بغدادی صاحب کی بزرگی اور قوت ایمانی کا اندازہ لگا سیں۔ ان بزرگ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مصر کی نماز گاہا۔ دوسرے دن ان سے پھر ملاقات ہوئی اور فرمایا: آج پوری رات دو تے گزری۔ یہی کہتا رہا کہ خداوند! تیرے ایسے ایسے بندے بھی ہیں، جو اس احتیاط سے نماز پڑھتے ہیں۔ (ق ۱۸۲: ۱۸۱)

مولوی محمد حسین صاحب چشتی نقاشی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تمام عمر جماعت سے نماز اتھوڑنا پڑھی، اور باوجودیکہ بے حد عار و مزاج تھے۔ مگر کسی کی گری کیوں نہ ہو، ہمیشہ دستار اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے۔ خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔

اعلیٰ حضرت جس قدر احتیاط سے نماز پڑھتے تھے، آج کل یہ بات نظر نہیں آتی، ہمیشہ میری دو رکعت دن کی ایک رکعت میں ہوتی تھی اور دوسرے لوگ میری چار رکعت میں کم سے کم چھ رکعت بلکہ آٹھ رکعت۔

ہر شخص حتیٰ کہ چھوٹی عمر والے سے بھی نہایت عی طلق کے ساتھ ملے، آپ اور جناب سے مخاطب فرماتے، اور حسب حیثیت اس کی توقیر و تعظیم فرماتے۔ (ق ۳۰: ۳۱)

صلاحت مذہبی و حق گوئی:

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہری کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے تھے۔ کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آنولوی کو میلا و شریف پڑھنے بٹھا دیا تھا، انہوں نے اٹھائے تقریر میں یہ کہا کہ پہلے حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک میں قیامت کے دن فرشتے روح ڈالیں گے، چونکہ اس میں حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ اصول سے انکار لگا تھا، یہ سن کر مولانا موسوف کا چہرہ متغیر ہو گیا، اور جناب مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے آنولوی صاحب کو بیان سے روک دیا اور مولانا عبدالقادر صاحب سے فرمایا کہ مولانا! ایسے بے علم لوگوں کو مولانا احمد رضا خان صاحب کے سامنے میلا و شریف پڑھنے نہ بٹھایا کیجئے۔ جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لیے علم اور زبان پر بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا: 'مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا ہے کہ انہیں وجوہ سے آج کل کے داعیین اور میلا و خوانوں کے بیانوں و وعظوں میں جانا چھوڑ دیا اور حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھو جی علیہ الرحمۃ کے متعلق فرمایا کہ حضرت ان میں سے ہیں جن کا بیان میں خوشی ملتا ہوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے عرس حضرت صاحب البرکات شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے قبل مولانا کو طلب کر لیا تھا، اور گا و شریف کے ایک حجرہ میں قیام فرماتے تھے۔ مبارک جان نامی علی گڑھ کی ایک مشہور اور بڑی متمول رعوی کسی کے یہاں مارچرو آئی ہوئی تھی۔ درگا و معلیٰ میں حاضر ہوئی اور روضہ شریف کی سیڑیوں پر بیٹھ کر گانا آواز کرتا ہی چاہتی تھی، سازندوں نے ساز لگائے تھے تو مولانا کی نظر پڑ گئی اور بے اختیار ہو کر حجرہ سے باہر تشریف لا کر ان سے فرمایا کہ تم یہاں کیسے آئے؟ یہ درگا و معلیٰ نامی گانے شیطان کی کاموں کی جگہ نہیں، خود ایمان سے روانہ ہو جاؤ۔ ہی فرمایا اور درگا و ستان لوگوں کو پار کر دیا۔

جناب حاجی کفایت اللہ صاحب جناب حاجی خدا بخش صاحب کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کی نماز اعلیٰ حضرت کے بیچے پڑھی۔ جب حضرت نماز پڑھ چکے، تو ایک مسافر صاحب آئے ہوئے تھے، انہوں نے اعلیٰ حضرت کو ایک خط دیا، وہ صاحب اعلیٰ حضرت کے مرید تھے، ان کی داؤھی حد شرع سے کم تھی، انہوں نے خرافات کی کہ کوئی وظیفہ حضور مجھ کو تعلیم فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جس وقت تمہاری داؤھی حد شرع کے مطابق ہو جائے گی، اس وقت میں وظیفہ وغیرہ بتا دوں گا۔ وہ صاحب اس کے متعلق ایک بزرگ کا سفارش خط لائے تھے کہ ان کو کچھ بتا دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا: جب تک تم داؤھی حد شرع تک بڑھا کر نہ آؤ گے، اس وقت تک تم کسی کی سفارش لاؤ، تم کو کچھ نہیں بتاؤں گا، جب داؤھی تمہاری حد شرع کے مطابق ہو جائے گی، میں خود ہی بتا دوں گا۔ اس میں کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔

رسالہ مبارکہ 'در بار حق و ہدایت' میں حضرت مولانا ابوالسائین شاہ ضیاء الدین صاحب قادری رضوی پہلی بھتیجی مدبر تحفہ حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجلس علمائے اہل سنت و جماعت پٹنہ کے سالانہ جلسہ منعقد ۷ رجب المرجب ۱۳۱۸ھ میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ شرکت فرماتے ہیں۔ جلسہ مذکورہ کے اخیر روز ایک شاعر آزاد، منہجی وضع، داؤھی مقالے، جن کے ساتھ اسی وضع کے آٹھ دس حضرات اور بھی تھے، خدمت اقدس حضرت تاج الملوک حب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہو کر اپنا ایک فارسی ترکیب

بندر، تین ہند کا مدح جلسہ مسجد (جس سے کچھ بھی واضح نہ ہو) تھا کہ کس جلسہ کی تشریف ہے) اس اظہار کے ساتھ کہ میں نے اس مجلس مبارکہ علانے اہل سنت و جماعت کی مدح میں پڑھ کر فخر حاصل کرنے کی اجازت مانگنا ہوں، پیش کیا۔ حضرت والا نے فرمایا: مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پاس لے جائیے، انہیں سنا بھی لیجئے۔ اگر وہ بعض الفاظ کی تبدیلی کو کہیں بدل دیجئے، اور انہیں سے اجازت لیجئے۔ آزاد صاحب اعلیٰ حضرت کے پاس آئے، وہی تلم دکھائی۔ حضور نے بعض الفاظ مخالف شرع میں اصلاح دی۔ آزاد صاحب نے قبول کی، حضور نے ان کی دفع و ترکیب سے سراپا نیچری اور داؤھی منڈی دیکھ کر فرمایا: آپ مولوی سید اعظم شاہ صاحب کو اجازت دیجئے کہ وہ آپ کی طرف سے جلسہ میں پڑھ دیں۔ کہا میں ایرانی لہجہ میں پڑھوں گا۔ شاید مولوی صاحب نہ پڑھ سکیں۔ مولوی اعظم شاہ صاحب نے فرمایا: عربی، معمری، ایرانی جیسا لہجہ کہیے، میں پڑھ دوں۔ پھر ایک ہند ایرانی لہجہ میں پڑھ کر بتایا: آزاد صاحب نے پند کیا اور بظاہر راضی ہوئے کہ یہی پڑھ دیں۔ مولانا مولوی سید محمد العبد صاحب سہوانی کا وعظ ہو رہا تھا، اس کے ختم کا انتظار ہے کہ حافظ عبدالجلیل صاحب رئیس موضع اندھوے تشریف لائے، اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا۔ کچھ ضروری عرض ہے، دوسرے کمرے میں تشریف لے چلے، ارشاد فرمایا: جلسہ وعظ سے اٹھ کر چانا کیا مناسب ہے؟ اگر کوئی ایسی ہی شدید ضرورت ہو تو قیام و رزق وعظ کا انتظار کیجئے۔ کہا: اسی وقت کی ضرورت ہے۔ حضور اٹھے، اور ایک خالی کمرہ میں، جہاں صرف مولوی سید شاہ بشیر صاحب الزبیدی تشریف رکھتے تھے، جا کر بائیں الفاظ تعہید شروع کی کہ یہ آٹھ دس نیچری جو اس داؤھی منڈے کے ساتھ آئے ہیں، سب ندوی تھے، اس داؤھی منڈی نے انہیں ہدایت کر کے مندر سے بیزار کیا۔ اور جلسہ اہل سنت کا طرف دار بنایا ہے، حضور نے فرمایا: اگر ایسا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں جزا ہے۔ اس وقت مقصود کیا ہے؟ کہا: اس کی انعم جلسہ میں دوسرا پڑھے، اس میں اس کی سخت دل شکنی ہے، اجازت دیجئے کہ یہی پڑھے، اور اس کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ یہ پورا سنی ہے، یہاں تک کہ نندو کا بھی مخالف ہے۔ آپ اس کی نیچری وضع پر نہ جائیں۔ جب زیادہ اصرار ہوا، اور مولوی سید شاہ بشیر صاحب سے بھی حافظ صاحب نے سفارش چاہی تو حضور نے فرمایا: بہت اچھا یہی پڑھیں۔ مگر ایک شرط ہے کہ کھڑے ہو کر سر پر جلسہ اعلانیہ فرمائیں۔ صاحبو! میں سنی صحیح العقیدہ ہوں۔ نیچریوں، وہابیوں، رافضیوں، غیر مقلدوں، سب گمراہوں سے جدا ہوں۔ اس وضع کو بھی خلاف شرع شریف جانتا ہوں۔ میں نے اپنے علماے اہل سنت و جماعت کی مدح میں کچھ نظم عرض کی ہے، اسے سنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد پڑھ دیں، ہمارا حرج نہیں۔ حافظ صاحب اس شرط پر راضی ہو گئے۔ وہاں سے جا کر یہ شرط آزاد صاحب سے بیان کی، یہ انہیں منظور نہ ہوئی۔ حافظ صاحب پھر آئے اور کہا کہ آپ مجھ سے حلف اٹھوائیں کہ یہ داؤھی منڈا سنی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب وہ سر پر جلسہ اعلان کر دیں گے، آپ کے حلف کی حاجت نہیں رہے گی۔ کہنے لگے کہ آپ اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ اس نے اسنے لوگوں کو نندو کا مخالف بنا دیا ہے۔ اس پر حضور نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

قُلْ لَا تَتَّبِعُوا عَلَىٰ إِسْلَامِكُمْ بَلِ اللَّهُ يَنْصُرُ عَلَيْكُمْ إِنَّ هَذَا كُمْ لِلْإِيمَانِ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

”مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ کرو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت فرمائی اگر تم سچے ہو۔“

حافظ صاحب نے فرمایا کہ پہلے آپ اعلان کر دیجئے کہ میں سنی ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا سنی ہونا یہاں سے حرمین محترمین زادہما اللہ حسنا و فکرا بعدا تک آفتاب سے زیادہ روشن ہے، میری تعینات تمام ہندوستان میں شائع ہیں، جو میری سنیت پر شاہد عدل ہیں، اور بیان کو کیسے تو اوت چار گھنٹے فقیر نے یہی بیان کیا کہ میں سنی ہوں، اور اللہ تعالیٰ نے میری، وہابیہ، رافضیہ، وغیرہ مقلدین، و نندویہ وغیرہم سب بدعتیوں سے بیزار ہوں۔ اور جب تک زندہ رہوں گا، جو نہ تعالیٰ تعزیر اتقریر اتقریر انہی بیان و اعلان کرتا رہوں گا۔ فقیر پر بھلا اللہ کسی جہت و احتمال کا دھم نہیں، جس سے تجزیہ کی حاجت ہو۔ حافظ صاحب ساکت ہو کر گئے، مگر آزاد صاحب بہت گرم ہوتے ہوئے تشریف لائے کہ مجھ پر وجہ احتمال و جہت کیا ہے؟ مولوی سید اعظم شاہ صاحب نے آزاد صاحب کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر بتایا کہ یہ ہے! کہا تڑک داؤھی منڈا اتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: اس سے جواز کیوں کر ثابت ہوا؟ یہ جلسہ ندویہ کی سنگت نہیں، جس میں سب کی تکلیف ہے۔ یہاں اگر ایرانی تلم سنانا چاہے ہیں، تو پہلے وہ اعلان کرنا ضرور ہوگا، ورنہ اجازت نہ ہوگی۔ آزاد صاحب و حافظ صاحب و جلسہ تاج و دغا ہو کر چلے گئے۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ یہ پورے آزادی پسند اور نندو کے خادم اور پابند ہیں، اسی جلسہ ندوہ میں ان کی اردو نظم مدح ندوہ میں چھپ چکی ہے۔ جو انہوں نے ندوہ کے جلسہ میں پڑھی۔ اس مہمل و مجہم ترکیب بند کے سنا دینے میں یہ سنگت تھی کہ اعتراض کی گنجائش ہوگی کہ مجلس علماے اہل سنت میں بھی ایسے حضرات گھجرائی کرتے ہیں، مگر اہل سنت کا حافظ و ناصر اللہ عزوجل ہے، واللہ اعلم۔

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کی سب سے چھوٹی صاحب زادی مرحومہ کی شادی عقیب ہوئے والی تھی کہ بھیجے سے تار آیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی جج کے ارادے سے آئے ہوئے ہیں، اور مسافر خانہ میں مقیم ہیں، حضور نے فوراً تار کا جادب تار پر دیا کہ تحقیق تار آتے پر، میری آمد کا تار سننے پر، جہاز کا ٹکٹ خرید لیا جائے، اور تیاری شروع کر دی، جب یہ خبر عام ہوئی تو اکثر ہند کا نندو انہیں مقدر تھا اور پہلے سے منتظر تھے، آمادہ ہو گئے۔ حضور کی صاحبزادی صاحبہ مرحومہ نے بھی اپنے جذبہ شوق میں عرض کر دی کہ حضور نے میرے لیے جو سامان مہیا فرمایا ہے

اسے فرودت کر کے مجھے بھی ساتھ لیتے چلے۔ معلوم ہوا کہ حضور نے وعدہ فرمایا۔ میں اور برادر قیامت علی بھی عرصہ مدید سے حسب تمنا پیش بس اعتماد کر رہے تھے، اور جس کا ایک موقع پر حضور کو ظلم ہو گیا تھا، اس لیے حضور نے ایک روز ہم دونوں سے دریافت فرمایا۔ ہم لوگوں نے مقدمہ جدا جدا عرض کی اور وہ اس قدر تھی کہ مجموعی رقم ایک شخص کے لیے کفایت کرتی۔ حضور یہ معلوم کر کے خاموش مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں کچھ خطوط لکھ کر فرمایا: انہیں پڑھ کر ڈاک میں ڈال دو اور اندر تشریف لے گئے۔ ان خطوط میں تحریر فرمایا تھا کہ میرا ارادہ حسین طہمکن حاضری کا ہے، میرے ساتھ چند بندگان خدا جانا چاہیے ہیں، مگر آپ کے ارکان میں حج بدل کا انتظام ہونے کو ذریعہ تا مصلح کیجیے اور میرے تار کے جواب میں تار پر وہ یہ روانہ کیجیے۔ چنانچہ ان خطوط کا جواب فوراً تار پر آیا، وہ یہ کہ انتظام ہے صرف حضور کے تار کا انتظام ہے، یہ تار ملنے پر حضور نے ہم دونوں سے وعدہ فرمایا۔ اس کے دوسرے روز صبح کے وقت کمری جناب حکیم علی احمد خاں صاحب نے جو حضور کے بھانجے تھے اور جن کے سپرد تھوڑے اہل کام تھا، مجھے اور قیامت علی کو اپنی دیوڑھی میں بلا کر اندر سے ایک مرضی لا کر دکھائی، جو انہوں نے ضروری خدمت میں ہاں مضمون پیش کی تھی کہ حضور! مجھے اپنے ہم رکاب لے چلے، اور حج بدل کی کوشش فرما دیجئے۔ اس پر حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ وعدہ سے وعدہ کر لیا ہے، پہلے وہ مستحق ہیں، اس کے بعد اگر کہیں سے اور آگیا تو آپ کو بھی ساتھ لے لوں گا۔ حکیم صاحب کا مقصود اس درخواست کے دکھانے سے یہ تھا کہ ہم لوگوں کو شاید معلوم ہو کہ وہ وہ شخص کون ہیں، جن سے حضور نے وعدہ فرمایا ہے؟ مختصر یہ کہ اب یہی سے تھوڑی کی نقل و حرکت پر تار کے بعد بندہ گئے آنے لگے، اب مسافر خانہ سے سامان بندہ گاہ جا رہا ہے، اب وہ صبح امرایان روانہ ہو گئے، اب جہاز پر سامان بار ہو رہا ہے، اب وہ صبح امرایان جہاز پر سوار ہونے کے لئے جا رہے ہیں، اس کے بعد آخری تار آیا کہ تھوڑی اپنے بعض عزیزوں کو روانہ کرنے کے لیے آئے تھے، خود نہیں گئے، حضور نے بھی ارادہ ملتوی فرمادیا۔

یہاں ناظرین کرام پر اٹھا خاہر کر دینا ضروری ہے کہ حضور نے اس سفر مبارک کو تھوڑی کی روانگی پر کیوں منحصر کیا تھا؟ عہدہ تھی کہ وہاں کی عیادیاں، مکاریاں، کیاویاں اس دیار پاک میں کوئی نیا نقشہ نہ پیدا کریں کہ اس گندے پروڑے کے اثرات ہندوستان کی لٹکا کو خراب کریں۔ انہیں کا بیان ہے کہ حضرت نفعی میاں (ہمارے خود اعلیٰ حضرت) عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حیدر آباد کن سے ایک راجھی شخص آپ سے ملنے کی عرض سے پیچھے آ رہا ہے، تالیف قلوب کے لیے اس سے بات چیت کر لیجئے۔ کہاتے میں وہ بھی آگیا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ نفعی میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ بیٹھ گیا۔ حضور کے مخاطب نہ فرمانے سے اس کی بھی جرات نہ ہوئی کہ تقدیم کلام کرتا۔ غرض تھوڑی دیر پہنچ کر چلا گیا۔ اس کے جانے بعد نفعی میاں نے حضور کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دوری سے ملاقات کے لیے آیا تھا، اخلاقیات پر فرمائیے میں کیا حرج تھا؟ حضور نے حلال کے ساتھ ارشاد فرمایا: میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے، پھر فرمایا "امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد شریف سے تشریف لارہے ہیں۔ راہ میں ایک مسافر ملا اور سوال کرتا میں بھوکا ہوں، آپ ساتھ ملنے کا ارشاد فرماتے ہیں، وہ پیچھے پیچھے کا شامہ اقدس تک پہنچتا ہے۔ امیر المؤمنین خادم کو کھانے لانے کے لیے حکم فرماتے ہیں، خادم کھانا لاتا ہے، اور دھڑواں بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے۔ بھوکھا کھانے میں کوئی بد مذہبی کے الفاظ زبان سے نکلاتا ہے۔ امیر المؤمنین خادم کو حکم فرماتے ہیں۔ کھانا اس کے سامنے سے فوڑا اٹھا لیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کر دیا جائے۔ خادم فوڑا اٹھیں کرتا ہے۔ خود حضور سید عالم ﷺ نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا:

اخروج یا فلاں النک منافق

"اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے۔"

انہیں کا بیان ہے کہ ہدایوں مقدمہ کی فتح پائی پر مبارک بادیں کا سلسلہ ختم ہوا یہی تھا کہ سرکار ماہرہ کے عرس میں اقدس کا زمانہ آگیا۔ حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجاد الشیخ دامت فیہم اعلیٰ حضرت قبلہ کو عرس شریف میں شرکت کرنے کے لیے مدعو فرماتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اہل ایمان ہدایوں میں اکثریت آپ کے موافقین کی ہے۔ انہوں نے یہ طے کیا ہے کہ جس روز اعلیٰ حضرت ہدایوں الشیخ سے گزریں گے، اس روز شہر کے کسی باغ میں بھول باقی نہ دیکھیں گے، اس قدر کثرت سے محل ریزی کرتے کہ انتظام ہو رہا ہے اور لوگ نہایت ہی مشتاق ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا: میں خود ہی ارادہ کر رہا تھا کہ بہت عرصہ سے حاضری بھی نہیں ہوئی ہے، ضرور حاضری کا قصد رکھتا ہوں۔ غرض یہ خبر شہر ہوئے متعلقینے ہمارے چلنے کے واسطے اپنے یہاں کی تاروں پر تقریبات ہٹا دیں۔ عوام و خواص، جس کو دیکھتے ماہرہ شریف چلنے کا سامان کر رہا ہے۔ لہذا اس کثرت کو دیکھتے ہوئے حضور نے فرمایا: بہتر ہوگا، اگر امتحان کا انتظام کر لیا جائے۔

حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب نے اور ترقی اعلیٰ حضرت قبلہ کو دعوت شرکت عرس کی دی، اور احرار و اب حامد علی خان دانی ریاست راہپور کو بھی (۱۱) عرس شریف کی شرکت کی دعوت دی اور یہ بھی ظاہر فرمایا یا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ بھی اس سال عرس شریف کے موقع پر تشریف لائیں گے۔ چونکہ نواب رام پور برسوں سے حضور کے علم جگر کا کمال دیکھ کر زیارت کا مشتاق اور کوشاں تھا، اس موقع کو غنیمت جان کر

دوست منظور کر لیتا ہے، اور اظہارِ نیاز و محبت و خوش اعتقادی کے لیے بہت کچھ ساز و سامان ریاست سے مارہرو شریف پہنچا جاتا ہے، دریلے اسٹیشن سے ہفتی تک مرکز کے دونوں جانب روشنی کے لیے قریب قریب گیس کے ہنڈے لگا دیے گئے، اور ہر ٹرین پر ڈرائیونگ کو لینے کے لیے ریاست کی موٹروں کا ہتھ، جن پر رومی کی چھوٹیں پڑی تھیں، مشت لگا رہے تھے۔ جب ریاست کی طرف سے ساز و سامان مارہرو شریف پہنچ گیا، اور والی ریاست نے یہ طے کر دیا کہ جس وقت اعلیٰ حضرت بریلی سے روانہ ہوں گے، میں بھی اسٹیشن سے روانہ ہو جاؤں گا۔ اس وقت حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب قبلہ نے مزید جزئی کرنے کے لیے ایک خط حضور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بدیں مضمون بھیجا کہ۔

”میں نے سنا ہے کہ آپ نے مارہرو آنے کے بارے میں کسی سے کہا کہ میں تو بیٹا شہاب پھر نے دیکھی وہاں نہ جاؤں گا۔“

جس وقت یہ خط یہاں آیا، حضور فدو اب ہر شریف لائے، چہرہ سے اثرِ جلال نمایاں تھا۔ فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ جس لیے میاں نے یہ خط بھیجا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ”میں نے سنا ہے کہ آپ نے مارہرو آنے کے بارے میں کسی سے کہا کہ میں تو بیٹا شہاب پھر نے دیکھی وہاں نہ جاؤں گا۔“ یہ فقرہ شخص اس لیے و مانع سے اتارا گیا کہ میں اس کے جواب میں یہ لکھ دوں گا کہ آپ کو یہ کسی نے غلط یاد کر لیا ہے میں ضرور آؤں گا۔ مجھ سے جزئی کرنا مقصود ہے تاکہ نواب کو دکھانے کے لیے ہو جائے۔ میاں سمجھتے ہیں کہ میں اس چہار دیواری کے اندر بیٹھا ہوں، اسے کیا خبر ہوگی؟ میں جانتا ہوں کہ میری روانگی ہوتی ہی نواب کا اسٹیشن روانہ ہو جائے گا، جو بالکل یاد رکھنا ہے، چونکہ وہ خط اعلیٰ حضرت نے اتاری چڑھا تھا، اس لیے آگے پڑنے کو مصطفیٰ میاں سے فرمایا، جس میں لکھا ہوا تھا یہ سن کر میرا دل پاس پاس ہو گیا“ فرمایا: جس کا دل پاس پاس ہو جائے، وہ خط لکھنے پر قادر ہو سکتا ہے۔ بس اند جاؤں گا اور ہر شریف لے گئے۔

انجمن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نواب رام پور یعنی تال جا رہے تھے، اسٹیشن بریلی شریف پہنچا تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدارالہماہ کی محض بلورنڈا رانا اسٹیشن سے حضور کی خدمت میں بھیجے ہیں، اور والی ریاست کی جانت سے مستدی ہوتے ہیں، کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔ حضور کو مدارالہماہ صاحب کے آنے کی خبر ہوئی، تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدارالہماہ صاحب سے فرمایا کہ میاں کو میرا سلام عرض کیجئے، اور یہ کہیے گا۔ ”یہ الٹی نذر کیسی؟“ مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنا چاہیے نہ کہ میاں مجھے نذریں، یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں، واپس لے جائیے۔ فقیر کا مکان نہ اس قائل کہ کسی والی ریاست کو بلا سکوں، اور نہ میں والیاں ریاست کے آداب سے واقف کہ خود چا سکوں۔

جائع حالت فقیر فخر الدین قاری رضوی غفرلہ العالی اتوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس صلاہت مذہب کی کوین و شروع سے ناواقف لوگ شدت و طاقت طبعیت یا مستحسانے قومیت (یعنی بھان بنے) پر محمول تھا۔ چنانچہ رسالہ ”عمرہ تلہور“ مصنفہ سید شاداد پور اخیر محمد نور الحسن صاحب دہلانی میں ہے۔

بادشاہ دہلی حاضر خدمت مولانا فخر الدین صاحب چشتی کے ہوا۔ موافق دستور کے آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ بعد ازاں اعلیٰ دہلی جو آیا، سب کی تعظیم فرماتے رہے۔ بادشاہ جب وہاں سے رخصت ہو کر حضرت مرزا مظہر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے موافق عادت کے کوئی تعظیم نہیں فرمائی، اور چونکہ کوئی آیا، اس کی بھی تعظیم نہیں فرمائی۔ بعد ازاں وہاں سے رخصت ہو کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں آیا، آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ اس کا وزیر بھی آیا تو کوئی تعظیم نہ فرمائی۔ بعد ازاں چوہدری شاہی سامنے آیا، اس کی تعظیم فرمائی۔ بادشاہ متعجب ہو کر مستفسر ہوا کہ اس اطفال کو کل فرمائیے، اور ہر جگہ کا دیکھا ہوا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: حضرت فخر الدین چشتی مقام توحید و جود میں ہیں، لہذا سب میں جلوت یا ران کو نظر آتا ہے، اور حضرت مرزا صاحب پر توحید شہود کا ظہر ہے، لہذا مشاہدہ عظمت الہی کے سبب سے کسی کی تعظیم روا نہیں رکھتے، اور فقیر یا بندہ شرع ہے، ہم اولوالامر ہو، تمہاری تعظیم لازم ہے، اور یہ وزیر اعلیٰ ہے، لہذا قائل تعظیم نہیں، اور چونکہ ہمارا حافظ قرآن ہے، اس واسطے میں نے تعظیم کی۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی سب مشقوں میں ایک بہت بڑی صفت جو عالم باطل کی شان ہوتی چاہئے۔ یہی ہے کہ آپ کا ظاہر باطن ایک تھا۔ جو کچھ آپ کے دل میں تھا وہی زبان سے ادا فرماتے تھے، اسی پر آپ کا عمل تھا۔ کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو یا کیسا ہی معزز، کبھی اس کی رعایت سے بات خلاف شرع اور اپنی تحقیق کے، نہ زبان سے لکھتے نہ تحریر فرماتے۔ اور رعایت مصلحت کا وہاں گزری نہ تھا۔ جس طرح دیگر علمائے مشاہیر کے یہاں اس کا رواج تھا۔

مولوی سلیمان صاحب ندوی ”حیات شہلی“ صفحہ ۲۸۱ پر لکھتے ہیں۔

مجی زمانہ ہے، جب سرسید کے مشورہ سے مولانا نے خلافت پر مسلسل ایک مضمون لکھنا چاہا، جس میں رکتوں کی خلافت کو مذہبی حیثیت سے انکار کیا تھا۔ یہ مضمون علی گڑھ پبلشرین میں چھپا کر چون کہ یہ آدھ تھا آمد نہ تھا، اس لیے دو اتمام ہی رہا۔ ۱۹۲۰ء میں جب رکن وفد خلافت کی حیثیت سے لندن گیا تھا، تو پروفیسر آرنلڈ اکثر اس مضمون کو یاد دلاتے تھے، میں کہتا تھا کہ مولانا نے لکھا نہیں لکھا یا گیا تھا۔

اس میں قطع نظر اس سے کہ جو ٹیلی صاحب کا خیال تھا، وہ حق تھا یا جو مرید کا عقیدہ تھا، درست تھا، اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ٹیلی صاحب ترکی سلطان کو خلیفہ المسلمین و امیر المومنین جانتے تھے۔ مگر مرید کے کہنے سے ان کی خلافت کے خلاف مضمون لکھا، اور اس کو بلی گڑھ بیگزین میں چھپوایا۔ اگرچہ حقیقت اس مسئلہ میں مرید کا عقیدہ درست تھا کہ سلطان ترکی قریشی نہ ہونے کے سبب خلیفہ المسلمین نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت اس مسئلہ کی پوری توضیح و تحقیق اپنے رسالہ مبارک 'دوام العیش فی الأئمة من قریش' میں فرمائی ہے۔

یوں ہی جس طرح قلب و زبان میں یکاغت و اتفاق کلی تھا، اسی طرح زبان و عمل میں بھی۔ مثلاً اپنے کو وہ محمدی سی حقّی قادری فرماتے۔ لیکن پہلی ہر مبارک میں کندہ بھی تھا۔ تو آپ پوری محمدی سی تھے، کسی بات میں کسی فعل میں خلاف سنت نہیں کیا، نہ کسی وقت کسی موقع پر نہ ہر بات میں خلاف کوئی عمل کیا، نہ قادری شرب کے خلاف کوئی بات کی۔ جس طرح دوسرے مشاہیر کیا کرتے ہیں۔ سلیمان صاحب ندوی اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۸ پر ٹیلی صاحب کے حعلق لکھتے ہیں: "بلکہ بات یہ ہے کہ وہ شدید حقّی تھے (اور میرا بھی یہ خیال ہے اور غیر مقلدین سے مناظرہ کرنا ان کے رد میں کتاب لکھنا اس پر وبال ہے)۔ پھر محمدی صاحب نے صفحہ ۲۸ پر ٹیلی صاحب کے سرورم کے واقعہ میں لکھا۔ جہاں پروتین روز تک پرند کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا، پھر مسٹر اربط کے کہنے پر کہ جہاز پر جانوروں کی گردن مروڑی نہیں جاتی، بلکہ ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کو دیکھنے کے لئے گئے، اور اس کو ذبح کو خلاف مذہب حقّی جانتے ہوئے اس کو کھایا، اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اگرچہ حنفیوں کے یہاں یہ ذبح حلال نہیں، لیکن اس مسئلہ میں چند دنوں کے لیے شافعی بن گیا تھا۔ (سزاوارہ صفحہ ۱۵)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ فشی شوکت علی صاحب سابق محرر چورنگی ساکن محلہ ذخیرہ حاجی محمد شیر صاحب علی بھٹی علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں اور حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اجداد متقدّم کا کٹر لوگ انہیں حضرت علی کا مرید جانتے ہیں۔ محرم الحرام کی کسی ابتدائی تاریخ میں حضور کی خدمت اقدس میں سیالوٹی اوڑھے ہوئے حاضر ہوئے ہیں۔ ان پر نظر پڑتے ہی اور اشارہ دیتا ہے۔

فشی جی عشر محرم تک تیس رنگ کا کپڑا پہنتا نہیں چاہئے ایک سبز کلمہ داروں کا لباس ہے، دوسرا سرخ کہ خوراج پہنتے ہیں، جنہوں نے شہادت امام عالی مقام پر خوشی منائی تھی۔ تیسرا یہ روافض کا لباس ہے۔ آپ کے سر پر سیاہ ٹوپی ہے۔

یہ سنتے ہیں فشی جی نے فورا ٹوپی اتاری، اور برہنہ سر بیٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا: اب تو آپ نے روافض کا اور شبہ اختیار کر لیا اور فورا اہم ہوا کہ اندر مکان سے میری ٹوپی منگ لو۔ یہ سن کر حاضرین میں سے ہر ایک اپنی اپنی ٹوپی اس لالچ میں کہ حضور کی ٹوپی میں لے گی فشی جی کو پیش کرنے لگا۔ مگر کیا وہ اس بات کو نہیں سمجھتے تھے؟ انہوں نے کسی کی ٹوپی قبول نہ فرمائی، اور اتنی دیر یوں ہی بیٹھے رہے، جب تک کہ حضور کی کلاہ مبارک حاصل نہ کر لی۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ میں ربیت ہلال سے پہلے روٹی کی مرزئی پہنے ہوئے تھا۔ اس کے کپڑے میں یہ بیٹوں رنگ و جوڑے تھے۔ یعنی اس کی زمین سیاہ تھی اور اس پر سرخ گلاب کے پھول اور شاخیں چٹاں بیز تھیں۔ اگرچہ اس کے پہنے رہنے سے کسی کا کھبہ نہ تھا اس لیے کہ ہر ایک جدا جدا بیٹوں رنگوں میں سے ایک ایک رنگ اختیار کرتا ہے، مگر میں نے اختیار کیا اس مرزئی کو اتار دیا۔ (ق ۱۵۱، ۱۸۳)

ماہ بتادی الاخرہ ۱۳۰۰ھ میں مفتلہ بریلی، بدایوں، شنبلی، رامپور، وغیرہ نے متفقہ طریقہ سے مسئلہ تفصیل میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کا اعلان کیا۔ اور سکھوں نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب شنبلی مصنف تحفہ السبق النظام فی مسند الامام وحاشہ ہدایہ وغیرہ کو امیر جماعت و مناظرہ کیا اور بریلی پہنچے۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت متعطل ہی رہے تھے اور غلاب کے دن قریب تھے۔ ایک نے طیب کبیر علاج تھے۔ اس کی ماضی سے یہ مشورہ ہوا کہ مسئلہ کے ایک دن قبل دعوت مناظرہ دہلی چاہیے۔ اعلیٰ حضرت یچہ مسئلہ خود ہی انکار کر دیں گے۔ اور اگر ہمت کی بھی تو طیب کی حیثیت سے وہ معالج صاحب منع کروں گے۔ بات بن جائے گی کہ مناظرہ سے فرار کیا۔ لیکن جسے خداوند عالم سر بلند کرے اُسے کون بچاؤ لکھا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فورا پہنچ مناظرہ منظور فرمایا۔ معالج صاحب نے بہت منع کیا کہ کل مسئلہ کا دن ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مرجانا منظور ہے، اور مناظرہ سے انکار کر کے بچنا مقصود نہیں۔ آخر اسی حالت میں تیس سوال لکھ کر سرگروہ جماعت جناب مولانا محمد حسن صاحب شنبلی کے پاس روانہ کر دیے۔ مولانا موصوف کی ریات کے بکھر حوالات دیکھنے کے فرمایا: ان سوالات کا جواب کوئی شخص تفصیلی عقیدہ رکھتے ہوئے نہیں دے سکتا ہے، اور اسی وقت دہلی میں سوار ہو کر مکان شریف لے آئے۔ اُس کے بعد شرع عقائد کا شاید مسکینہ بظنم المشرافہ تخریر فرمایا۔ جس میں مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت و تائید کی۔ دوسرے معاویہ نے یہ حال دیکھ کر کہیں سکنت سلم پر چل گیا اور بالکل خاموشی اختیار کی۔ جس کی قدرے تفصیل و مبالغہ فتح خیبر میں اسی زمانہ میں مطبوع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے کئی مرتبہ ان لوگوں کو دعوت مناظرہ دی، مگر دوسرے صدائے برنخواست۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم** (ق ۱۲، ۱۳)

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک سال مولانا افضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں، میں نے اور میاں صاحب بھائی قبلہ مرحوم نے مولوی حامد رضا خان صاحب اور بریلی کیا ایک مرزا جی کو، جن کا نام اس وقت خیال سے اتر ا ہوا ہے (۱۲)، اور جن کے پاس موئے شریف بھی تھا، اور خوش آواز آدمی تھے، نعت شریف کے نور کا قصیدہ پڑھنے بٹھادیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دستور یہ تھا کہ وہ بعد مغرب میرے پاس نماز عرس میں آ بیٹھتے تھے۔ مولوی حامد رضا خاں صاحب اور مرزا جی صاحب کرا شعرا نعت شریف پڑھ رہے ہیں۔

فوز اہی الخیر کر قیام گاہ و تشریف لے گئے اور مولوی حامد رضا خاں صاحب کو بھی بلوایا۔ مجھے خیال گذرا کہ کہیں مولوی حامد رضا خاں صاحب پر ناراض نہ ہوں۔ میں نے مولانا عبد القادر صاحب سے یہ خیال ظاہر کر کے انہیں سولا نا کے خیمہ میں بھیجا۔ مولوی حامد رضا خاں پہنچے چکے تھے اور مولانا عبد القادر صاحب سے اس بارے میں گفتگو آنے پر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت! میں ملا کے لیے اس طرح ایسے مواقع پر عام کے ساتھ آواز میں ملا کر لغو و ترنم سے نعت شریف پڑھنا مناسب نہیں سمجھتا اور مجھے صاحب زادہ صاحب (یعنی فقیر کے بڑے بڑے سید غلام جی الدین فقیر عالم) سے بھی مشغولی شریف کے ساتھ اس طرح پڑھنے پر نعت شریف کے اشعار پڑھوانا مناسب معلوم ہوا تھا۔ (فقیر عالم سے اشعار نعت مولانا عبد القادر صاحب نے اس سے پہلے پڑھوائے تھے)۔

جب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے بدایونی بیڑوں کی ہانڈی پیش کی۔ حضور نے فرمایا کہ کیسے تکلیف فرمائی؟ انھوں نے کہا کہ حضور کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور جواب سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر دریافت فرمایا: کوئی کام ہے؟ انہوں نے عرض کیا کچھ نہیں حضور، محض حراج پی کے لیے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا: حمایت و نوازش۔ اور قدرے سکوت کے بعد حضور نے بھر پائیں الفاظ مخاطب فرمایا: کچھ فرمائیے گا؟ انھوں نے پھر لپٹی میں جواب دیا۔ اس کے بعد پھر حضور نے دوشیرینی مکان میں بھجوادی۔ اب وہ صاحب تھوڑی دیر کے بعد ایک تعویذ کی درخواست کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے تو آپ سے تین بار درخواست کیا مگر آپ نے کچھ نہ بتایا، اچھا تشریف رکھئے اور اپنے بھائی علی احمد خان صاحب مرحوم کے پاس سے تعویذ منگا کر کہ یہ کام انھیں کے متعلق تھا، ان صاحب کو چاہی فرمایا اور ساتھ ہی حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کا اشارہ پاتے ہی مکان سے وہ مصافحی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی۔ جسے حضور نے پائیں الفاظ واپس فرمایا: 'میں ہانڈی کو ساتھ لیتے جائے، میرے یہاں تعویذ بکنا نہیں ہے' انھوں نے بہت کچھ مقدرت کی مگر قبول نہ فرمایا۔ بالآخر وہ چارے پانی شیرینی واپس لیتے گئے۔ انھیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے جہاں گیر خان صاحب قادری رضوی ساکن محلہ چھپی ٹوالہ قلعہ سے فرمایا کہ مجھے ایک چٹا منی کے تیل کی ضرورت ہے، کیوں کہ وہ تیل فروخت کیا کرتے تھے۔ چٹا منی وہ ایک پچا تیل کے کر حاضر ہوئے۔ حضور نے قیمت دریافت فرمائی۔ انھوں نے اس وقت جو قیمت تھی اس کا اظہار پائیں الفاظ فرمایا: 'وہیے تو اس کی قیمت یہ ہے مگر حضور کچھ کم کر کے اتنی وے دیں' اس پر حضور نے فرمایا: مجھے سے وہی قیمت لیجئے جو سب سے لیتے ہیں، انھوں نے عرض کیا نہیں حضور! آپ میرے بزرگ ہیں، عالم ہیں، آپ سے عام بکری کے دام کیسے لے سکتا ہوں؟ حضور نے فرمایا: میں ظلم نہیں بیچتا ہوں اور وہی عالم بکری کے دام خاں صاحب کو دیے۔ (ق ۲۹)

صحبت و عزت علما :

حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بمضمون **أَبْنَاءُ عَلِي الْكَفَّارِ رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ** جس قدر کفار و مرتدین پر سخت تھے، اسی درجہ علمائے اہل سنت کے لیے ابر کرم سرا یا کرم تھے۔ جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی، دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے، اور ان کی ایسی عزت و قدر کرتے کہ وہ خود اپنے کو اس کا اہل نہ خیال کرتے۔ خصوصاً مولانا عبد القادر صاحب اور مولانا احمد رضا خان صاحب میں جو اخلاص و محبت و اتحاد و داد کے تعلقات تھے، دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مولانا عبد القادر صاحب اپنے عزیز ترین بھائی سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے تھے۔ اپنا قوت بازو خیال فرماتے۔ اور مولانا احمد رضا خان صاحب بھی ان کو اپنا بزرگ بھائی جانتے، ان کے امر و نکر ام میں مافوق العادۃ کوئی رقیہ و فرود گداشت نہیں فرماتے۔ حتیٰ کہ ان کے سامنے حق نہ پہنچے، پان نہ کھاتے۔

جامع حالات فقیر فقرا الدین قادری رضوی فرماتا ہے کہ جس زمانہ میں قصیدہ اسمال الابراء والام الاشرار اعلیٰ حضرت کو سنایا کرتا تھا، جب اس شعر پہنچا۔

اذاحلو اتمصرت الایادی اذا و احو فصار المصربید

”جب وہ تشریف فرما ہوتے تو دیرانہ نہ شہرین جاتا ہے اور جب وہ کوچ کرتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے۔“

میں نے عرض کیا کہ یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ واقعہ ہے حضرت تاج النحل محب الرسول مولانا

عبدالغفار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی شان تھی کہ جب یہاں فر دُکُش ہوتے، عجیب رونق اور چہل پہل ہو جاتی، درود بخار روشن ہوتے، انوار و برکات کی بارش ہوتی۔ اور جب وہاں تشریف لے جاتے، باوجودیکہ صرف وہی ایک جاتے، مگر کے سب لوگ، محلہ والے، سب کے سب روتے، لیکن عجیب اداسی اور مریضیت چھا جاتی۔

دو بار گیا روگئے براتی (۱۹۶۷ء)

جانح حالات غفلت کہتا ہے کہ میرے زمانہ قیام پر بلی شریف یعنی ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۴۹ھ تک علمائے اہل سنت و مشائخ کرام و واعیان دین و ملت دو دیگر حضرات اہل سنت و جماعت برابر تشریف لایا کرتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں۔ ان سب کی خاطر و ادارات سب مرجع کی جاتی۔ اور علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کے مسرت کی جو حالت ہوتی احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ خصوصاً

☆ حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب چلی بستی

☆ حضرت ابوالوقت شیر پورہ سنت مولانا ہدایت الرسول صاحب کھنوی

☆ حضرت مولانا سراج الدین ابوالکاشا سلامت اللہ صاحب اٹھنی راپوری

☆ حضرت مولانا شاہ غلبہ راجسین صاحب رام پوری

☆ حضرت مولانا شاہ ریاست علی خاں صاحب شاہ جہاں پوری

☆ حضرت مولانا عید الا سلام شاہ عبدالسلام چلی پوری

☆ حضرت مولانا سید شاہ محمد فاکر صاحب اٹھنی الہ آبادی

☆ حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھو

☆ ادران کے صاحب زادہ حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب جناب مولانا قاضی عبدالوہید صاحب عظیم آبادی

☆ محمد عمر الدین صاحب ہزاروی نڈیل بستی

☆ حضرت مولانا سید شاہ بدیع علی صاحب الوری ثم اٹلا پوری

☆ جناب مولانا شاہ احمد علی رضا صاحب صدیقی میرٹھی

☆ مولانا شاہ حبیب اللہ صاحب میرٹھی

☆ حضرت استاد مولانا شاہ عبید اللہ صاحب الہ آبادی ثم الکانپوری

☆ مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری

☆ سولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری علی گڑھی

☆ مولانا رحیم بخش صاحب بہاری آروی

☆ مولانا سید شاہ عبدالغنی صاحب سہراوی وغیرہ وغیرہ علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت کاساں تو عیان سے باہر ہے۔ ان میں حضرت محدث سورتی اکثر و بیشتر تشریف لایا کرتے اور حضرت سیف اللہ السلول جناب مولانا شاہ ہدایت الرسول صاحب جن تشریف لاتے تو شہر بھر میں ان کے عقوں کی دھوم مچ جاتی اور جگہ جگہ (جگہ) ہونے لگتے درمہیت و دمہیت سے کم قیام کی نو بہت نہ آتی وہ زمانہ بھی عجیب چہل پہل کا ہوتا شہر بھر میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ جاتی۔

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرجع حضور چلی بستی حضور مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے یہاں تشریف لے گئے۔ دوران قیام میں ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور بیچہ شکستہ پاکی میں تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا۔ منجملہ اور حوطلین و معتقدین کے خود حضرت محدث صاحب ممدوح زیادہ پا پانگی کے پیچھے پیچھے ہو گئے۔ چونکہ کہا روں کی رفتار تیز تھی، آپ نے سہی فرمائی، یہاں تک کہ دوڑنا شروع کر دیا، اور اسی پرئیں نہ کیا، بلکہ خطین شریطن و دو غلطن کر لیں۔ شارع عام پر عام بلکہ تمام حضرات حیرت و استعجاب سے پاکی اور مولانا ممدوح کو کوکھ رہے تھے۔ نیا یک کہا روں نے کاندھا ہلنے کے لیے پاکی روکی، چونکہ حضرت محدث صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے، لہذا وہ میں پاکی کی کھڑکی کا سامنے ہو گیا۔ جس وقت اعلیٰ حضرت کی نظر حضرت محدث صاحب پر پڑی کہ بیٹی پا پانگی کے ہمراہ ہیں۔ کہا روں کو حکم فرمایا: پانی پیئیں رکھ دو۔ اور فرمایا: مولانا! یہ فحش کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: حضور تشریف تو رکھیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ محدث صاحب نے فرمایا: آپ بہت کمزور ہیں، اور ابھی مکان دور ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا تو آپ پیئیں سے واپس تشریف لے جائیے۔ جب میں پانی میں جنھوں گا۔ در نہ میں بھی پیدل چلوں گا۔ بالآخر محدث صاحب کو واپس ہونا پڑا جب پاکی آگے بڑھی۔ چونکہ حضرت محدث صاحب بھی وہاں مدعو تھے، اعلیٰ حضرت کے پہنچ جانے کے بعد ان میں صاحب نے دوبارہ پاکی حضرت محدث صاحب کے لیے بھیجی۔

حضرت محدث سورتی کہ اصول و فروع کسی ایک مسئلہ میں بھی اعلیٰ حضرت سے خلاف نہیں۔ صاحب درجہ و تقویٰ، عالم باعمل، حق گوئی کی یہ شان کہ ہر وقت ہر حال میں حق بات دو ٹوک اور فیصلہ کن کہتے ہیں۔ اعلیٰ پس و پیش نہ کیا، اس لیے اعلیٰ حضرت جب کبھی ان کو خط تحریر فرماتے، آداب و القاب اس طرح لکھتے: کُنْزُ السَّوْمَةِ، جَبَلُ الْاِسْتِقَامَةِ، ان کو اعلیٰ حضرت سے نہ صرف محبت بلکہ عشق تھا۔ اسی لیے شاید ہی کوئی مہینہ ایسا ہوتا کہ پہلی ہیبت سے بریلی تشریف لا کر اعلیٰ حضرت سے ملاقات نہ کرتے ہوں۔ ان دونوں علم و عمل، دین و دنیا، رشہ و ہدایت کے شمس و قمر کا منظر بھی قابل دید ہوتا تھا۔ پہلی ہیبت سے اکثر محدث سورتی صاحب صبح کی گاڑی سے تشریف لاتے کہ دن بھر قیام کر کے شام کے وقت واپس ہو جاتے تھے۔ اس کو اعلیٰ حضرت کی کرامت کہتے یا جس وقت حضرت محدث صاحب تشریف لاتے، کسی نہ کسی ضرورت سے اعلیٰ حضرت باہری تشریف دے سکتے اور آتے ہی ملاقات ہو جاتی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت باہر نہیں ہوتے تو اطلاع ہونے پر باہر تشریف لے آتے۔ جس وقت ان دونوں کی نظرس و چار ہوئیں۔ پہلے مصافحہ، پھر معافہ فرماتے، اس کے بعد ایک دوسرے کی دست پوی کرتے۔ پھر دونوں حضرات سائیان میں قائمین پر تشریف رکھتے، پھر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد طبعی باتیں شروع ہوتیں۔ افسوس کہ اس وقت ان کے ضبط کا خیال نہ ہوا، اور نہ خدا جانے کیسے گراں مایہ مضامین اکٹھا ہو جاتے، جس کی قدر عطا کرتے، عوام اس سے بے شمار فائدے اٹھاتے۔

ایک مرتبہ کسی ضروری فتنی کے لیے تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت کی عادت کہ یہ حسی کہ تعینف و تالیف تحریر مضامین، وجوب استغفار وغیرہ ذرا نہ مکان میں تحریر فرماتے۔ حضرت محدث سورتی صاحب ہی کی خصوصیت تھی کہ ان کی تشریف آوری کے وقت زمانہ قیام تک حضرت بھی باہری تشریف رکھتے، اور جو کچھ تحریر فرمانا ہوتا، باہری تحریر فرماتے۔ چنانچہ اس استغفار کا جواب باہری جیشے لکھ رہے تھے، کہ حدیث میرے کو خادم گیا۔ اس وقت حضرت نے لکھنا چھوڑ دیا۔ عادت کہ یہ حسی کہ جب تک لکھتے یا کتاب دیکھتے، چشمہ لگے رہے۔ جب لکھنا موقوف فرماتے، عینک کو پیشانی کے اوپر چڑھا لیتے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ شورت سائڈ تھی۔ یعنی دور کی نگاہ و اچھی نزدیک کی کثرت و حسی۔ جیسا کہ عام طور پر یوزمے لوگوں کی نگاہ ہوا کرتی ہے، اس لیے لکھنے پر حسی کی قوت چشمہ لگا کر لے، اور قارغ و ختوں میں چشمہ خارج ہو جاتا، اوپر چڑھا لیا کرتے تھے۔ اسی عادت کی وجہ سے ایک مرتبہ بہت دقت ہوئی، چشمہ حضرت نے پیشانی پر چڑھا لیا تھا۔ کچھ دیر تک لوگوں سے باتوں میں مشغول رہے، اس کے بعد کچھ لکھنا چاہا تو ذہن سے یہ بات اتر گئی کہ چشمہ اوپر چڑھا لیا ہے۔ چشمہ کی تلاش شروع کی، مگر چشمہ نہ ملا۔ اچھے ہی میں اتفاقاً منہ پر ہاتھ پھیرا تو چشمہ پیشانی پر سے ڈھلک کر آنکھوں پر آ رہا (۱۳) فرض چشمہ پیشانی پر چڑھا کر حضرت نے اتنی ہی وقت تحریر فرما دیا مگر پہلی ہیبت جانے کی اجازت نہ دی۔

تعظیم و اکرام سادات

علمائے کرام نے اپنی مستند تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت و تعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس ﷺ سے نسبت و اضافت ہے، اس کی تعظیم و توقیر کرنا۔ اور ان میں سادات کرام جزو رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر و تعظیم ہیں۔ اور اس پر پورا عمل کرنے والا میں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ الصلوٰۃ کو پایا۔ اس لیے کہ کسی سپہ صاحب کو وہ اس کی ذاتی حیثیت و ولایت سے نہیں دیکھتے، بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا جز ہیں۔ پھر اس اعتقاد و نظریہ کے بعد جو کچھ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے، سب درست و بجا ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے عقیدہ نور میں عرض کرتے ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے میں نور میں اسب گھرا نور کا

جناب سپہ ایوب علی صاحب کا بیان ہے ایک کم عمر صاحبزادے کا والد اس کے لیے کا شائہ اقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سپہ زادے ہیں۔ لہذا گھر والوں کو تا کید فرمادی کہ صاحبزادے صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ قصہ مزاحم ہیں۔ کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے، جس تنخواہ کا وعدہ ہے، وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد اقدس ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔ انھیں کا بیان ہے کہ فقیر اور برادرِ امیر سید قاسم علی کے بیت ہونے پر موقع عید الفطر بعد نماز دست بوی کے لیے عام نے ہجوم کیا۔ مگر جس وقت قاصد علی دست بوی ہوئے، حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ ہجوم لیے، یہ خائف ہوئے اور دیگر مقرران خاص سے تذکرہ کا جو معلوم ہوا کہ حضور کا یہ معمول ہے کہ موقع عیدین دوران مصافحہ سب سے پہلے جو سپہ صاحب مصافحہ کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت اس کی دست بوی فرمایا کرتے ہیں، غالباً آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوی ہوئے ہوں گے۔

توشہ غوث پاک :

انھیں کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے کسی مراد کے لیے حضور کے فرمانے پر حضور پر نور سپہ تاغوث پاک حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو توشہ شریف مانا تھا۔ جس کا نسخہ یہ تھا۔ توشہ حضور برائے قضائے حاجات و نیک مرادات (حیر) بہدفع ست مایہ کہ این توشہ اگر تو فی حق رفیع باشد پیش از حصول مقصود اور فرماید۔

مید و ندیم شکر روشن زرد (سجی) مغزیادام پتہ کشمش نارمل قرظ الاچھی سفید دارچینی
۵ مار (ماشہ) ۵ مار ۵ مار ۱ مار ۱ مار ۱ مار ۶ چمٹاٹک ۶ چمٹاٹک ۶ چمٹاٹک

ایں ہر سچ چمٹاٹک ہر بعد رات کچا کر وہ حلوا چڑھو، وہ چمٹاٹک خورنا حاصل نسخہ میں قدرست و درکم و بیش نمونہ ایں توشہ بخیر درست بقدر میسر بعمل آرد۔

(الفوز بالامال فی التوفیق و الاعمال)

ذکورہ بالا نسخہ کی نسبت حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس میں قرظ و دارچینی ہے، فی زمانہ لوگ کھانے میں تکلیف (عین) کرتے ہیں۔ لہذا ان کے بدلے چوٹی کیڑا وغیرہ شامل کرویں۔ مصارف میں تخفیف کی میت نہ ہو۔ ہاں خوش ذائقہ کرنے کے لیے اضافہ ہو جائے تو حرج نہیں۔
راقم المعروف اور اس کے احباب کئی ہاں نسخہ مستند جذیل مردج ہے۔

سوچی شکر روشن زرد نارمل کشمش پتہ مغزیادام الاچھی سفید چوٹی دھفران کیڑا
۵ مار ۱۰ مار ۵ مار ۱ مار ۱ مار ۱ مار ۶ چمٹاٹک ۱ مار ۲ مار نصف بوتل

خیر آدم ہر سر مطلب کہ جب ان کی مراد حاصل ہوئی تو وہ توشہ تیار کر کے آستانہ عالیہ ہی پر حضور سے قاصد دلانے کے لیے لے آئے۔ لہذا ایک کمرہ میں فرش بچھایا گیا۔ حضور نے فرمایا: سب حضرات و سوفر مالیں اور خود بھی تجدید و صوفریا۔ طہرہ کا دیگچہ سامنے رکھا گیا۔ حضور بعد اقدس کی جانث کہ سمت قبلہ سے ۱۸ درجہ شمال کو کہے روح کر کے کھڑے ہوئے، اور حاضرین سے فرمایا: سب صاحب کرم اللہ شریف کے بعد سات ہار درو و خیر اللہم صل علی سیدنا محمد معدن الجود و الکرم اولہ و بارک و مسلم، ایک ہار الحمد شریف، ایک ہار آیہ انکری شریف، اور سات ہار قل هو اللہ شریف، پھر تین ہار درو و خیر شریف پڑھ کر سرکارِ ہنداد کی نذر کریں۔ ان فرض بعد فاتحہ حضور نے توشہ کیا تھا، وستر خون بچھایا، اس پر کچھ اشعار چاہا لکھے جسے جسے حضور نے انھوں پر اور سادہ دسترخوان منگوا کر بچھوایا، اور فرمایا: تحریر کوئی شے نہ رکھنا چاہئے۔

دستخونان پر طرف طعام کے علاوہ کھانا تارنے والے بے تلف چلتے پھرتے ہیں۔ انہیں مطلق احساس نہیں ہوتا کہ ہمارا قدم کہاں پڑتا ہے؟ اس کے بعد ہر ایک کے سامنے نشستریوں میں حلوہ رکھا گیا اور سب نے بم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ جب سب لوگ کھا چکے فرمایا: ابھی ہاتھ نہ دھوئے چائیں، بلکہ صف بستہ روپ عراق ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ حاضرین مقیمیں درست کرتے گئے فرمایا: جس قدر سادات ہیں، وہ صف اول میں سب سے آگے رہیں گے۔ یہاں تک کہ خود بھی پیچھے کھڑے ہوئے۔ بعد و فرمایا: پہلی میں سب لوگ با احتیاط ہاتھ دھوئیں، اور مستقل پانی محفوظ جگہ پر ڈالوادیا جائے اور کھلی کرنے کی جگہ محفوظ آٹھواپانی سب لوگ پلی لیں۔ اس کے بعد دعا کی گئی۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں سادات کرام کو یہ نسبت اور لوگوں کے دو گنا حصہ بروقت تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا۔ اور اسی کا جناح اہل خاندان بھی کرتے ہیں۔

ایک سال، موقع بارہویں شریف، ماہ ربیع الاول ۱۱۸۸ھ میں، سید محمود خاں صاحب علیہ الرحمۃ کو خلاف معمول اکبر احصہ یعنی دو قشریاں شیرینی کی بلا قصد پہنچ گئیں۔ موصوف خاموشی کے ساتھ حصہ لے کر سید سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کے یہاں سے آج مجھے عام حصہ ملا۔ فرمایا: سید صاحب تشریف رکھئے۔ اور تقسیم کرنے والے کی فورا طلبی ہوئی، اور سخت اظہار ناراضی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ابھی ایک سببی (خان) میں جس قدر آسکس بھر کر لاد کر چنانچہ فورا قبیل ہوئی، سید صاحب نے عرض بھی کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا! ہاں! قلب کو ضرور تکلیف ہوئی، جسے برداشت نہ کر سکا۔ فرمایا: سید صاحب! یہ شیرینی تو آپ کو قبول کرنا ہوگی، ورنہ مجھے سخت تکلیف رہے گی۔ اور قاسم شیرینی (تقسیم کرنے والے) سے کہا کہ ایک ادنیٰ کو سید صاحب کے ساتھ کر دو، جو اس خوان کو مکاں پر پہنچا آئے۔ انہوں نے فورا قبیل کی۔

انہیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پچانک میں تشریف فرما ہیں اور حاضرین کا مجمع ہے کہ شیخ امام علی صاحب قادری وضو مالک ہوئی آئیں کریم بمبئی کے برادر خورد مولوی نور محمد صاحب کی آواز جو بسلسلہ تعلیم مقیم آستانہ تھے، باہر سے قاعدہ علی قاعدہ علی پکارنے کی کوشش گزار ہوئی۔ انہیں فورا طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: سید صاحب کو اس طرح پکارتے ہو؟ کبھی آپ نے مجھے بھی نام لینے ہوئے سنا؟ مولوی نور محمد صاحب نے ندامت سے انکسرتی کر لی۔ فرمایا: تشریف لے جائیے اور آئندہ سے اس کا لحاظ رکھیے۔

اسی تذکرہ میں فرمایا کہ شریف کہہ کر زمانہ میں چاہوں سے نکلیں بڑی سختی سے قبول کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کارکن مستورات کی جامہ تلاش کرتے تھے۔ ایک عالم صاحب مع مستورات وہاں پہنچتے ہیں، ان کے مستورات کیساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا۔ عالم صاحب کو یہ بات بہت شاق گذری اور انہوں نے رات بھر شریف صاحب کو برا بھلا کہا اور بددعا کیں دیں۔ صبح ہوتے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضور اقدس ﷺ زیارت سے مشرف ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: 'مولوی صاحب کیا میری اولاد ہی آپ کے بددعا کرنے کو رہ گئی تھی؟' پھر فرمایا: سید کو اگر قاضی حد لگائے تو یہ نہ ظاہر کرے کہ میں مزاح سے رہا ہوں، بلکہ یہ تصور کرے کہ شاہنواز سے کچھ روں میں کچھ بھرتی ہے، اسے دھور ہا ہوں۔

مکتوب مولانا سید شاہ عبدالمتین صنعی:

محبی مخلص حامی دین مشین مولانا مولوی سید شاہ ابوالسلمان محمد عبدالمتین صاحب قادری چشتی فردوسی ابوالاعلیٰ مصلحتی وممدودہ دین و مدبر عربیہ مدبر عظیم آباد سے میں نے درخواست کی کہ آپ کو بھی اگر کوئی واقعہ اعلیٰ حضرت کے متعلق معلوم ہو تو تحریر کر کے مجھے عنایت کریں، اگرچہ میں نے اخبار ہمدرد ولی و دبیر سکندری راہدور میں اس کے متعلق بھی اعلان بھی کر دیا ہے۔ لیکن خاص حضرات کو خصوصیت کیساتھ بذریعہ خط بلا قات ہو جانے پر پانی بھی فرمائیں کہ دیتا ہوں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے یہ خط مجھے تحریر فرمایا: جو نہت چاہے لیکن اصل واقعہ کے اعتبار سے تعظیم سادات سے اس کا تعلق ہے۔ اس لیے اس جگہ درج کرنا انسب معلوم ہوتا ہے۔

۷۸۶

محبی محترمی۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اخبار ہمدرد میں یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ جناب نے ایک بڑی خدمت اور اہم کام جو مسلمانان عالم کے لیے مفید اور کارآمد ہوگا، اپنے سر لیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت حامی سنت مانی بدعت مجدد مآثر حاضرہ حضرت مولانا قادری حافظ شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات جمع کر کے محترم عام پر لائیں اور ان کی پاکیزہ زندگی کو مسلمانوں کے لیے خصوصاً اور دیگر مسلمانوں کے لیے عموماً مشعل ہدایت بنائیں۔ پھر اخبار مذکور کا یہ اعلان کہ جن حضرات کو حالات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ معلوم ہوں، وہ بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیں۔ جناب کی کادشوں اور انہماک کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ طریقہ جو جناب والا نے اختیار فرمایا ہے، تدوین حالات کے لیے ازہم مفید ثابت ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کی ذمت کسی تعارف کی محتاج نہیں، ورنہ آفتاب شریعت ہما تاب طریقہ ہے۔ دنیا کا کون سا حلقہ اور مقام ہے جو آپ کی طبعی ضوفضائی سے محروم رہا ہو۔ دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے تحریطی اور افضل و بزرگی کا قائل پایا۔ حق ہے۔

علمائے عمر و فضلائے و پرخواہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں، آپ کی تحقیقات و تدقیقات کے سامنے تسلیم بھی کرتے تھے۔ ہندوستان تو ہندوستان، علمائے مکہ و مدینہ زاد ہما اللہ حرقا و تعظیحا اور دم و شام و عصر یکں سب ہی کو آپ کے علم و فضل کا مداح پایا۔

پھر فقیر کو بھی ۱۳۳۹ھ کے موسم بہار میں زیارت کا موقع ملا، یوں تو عرصہ دراز سے آپ کے رسائل مفید و تحریرات بقیہ دیکھا کرتا تھا۔ اور جزئیات غریبہ پر اعلیٰ حضرت کج جوید طوطی حاصل تھا، اس کا قائل بھی تھا، اور وحقیقت یہی رسائل و تحریرات نے زیارت کا داد دیا بھی اس فقیر کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ بالآخر جب یہ فقیر دس نکاحیہ کی تکمیل کر رہا تھا، اور تعلیم کا آخری سال گزر رہا تھا، تو برسوں کی منتائے دلی برائی، بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ طالب علمانہ شان سے اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں پہنچا۔ حضرت استاذہ سے ملاقاتیں کیں، اور دلی تہنکوں کے اکتہار کا موقع ہاتھ آیا۔ اگر بریلی یا غلطی نہیں کرتی تو کہوں گا کہ جناب مولانا مولوی قاضی رحمہ اللہ صاحب مدرسہ مدرسے مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت فیض درجست میں پہنچایا۔ اور میری پوری رہبری کی۔

یہ زمانہ تھا جبکہ تحریک خلافت و ترک موالات اپنے پورے شباب پر تھی، اور جماعت کثیرہ ان تحریکوں میں شامل تھی۔ یہ زمانہ، علیحدہ یہ فقیر بھی شدت کے ساتھ ان تحریکات کا حامی تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے جو وقت فوجتہ مجھے مل جایا کرتی تھیں، اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اور ابو الکلام (آزاد) کی باہمی گفتگو نے مجھے ان تحریکات سے برگشتہ کر دیا تھا، اور ایک قسم کی ٹیس ٹلس پیدا ہو گئی تھی، جس نے بریلی شریف پہنچانے میں محاذمت کی کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو، اور مسائل حاضر و بھی سمجھ لوں۔ چنانچہ جیسا کہ آتا تھا، اور تحریروں سے معلوم کرتا تھا کہ علیٰ بحر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں، اور اخلاق نبویہ ﷺ کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ کی زیارت نے تام و کمال فقیر پر یہ ثابیت کر دیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تحریروں میں ہوتی ہیں، وہ کم ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ فقیر سادات سے ہے، تو آپ نے بڑی عزت بخشی، اور جملہ خلوک کو چند منٹوں میں اس طرح رفع فرما دیا گویا کہ خلوک کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ پھر اخلاف کا یہ عالم کہ دو دن مجھے آپ کے اخلاق کربحانہ نے روک رکھا، اور ان دنوں میں اس فقیر نے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل کئے۔ پھر رخصت ہوتے وقت خاص کرم فرمایا کہ کچھ نقد روپے جمال آباد کی آمدورفت میں صرف ہو سکتے ہیں۔ بلکہ کچھ زائد ہی تھے۔ مرحمت فرمائے۔ فقیر نے پہلے تو انکار کیا، لیکن اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا کہ یہ تو آپ کے گھر کے عیانت کر دو ہیں، اسے لے لیجئے۔ تو فقیر نے وہ رقم لے لی، اور دایہی کے بعد ان تحریکات سے غلطی علیحدہ کی اختیار کر لی۔

پھر بعد وصال اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ چند مرتبہ عرس اعلیٰ حضرت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ بعد وصال بھی اعلیٰ حضرت کی روحانیات نے اپنے فیوض و برکات سے محروم نہ رکھا۔

وَاللّٰهُ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّا لِحَمْدِ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

فقیر الی المولیٰ تعالیٰ سپہ شاہ ابوسلمان محمد عبدالرحمان قادری چشتی فردوسی مسمیٰ ابوالعلائی غفرلہ الباری مفتی و صدر مدرس مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد پٹنہ سٹی بعد دسمبر ۱۹۴۷ء بم یکتنب۔

جامع حالات فقیر فقیر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت مکہ کی مغربی سمت، جس میں کتب خانہ یا تعمیر ہو رہا تھا۔ عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے، قیام فرما تھیں، اور اعلیٰ حضرت کا مکان مروانہ کو یا گیا تھا کہ بروقت راج حدودوں کا اجتماع رہتا۔ اسی طرح کی مہینہ تک وہ مکان مروانہ رہا۔ جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی، بے شککے کافی جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا۔ مستورات حسب دستور سا بکاس مکان میں چلی آئیں۔ اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مروانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مروانہ ہے، بے تکلف اندر چلے گئے۔ جب نصف آگن میں پہنچے تو مستورات کی نظر پڑی، جو زمانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں۔ انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں۔ ان کے جانے کی آہستہ سے جناب سید صاحب کو علم ہوا کہ یہ مکان زمانہ ہو گیا ہے۔ مجھ سے سخت لفظی ہوئی جو میں چلا آیا اور عداوت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے، کہ اعلیٰ حضرت و کمن طرف کے سا بنان سے فوج تشریف لائے اور جناب سید صاحب کو لے کر اس جگہ پہنچے، جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے اور تعینف و تالیف میں مشغول رہے اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے، جس میں سید صاحب کی پریشانی اور عداوت دور ہو۔ پہلے تو سید صاحب جقت کے مارے خاموش رہے، پھر منفرد کی، اور اپنی لاطمی ظاہر کی کہ مجھے زمانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت! یہ سب تو آپ کی باعدیاں ہیں، آپ آقا زادے ہیں و معذرت کی کیا حاجت ہے؟ میں خود سمجھتا ہوں، حضرت اہمیتان سے تشریف رکھیں۔ غرض بہت دیر تک سید صاحب کو دیکھا کرتا رہا، ان سے بات چیت کی، پان، منگوا یا، ان کو کھلایا۔ جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرہ پر آثار عداوت کے نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے چاکل تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ دوست ہوں

ہر کرخصت ہوئے۔ عجیب اتفاق کہ وہ وقت مدرسہ کا تھا اور رم اللہ خاں خادم بھی بازار گئے ہوئے تھے۔ کوئی شخص باہر کمرہ پر نہ تھا، جو سید صاحب کو مکان کے زمانہ ہو جائیگی خبر دیتا۔ جناب سید صاحب نے اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان فرمایا، اور مذاق سے کہا کہ ہم نے تو سمجھا کہ آج خوب پئے، مگر ہمارے پٹھان نے وہ عزت و قدر کی کہ دل خوش ہو گیا۔ واقعی جب رسول ہوتا ایسا ہو۔

دوسرا واقعہ بھی اس سے کم نہیں۔ ایک سید صاحب بہت غریب مفلوک الحال تھے۔ عسرت سے بسر ہوتی تھی اس لیے سوال کیا کرتے تھے۔ مگر سوال کی شان عجیب تھی، جہاں پہنچتے فرماتے: دلو! دلو! سچہ کہ۔ ایک دن اتفاق وقت کہ چنانک میں کوئی نہ تھا، سید صاحب تشریف لائے، اور سیدھے زمانہ دروازہ پر پہنچ کر صدا لگائی: دلو! سید کو۔ اعلیٰ حضرت کے پاس اسی دن ذاتی اخراجات علمی یعنی کتاب، کاغذ و غیرہ داد و پیش کے لیے دوسروں پر آئے تھے، جس میں نوٹ بھی تھے، انہی، چوٹی، پیسے بھی تھے۔ کہ جس چیز کی ضرورت ہو صرف فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصہ کو جس میں یہ سب روپے تھے، سید صاحب کی آواز سنتے ہیں ان کے سامنے لا کر حاضر کر دیا، اور ان کے روپے لیے ہوئے کھڑے رہے۔ جناب سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے، اس کے بعد ایک چوٹی لے لی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حضور! یہ سب حاضر ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا: مجھے اٹھائی کافی ہے۔

الغرض! جناب سید صاحب ایک چوٹی لے کر سیزمی پر سے اتے آئے۔ اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے، چنانک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا: دیکھو سید صاحب کو اس کدہ سے آواز دینے، صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے تو خادم حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کر دیا کرو۔

تفہیم سادات ہوتا ایسی ہو۔

سبحن اللہ وبحمدہ!

جو قدر لیے راہ گداز دیکھ رہا ہو

کیوں اپنی گلی میں وہ روادا صدا ہو

مولانا مولوی مفتی محمد ابراہیم صاحب قرطبی صرف مدرسہ شمس العلوم بدایوں نے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار گلان مارہرو شریف کی روایت سے تحریر فرمایا کہ جب میں بریلی آتا تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے۔ حسب دستور ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا: حضرت شاہزادہ صاحب! یہ انگوٹھی اور جھلے مجھے دے دیجئے۔ میں نے فوراً اتار کر دے دیئے اور وہاں سے پہنچ چلا گیا۔ یعنی سے انہیں مارہرو آیا تو میری بیٹی قاسمہ نے کہا کہ کیا! بریلی مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چٹے اور انگوٹھی تھے۔ یہ دونوں ملائی تھے۔ والا نامہ میں تحریر تھا۔ شاہزادی صاحبہ یہ دونوں ملائی اٹھیا آپ کی ہیں۔ یہ تو اعلیٰ حضرت کی سادات اور پیرزادوں کا احترام ہے۔ جزاؤ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء (ق ۲۰۱)۔

(۲۰۱)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ موسم بادش میں شب کے وقت جناب سید محمد جان صاحب قادری برکاتی لوری علیہ الرحمہ ساکن محلہ گڑھی حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں، حضور! جو میں مانگو وہ فرمادیں۔ ارشاد فرمایا: سید صاحب! اگر میرے مکان میں ہوا تو ضرور حاضر کروں گا۔ سید صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے مکان میں ہے۔ فرمایا: تو مجھے کوئی عقد نہیں ہے۔ فرمایا: کیا دو کا رہے؟ سید صاحب نے عرض کیا: صرف ۲۲ گز کپڑا کفن کے لیے چاہتا ہوں۔ چنانچہ صبح بازار کھلتے ہی ۲۲ گز زمین کا تھنگلو کر سید صاحب کے نذر کر دیا۔

جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں اور برادر مرتضیٰ علی خٹ پریشان اور دونوں کے دلوں میں یہ خیال کہ کاش! اس وقت اعلیٰ حضرت رضوی منزل کے سامنے مل جاتے تو ہمارے ذہنی دلوں پر مرہم لگ جاتا۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ ان آنکھوں نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضوی منزل کے سامنے سے انٹیشن پیادہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ برادر مرتضیٰ علی عالم از خود کھلی میں پے پائند حضور کی طرف دوڑے، مگر چند قدم چلے تھے کہ پیچھا ڈنگائے، اور چٹ لب سرگ گرد ہوش سے ہوئے۔ میں نے بجلت، بیٹھک بند کی اور تقاضا علی کو سامھ لیے ہوئے آگے بڑھ کر حضور کی دست پوی کی، اور خاموشی کے ساتھ پیچھے پیچھے ہو لیے۔ دل میں سوچتے جاتے تھے کہ حضور اس نقابت اور کنزوری کی حالت میں اتنی دور پیادہ بغیر سواری کے کیسے آگئے؟ اور یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب جو سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہتے تھے، ہمراہ نہیں ہے۔ صرف مولانا امجد علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو دیکھا کہ وہ لائین ہاتھ میں لیے ہوئے آگے آگے تھے۔ اس وقت ہم لوگ کچھ ایسے مہود ہو رہے تھے کہ کلام کرنا تو دو کاراجی جرأت نہ ہوئی کہ مولانا کے ہاتھ سے لائین اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ غرض یوں ہی خاموشی کے ساتھ چلے تک پہنچ گئے، دیکھا کہ وہ گاڑی جو ریاست رام پور کو اس وقت چھوٹی تھی، جارہی ہے۔ ادھر سواریاں بھی یکے تا نگہ دغیرہ میں برابر شریک طرف آ رہی تھیں۔ اس وقت مولانا امجد علی صاحب نے حضور سے عرض کیا۔ معلوم ایسا ہونا کہ میاں (حضرت مہدی میاں صاحب سجادہ نشین مارہرو شریف) تشریف نہیں لائے، گاڑی تو رام پور والی چھوٹ گئی، جو سواریاں آنے والی تھیں وہ بھی شہر کی طرف آ نکلیں، اگر تشریف لاتے تو اب تک ملاقات ہو جاتی، غرض وہاں سے واپس ہوئے اور محلہ قردالان میں آ کر اس راستے سے جو گھٹوں کی گھیر والی مسجد کہ سامنے سے ہماری پلو کی بڑ دیہ میں پہنچتا ہے۔

اسی راستہ سے مکان تشریف لائے۔ اس وقت مولانا امجد علی صاحب سپہ چلا کہ حضرت مہدی میاں صاحب نے حضرت کو اطلاع دی تھی کہ میں مارہرہ شریف سے آ رہا ہوں اور رام پور جا رہا ہوں کسی کو اسٹیشن پر ملی جکشن بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضور نے شاہزادگان میں سے کسی سے فرمایا تھا کہ اسٹیشن چلے جانا۔ تمہیں خیال نہ ہو یہاں تک کہ مغرب کی نماز کے بعد حضور انور تشریف لے گئے، اور ایسے ہی پھاٹک میں آ کر در یافت فرمایا کہ کوئی اسٹیشن گیا معلوم ہوا کہ نہیں، اس لیے خود تمہارا کندھیرے میں پا پیارا حضور چل دیئے۔ میں یہ کیفیت دیکھ کر پھاٹک سے لائٹین لے کر دوڑا، اور کچھ دور چل کر حضور کیساتھ ساتھ ہو گیا اس کیبعد ہم لوگوں نے اپنا قصہ مولانا نے عرض کیا اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ حضور چونکہ اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں۔ لہذا بظاہر حضرت مہدی میاں صاحب کے لیے تشریف لے گئے تھے، مگر باطن ہم لیاؤں کے قلوب کو اپنے دیدار سے تسلی و تشفی کرتا تھی، اس لیے آپ کی بھی زبان بند لگی جاتی ہے کہ آپ بہادری پور کی بڑی میں یہ نہیں کہتے کہ غوی منزل کی طرف سے مسافت زائد ہو گئی۔ (از جلد چہارم)

تعظیم حجاج وزائرین مدینہ

جناب سید ایوب علی خان صاحب کا بیان ہے کہ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے، پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا، فوز ان کے قدم چوم لیتے۔ اور اگر نفی میں جواب ملا، پھر مطلق مخاطب نہ فرماتے۔ نہ التفات فرماتے۔ ایک بار ایک حاجی صاحب حاضر ہوئے، چنانچہ حسب عادت کریمہ یہی استفسار ہوا کہ سرکار میں حاضر ہوئی؟ وہ آبدیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں۔ ہاں حضور! مگر صرف دو روز قیام رہا۔ حضور نے قدم پوی فرمائی اور ارشاد فرمایا: وہاں کی سائیں بھی بہت ہیں، آپ نے تو مجھ اللہ ورون قیام فرمایا۔

انہیں کا بیان ہے کہ دوران قیام مدینہ منورہ سولہ شوال ۱۳۲۵ھ میں فقیر سے چند ہندی حجاج قیام گاہ پر ملاقات کے لیے تشریف لاتے ہیں، جن میں مستزی غلام نبی صاحب قادری رضوی بریلوی ساکن حلقہ مسجد نیاریان بھی آتے ہیں۔ میں نے اعلیٰ حضرت کے تذکرہ کے دو سیان جناب صدر الشریعہ مولانا مولوی حاجی مفتی حکیم ابوالاعلیٰ محمد علی صاحب رضوی دکنی حرمین طہین کا واقعہ بیان کیا کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ تاریخ آمد پر بنفس نفیس دلیوے اسٹیشن پر تشریف لائے تھے۔ مختصر یہ کہ یہ جلوس بڑی شان و شوکت کیساتھ نعت خوانی کرتا ہوا آستانہ آیا، اور یہاں حاج الخبیب مولوی جمیل الرحمٰس کا صاحب نے ابھی نعت شریف شروع نہیں کی تھی کہ حضور نے

بھئی سہانی صبح میں شندک جگر کی ہے
کیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

پڑھنے کی فرمائش کی۔ جس کو سن کر تمام مجمع عجیب پر کیف حالت میں تھا۔ اس کے اختتام پر حضرت صدر صاحب ممدوح نے کچھ رقم نکال کر جناب حاجی شاہ علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (غابر دارہ اعلیٰ حضرت) کو بنفرض شیرینی دی۔ اور حاج الخبیب علیہ الرحمۃ سے ذکر میلاد پڑھنے کو فرمایا: مجمع کافی ہو گیا تھا۔ چنانچہ شیرینی آنے پر قیام ہوا۔ ویرانہ ہو گئی تھی، جو ام فاقہ ہونے سے پہلے ہی جانے پر آمادہ تھے۔ لہذا حضور نے فرمایا: نیت پر مدار ہے، یو ہیں تقسیم شروع کر دو۔ (قر ۲۸۹-۲۹۰)

مزاح و ظرافت

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جدی سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے، اس سفر میں ان کے بہنوئی بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے میرے خادم غلام نبی سے اس کی ذات پوچھی۔ اس نے جواب دیا ہم پنہان ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا تو تم ہمارے بھائی ہو، انہوں نے غلام نبی سے دریافت کیا، تم کون سے پنہان ہو؟ چونکہ وہ بوجہ لڑکپن دتاوا بھی جواب نہ دے سکتا تھا، اور بار بار کے سوال سے چڑھ گیا۔ اس نے کہا میں کون پنہان؟ چہر پنہان ہوں۔ اس پر مولانا نے ازراہ حراج اپنے بہنوئی سے فرمایا کہ یہ آپ کے بھائی ہیں، اور اپنے کو چہر پنہان بتاتے ہیں تو یہ آپ کی ال آج معطوم ہوئی کہ آپ چہر پنہان ہیں۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور مسجد سے تشریف لارہے تھے، دیکھا کہ ایک بازیگر کے پاس لوگوں کا مجمع ہے، اور پانی کا بھرا ہوا کنوڑا ایک ڈور کا سرا ڈال کر اسے اٹھا رہا ہے۔ حضور نے اپنے پائے مبارک سے اپنا جوتا اتار کر اس کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا کہ تو اسے تو لوٹ وے۔ بھلا وہ کیا فس ہے جس کرتا آخرا کہن کر کا شانہ قدس میں تشریف لے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ جیلانی میاں سلمہ کی تقریب فتنہ بہت دھوم دھام سے منائی گئی تھی۔ اعزاء واقربا اور شہر کے رؤ و عام خاص سب شریک تقریب تھے۔ جس مکان میں فتنہ ہونے والا تھا، سب کو وہاں چلنے کے لیے کہا گیا۔ سب لوگ روانہ ہوئے، تو کسی نے حضور سے بھی تشریف لے چلنے کے لیے عرض کیا۔ ارشاد فرمایا: میں تو اس موقع پر کبھی جاتا نہیں ہوں، اپنی دفع میں مجبوری تھی۔ (ق ۱۳۸-۱۳۹)

ادبی لطیفہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ الصرح کے جہاں دوسرے علمی کارنامے جدا جدا حصے قذوق ہیں، ادبی لطیفہ بھی اپنی شان میں خاص جگہ رکھتے ہیں، اگر سب قلم بند ہو جاتے تو شاہنشین ادب کے لیے وہ مجموعہ ایک نایاب تحفہ ہوتا۔ مگر جو کچھ یاد ہیں، لکھتے جاتے ہیں۔

کسی آریہ نے اپنے مذہب کے متعلق ایک کتاب لکھی، اور اس کا نام "آریہ دھرم پر چار" رکھا۔ جب وہ کتاب چھپی تو مصنف نے ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ حضرت نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر جگہ جگہ پر اس کا ردحاشیہ پر لکھا، اور اسی طرح جلی قلم سیاہ روشنائی سے پر چار کے بعد "عرف" بڑھا دیا۔ (اس طرح کتاب کا نام "آریہ دھرم پر چار عرف" ہو گیا۔ ۱۲ رضوی)

ایک رافضی نے اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب لکھی اور عربی ادب کا اپنے جاننے اس میں بہت لحاظ کیا، اور ضائع و بدائع کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام "جناس الاناس" رکھا، اور ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کے پاس بھیجا۔ حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد مجھے یاد ہے کہ آج کی ڈاک سے یہ کتاب آئی ہے۔ اب جو میں اس کا نام پڑھتا ہوں، تو "جناس الاناس" ہے۔

حیرت میں پڑ گیا کہ مصنف نے یہ کیا نام رکھا ہے؟ جب غور سے دیکھا تو "جناس" کے ادل "ان" پڑھا ہوا ہے، اور جناس کو ملا کر "ن" کا شوشہ غائب ہو گیا۔ دوسرے نقطہ سے لاکریسیا سے بھر دیا کہ پھول معلوم ہونے لگا۔ "ج" کے اوپر "ر" پڑھا دیا، خاصہ "جناس الاناس" ہو گیا۔

مولوی خرم علی صاحب بھٹوری مشہور ہو پائی ہیں۔ ان کی ایک کتاب مشہور و مشرک کر ہے، جس کا نام نصیحة المسلمین ہے۔ لیکن باتیں دہی ہیں، جو "تقویۃ الایمان" میں ہیں۔ مطبع والے نے مصنف کا نام اس طرح ملا کر لکھا غرض مغل۔ میں نے جس زمانے میں حضرت کا کتب خانہ درست کرنا شروع کیا، ایک کتاب دیکھی، جس کا نام انصیحة المسلمین ہے، اور مصنف کا نام "قرہ معلیٰ" دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کتاب مذاق کی ہے، اس لیے نام ہی ایسا ہے، اور مصنف کا نام بھی ویسا ہی ہے۔ اب جو غور کر کے دیکھتا ہوں تو "نصیحة" کے تون کو سرورے "عرف" بنا دیا گیا، اور "م" پر نقطہ پڑھا ہوا ہے، اور اس طرح اس کتاب کے نام کو مطابق مسکنی قرار دیا ہے، اور مصنف کا نام کا جب نے بدلا لکھا، خرم کے "م" کو "علیٰ" میں ملا کر "معلیٰ" کی شکل کا لکھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس پر عرب لگا گیا ہے۔

تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی معروف و مشہور کتاب ہے کہ شروع سے اخیر تک شرف و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے "قی" کے دو نقطوں کو اس طرح ملا دیا کہ ایک نقطہ معلوم ہونے لگا، اور بجائے تقویت الایمان، تقویت الایمان ام ہانسی ہو گیا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس ﷺ کی توہین آمیز کتاب کا نام حفظ الایمان رکھا۔ اعلیٰ حضرت نے "ف" کو اس طرح بنا دیا کہ "ب" کا شوشہ معلوم ہوا، اور "ج" کو "ب" کو نقطہ دے کر (ذ کے نقطہ پڑھا دیا اور اس کا صحیح نام ضبط الایمان کر دیا۔

جب مسئلہ اذان غانی جمعہ میں اعلیٰ حضرت نے مردہ سنت کو زندہ کیا۔ (کہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ اور غلام احمد بن رضوان اللہ تعالیٰ علیہما رحمین، بلکہ شام کے زمانہ تک بیرون مسجد اور کرائی تھی۔ اور باوجود تصریحات فقہائے کرام، کہ اذان مسجد میں کرنا ہے۔ لوگ مسجد کے اندر غلبہ کے سر پر دینے کے عادی ہو گئے ہیں) اور خلاف شرع دم و روح کی اصلاح چاہی۔ بعض علمائے اہل سنت نے بھی اس کا خلاف کیا۔ اس میں چٹیں چٹیں جناب مولانا عبد الغفار خان صاحب رام پوری تھے، کہ باوجود افہام و تفہیم اپنی ضد پھاڑے رہے۔ جس کا مفصل حال ان رسائل سے معلوم ہوگا، جو اس بحث میں تحریر ہوئے، اور چھپ کر حلقہ میں بکھرتے شائع ہوئے۔ اخیر میں مولانا عبد الغفار خان صاحب رام پوری نے انتہائی کدو کاوش سے ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام رکھا

حبیل اللہ المتعین لہدم آثار المبعدين مگر یہ دائرو میں اس طرح لکھا۔ حبیل اللہ متعین

لہدم

آثار المبعدين

اعلیٰ حضرت کے پاس جب دو رسالہ بچا، اولین نگاہ میں فرمایا: مولانا عبد الغفار خان صاحب نے اپنے رسالہ کا نام بہت عمدہ رکھا ہے۔ لوگ شوق سے متوجہ ہوئے کہ اعلیٰ حضرت اس کا نام کیا فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ رسالہ سب کے سامنے تھا۔ جب سب لوگوں کا اشتیاقی ملاحظہ فرمایا۔ اور شاد ہوا:

مولانا نے اس کا نام **آثار المبعدين لہدم حبیل اللہ المتعین** رکھا ہے۔ اس لیے کہ جو نام دائرو میں لکھا جاتا ہے، اس کے پڑھنے

کا یہی قاعدہ ہے کہ نیچے سے اوپر پڑھا جاتا ہے۔ اسی لیے اس کا نام **آثار المبعدين لہدم حبیل اللہ المتعین** ہے۔

جب حجۃ الاسلام مولانا شامہ رضا خاں صاحب نے اس رسالہ کا رد لکھا، تو اس میں ان کے رسالہ کا یہی نام تحریر فرمایا۔ اور حاشیہ میں یہی وجہ لکھی۔ جب رسالہ چھپ کر شائع ہوا، اور جناب مولانا عبد الغفار صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا، تو انہوں نے نہایت سادگی کے ساتھ کیا کہ مولانا کا نظم دیکھنے میرے رسالہ کا نام انہوں نے **آثار المبعدين** قرار دیا، اور ہم لوگوں کو جنتہ بنا دیا۔ مجلس مولانا مقبول احمد خان صاحب درہنگوی

بہادی سابق مدرس حدیث مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ علیہ السلام و صدر مدرس مدرسہ سیدہ یوسف شریف دیکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا:

جنتاب! مبتدع تو پہلے آپ ہی نے ان کو خطایہ رسالہ کا نام **حبل اللہ المتین لہدم آثار المبعدين** رکھا، انہوں نے اس کو لوٹ دیا۔ عطاءے تو ہلکائے تو، رہا نام کا بدل دینا۔ یہ خوب آپ کے مطیع کی نلعلی تھی۔ نام دائرہ میں لکھ کر انہوں نے خود اس کا موقع دیا۔ مولانا پر کیا الزام ہے؟

فقیر غفرلہ کہتا ہے کہ بعض حضرات جن میں دینی تھلپ نہیں، وہ وان ناموں کے تبدیل سے شاید خوش نہ ہوں گے، بلکہ سمجھیں گے کہ نامناسب بات ہوئی۔ ان کو مظلوم ہونا چاہئے کہ نہ مے ناموں کو بدل دینا خود حضور اقدس ﷺ کی عادت کر رہی تھی۔ اور خلاف واقعہ بات سے کون سی بات بری ہوگی۔ خلاف واقعہ نام بالکل اس معصرع کا مصداق ہے۔

کارشچاں کی کندناش ولی

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے خیالات کا آئینہ ایک رسالہ لکھا، اور اس کا نام رکھا: سبیل الرشاد قالاً مطیع مہجائی میں طبع ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جب دو رسالہ آیا، اس کو ملاحظہ فرما کر ٹائل پر اس کے نام کے اوپر بڑھا دیا **قَالَ فِرْعَوْنُ مَا اِرِيكُمْ اِلَّا مَا اَرَىٰ وَ مَا اَخْبِيْكُمْ** تو سبیل کر فرعون کا متعلق ہو گیا، جو سورہ مومن (۲۹/۲۰) میں ہے: **قَالَ فِرْعَوْنُ مَا اِرِيكُمْ اِلَّا مَا اَرَىٰ وَ مَا اَخْبِيْكُمْ اِلَّا اَسْتَبِيْلُ الرَّشَادِ فِرْعَوْنُ** بولا، میں تو تمہیں دینی بھاتا ہوں جو میری سوجھ ہے، اور تمہیں نہیں دکھاتا ہوں مگر سبیل الرشاد (ق ۶۸، ۵۹)

ایک مرتبہ یوہند سے ایک رسالہ کسی نے بھیج دیا، اس کا نام تھا القاسم اعلیٰ حضرت نے قلم سے وچن لکھ دیا۔ محروم یہ قصہ شہر میں مشہور ہوا تو ایک بہت بڑے دہائی نے بڑے تاسف کے ساتھ کہا کہ رسالہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا۔ اور کہا گیا تھا تو اعلیٰ حضرت تک کیوں پہنچایا گیا۔ (ق ۶۵)

حاضر جوابی

پہلی ہیئت میں ایک دعوت میں حضرت محدث صاحب دراعلیٰ حضرت تشریف فرما تھے۔ دسترخوان بچانے سے بچتر میزبان نے آفتاب و شمس لیا کہ ہاتھ دھوایا جائے۔ حضرت محدث صاحب نے عام عربی دستور کے مطابق میزبان کو اشارہ کیا کہ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں۔ اعلیٰ حضرت نے بردست فرمایا کہ:

آپ محدث ہیں اور اعلم بالسنہ ہیں، آپ کا فیصلہ بالکل حق اور آپ کی شان کے لائق ہے، کیونکہ سنت یہ ہے کہ اگر ایک مجمع مہمانوں کا ہو تو سب سے پہلے چھوٹے کا ہاتھ دھلایا جائے اور آخر میں بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے، تاکہ بزرگ کو ہاتھ دھونے کے بعد دوسرے کے ہاتھ دھلنے کا انتظار نہ کرنا پڑے، اور کھانا ختم ہو جانے کے بعد سب سے پہلے بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے، میں شروع میں ابتدا کرتا ہوں، لیکن کھانے کے بعد آپ کو ابتدا کرنی ہوگی۔

مولانا سید محمد محدث کچھو چھوی کا بیان ہے کہ اس دسترخوان پر میں بھی حاضر تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ارشاد پر حضرت محدث صاحب کا ہاتھ بڑھا کر طشت کو اپنی طرف کھینچ کر سب سے پہلے میرے ہاتھ دھلائے جائیں، اور اعلیٰ حضرت کا مسکراتے ہوئے چہرے سے فرمانا کہ اپنے فیصلہ کے خلاف عمل درآمد آپ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ دلچسپ اور خوشگوار نقشہ جب آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو مجھے بھی اس کا لطف تازہ ہوتا ہے۔

(ق ۶۲، ۶۵)

مولوی اعجاز الدین خان صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر کا چودھواں سال تھا، اقامت کا کام حضرت نے اپنے ۳ سال لیا تھا کہ ایک شخص رامپور سے حضرت اقدس امام کفعمین مولانا تقی علی خان صاحب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے، اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی کا فتویٰ جس پر اکثر علماء کی موابیر و دھواں ثبت تھے، غیث خدمت کیا، حضرت نے فرمایا کہ کمرہ میں مولوی صاحب ہیں، ان کو دے دیجئے، وہ لکھ دیں گے۔

وہ کمرہ میں گئے اور آکر عرض کیا کہ کمرہ میں مولوی صاحب نہیں ہیں، فقط ایک صاحبزادہ صاحب ہیں۔

فرمایا: انہیں کو دے دیجئے، وہ لکھ دیں گے۔

انہوں نے کہا: حضور میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا۔

حضرت نے فرمایا: آنکھل دی فتویٰ لکھا کرتے ہیں، انہیں کو دے دیجئے، اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا: اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت نے اُس کی تصدیق و تصویب فرمائی۔ پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علماء کے پاس لے گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا شاد ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر انہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی۔

جب والی رامپور اب کلب علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا۔ آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا، اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علماء کی ایک رائے ہے، صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا، حضرت تشریف لائے، تو اب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔

حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھیے کہ صاف فرمایا: فی الحقیقتہ دسی حکم صحیح ہے، جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ تو اب صاحب نے پوچھا: پھر اسے علماء نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا: ان لوگوں نے مجھ پر احماد میری شہرت کی وجہ سے کیا اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی، ورنہ حق دسی ہے، جو انہوں نے لکھا ہے۔ یہ سن کر تو اب صاحب کو اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا شوق ہوا۔ (ق ۱۳۳، ۱۳۴)

جناب شیخ افضل حسین صاحب اعلیٰ حضرت کے خسر افسر اکاؤنڈنٹ قسریہ رکھتے تھے۔ ان سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں، یہ مولانا احمد رضا خان صاحب کون شخص ہیں؟

جناب شیخ موصوف نے فرمایا: وہ حضور کا عزیز ہے۔ جناب شیخ صاحب موصوف ریاست رامپور میں گورنمنٹ کی طرف سے ڈاکخانہ میں ملازم تھے، اور تو اب صاحب اور ریاست کے بہت بھر دیتے۔ جس کی وجہ سے تو اب صاحب کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی۔ جب تو اب صاحب کو معلوم ہوا کہ مفتی مولانا احمد رضا خان صاحب شیخ صاحب کے خویش ہیں، اور مصدق جناب مولانا تقی علی خان صاحب شیخ صاحب کے مدعی ہیں۔ تو تو اب صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے خلیق کو بلائیے، ہم ان کو کھانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حسب طلب و دعوت شیخ صاحب، اعلیٰ حضرت قبلہ رامپور تشریف لے گئے۔ جناب شیخ صاحب اپنے ساتھ تو اب صاحب کے یہاں اعلیٰ حضرت کو لے کر گئے۔

جس وقت اعلیٰ حضرت کو اب صاحب کے یہاں پہنچے چونکہ جیلے پکے تھے نواب صاحب نے دیکھ کر بہت تعجب کیا اور اپنے ساتھ پلنگڑی پر بٹھا لیا اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرنے لگے۔ اسی درمیان نواب صاحب نے مشورہ دیا کہ ایشاء اللہ آپ فقہ و دینیات میں بہت کمال رکھتے ہیں، ہجرت ہو کر مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی بھی تشریف لے آئے۔ نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف کرایا اور اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔ جس طرح حصول صاحب صرف مالدار ہی نہیں ہوتے بلکہ مال ان کے سر پر سوار ہوتا ہے اسی طرح بعض علماء بھی صرف عالم ہی نہیں ہوتے، بلکہ علم ان کے سر پر سوار ہوتا ہے۔ ایسے لوگ دوسرے علماء کی کوئی وقعت و عزت کرنی جانتے ہی نہیں۔ بلکہ دوسرے کی شان میں بلاوجہ توہین و تحقیر آمیز کلمات و الفاظ استعمال کرنا شان علم خیال کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سے علامہ خیر آبادی نے دریافت کیا۔ منطلق کی کتاب کہاں تک چڑھی ہے؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ قاضی مبارک؟

یہ سن کر علامہ خیر آبادی نے دریافت کیا۔ جہذبہ پڑھ چکے ہیں؟

جس دماغ اور شان سے مولانا نے یہ سوال کیا، اسی انداز پر جواب دیا گیا۔ آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد جہذبہ پڑھا جاتی ہے؟ یہ جواب سن کر مولانا نے خیال فرمایا کہ ہاں یہ بھی کوئی شخص ہے، اس لئے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا۔ عربی میں آپ کا مشغل کیا ہے؟ فرمایا۔ تدوین، التواء، تصنیف۔ فرمایا کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد و ہایہ میں۔

علامہ خیر آبادی مرحوم جی تھے، مگر سنی گشت تھے، خاص حمایت دین کا کوئی حق و ولولہ دل میں نہ رکھتے تھے، فرمایا۔ آپ بھی رو پڑتے ہیں؟ ایک وہ ہمارا بدایونی شبلی ہے کہ ہر وقت اسی خطبہ میں جملہ کہتا ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت تاج اھل محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی کی طرف اشارہ تھا۔ اسے بڑے عالم کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا علامہ خیر آبادی کو زیب آتی؟ یہ ناظرین کی فہم سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ ممکن ہے کہ دونوں میں بے تکلفی اور آپس کی محبت کا اثر ہو، اس لئے کہ حضرت تاج اھل فضل حق خیر آبادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے شاگرد رشید اور علامہ عبدالحق صاحب مرحوم کے استاد بھائی، رفیق اور ساتھی تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت ان کی حمایت دین و دکانیت مسندین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے۔ اس لفظ کون کر بہت کبیدہ ہوئے اور فرمایا۔ جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا رد حضرت مولانا فضل حق صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حضور کے والد ماجد نے کیا۔ اور تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ مستقل کتاب مولوی اطمینان کے رد میں تصنیف فرمائی۔

یہ سن کر مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا۔ اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلے میں رہی تو مجھ سے چڑھا نا نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا کہ یہ شخص سے منطلق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیانِ سنت کی توہین و تحقیر نہ ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کر دیا۔ یہ حضور کی بات کا ایسا جواب دیا۔

اس کے بعد کچھ دنوں راپور میں قیام فرمایا اور جناب مولانا عبدالحق صاحب بدایاتی سے شرح چھبسنی پڑھی۔ (۱۳) پھر مکان واپس تشریف لائے۔

قوتِ حافظہ

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے کہ ایک سال اور رمضان شریف میں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں احکام کیا، میں نے سحر کے وقت قرآن شریف پڑھنے میں غلطی کی۔ حضرت آرام فرما رہے تھے۔ مگر بیدار تھے۔ مجھے دو غلطی بتائی، میں نے دوبارہ پڑھا۔ فرمایا: اب مجھ سے سنو ادبی رکوع پڑھا۔ کچھ دیر کے بعد صبح کی نماز میں بے تکلف وہی رکوع پڑھ دیا۔

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز حضور نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظہ لکھ دیا کرتے ہیں، مالا لکھ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظہ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنائیں، دوبارہ مجھ سے سن میں۔ بس ایک ترتیب ذہن نشین کر لیتا ہے۔ اور اسی روز سے دو شروع فرمادیا، جس کا وقت غالباً عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے ہمارا جم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لئے کہ پہلے روز کا شامہ اقدس سے آتے وقت سورہ بقرہ شریف تلاوت میں تھی۔ اور دوسرے روز تیسرا پارہ قرأت میں تھا، جس سے پتہ چلا کہ روزانہ ایک پارہ دیا فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ اور شواہد عالی کے یاد نہیں ہیں۔ مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ محمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بخوش یاد کر لیا، اور یہ اس لئے کہ ان بندگانِ خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے، میں ایک مرتبہ میرٹھ سے بریلی گیا۔ معطوم ہوا طبعیت سا ساز ہے، ڈاکٹروں نے ملنے اور ہاتھ کرنے سے منع کر دیا ہے، اس وجہ سے شہر سے باہر ایک کٹھی میں مقیم ہیں، اور وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر چونکہ مجھ سے لوگ واقف تھے، مجھے بتاتا دیا، جب میں پہنچا تو دیکھا کہ کٹھی کا دروازہ بند ہے، دستک دینے پر ایک صاحب آئے اور نام پوچھ کر اندر اطلاع کو گئے۔ جب وہاں سے اجازت ملی جب آکر دروازہ کھولا۔ دیکھا بڑا امکان ہے، اور صرف دو ایک آدمی ہیں، نماز پڑھ کر حضرت اپنے پلنگ پر رونق افروز ہوئے، ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھے بعد چار صاحب پہنچے۔

۱۔ مفتی اعظم حضرت مولانا معطی رضا خان صاحب

۲۔ صدر الشریعہ جناب مولانا امجد علی صاحب

۳۔ جناب مولوی حسرت علی خان صاحب

۴۔ ایک اور کوئی صاحب۔

یہ چاروں صاحب حضرت کے پلنگ کے پاس جو کرسیاں تھیں، ان پر بیٹھ گئے، اعلیٰ حضرت نے ایک گڈی خلطو کی مولانا امجد علی صاحب کو دے کر فرمایا: آج میں خطا آئے تھے، ایک میں نے کھول لیا ہے، یہ آفتس گن لیجئے۔ انہوں نے آفتس گن کر ایک لفاظ کھولا، جس میں کئی روق پر چند سوالات تھے۔ وہ سب سنائے، حضرت نے پہلے سوال کے جواب میں ایک فقرہ فرمایا۔ وہ لکھ کر پھر حضور! کہتے۔ وہ سلسلہ واراں کے آگے کا فقرہ فرمادیا کرتے۔ اور دوسرے صاحب نے حضور کہنے کے درمیان میں اپنا خط سنانا شروع کیا۔ جب یہ حضور کہتے، وہ رک جاتے، اور جب یہ فقرہ سن کر لکھنے لگتے، تو وہ اپنا خط سنانے لگتے۔ اسی طرح انہوں نے اپنا خط ختم کیا، اور ان کو بھی اگلے پہلے سوال کے متعلق جو فقرہ مناسب تھا، وہ ارشاد فرمادیا، اب دونوں صاحب اپنا اپنا فقرہ ختم کرنے کے بعد حضور کہتے اور جواب ملنے پر لکھنا شروع کرتے۔ اسی حالت میں ان دو حضور حضور سے بچتا وقت بچتا، اس میں تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کیا۔ اور اسی طرح ختم کر کے جواب لکھنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت پید آ گیا۔ اور ایک صاحب جو میرے قریب بیٹھے تھے، اسی حالت میں کچھ مسئلہ پوچھے، جنہیں سن کر مجھے بہت ملال آیا، اور قصہ ہوا کہ اس شخص کو ایسی حالت میں سوال کرنے کا کچھ خیال نہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت نے ذرا مہربانی ملال نہ فرمایا، اور بہت اطمینان سے ان کو بھی برابر جواب دیئے۔ (میں نے اپنی عمر میں ایسے حافظے کا کوئی شخص نہیں دیکھا) اسی طرح وہ آفتس خط پورے کئے گئے، اور معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے کام اور بات کرنے کو منع کرنے کے جواب میں حضرت نے صرف یہ مان لیا تھا کہ شب کو اپنے ہاتھ سے تحریر نہ فرمائیں گے۔ اس کا یہ اہتمام تھا، اور دن بھر خود تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اور اس قدر جلد تحریر فرماتے تھے کہ کئی مضمون کو اعلیٰ حضرت کے ایک دن کے لکھنے کی نقل کرنا دشوار ہوتا، اور شب کو اسی طرح کام کیا جاتا تھا۔

(۳۷، ۳۶)

مولانا سید محمد صاحب کچھ چھوٹی کا بیان ہے کہ جب دارالافتاء میں کام کرنے کے سلسلے میں میرا بریلی شریف میں قیام تھا، تو رات دن ایسے واقعات سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہو جاتے، ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والے واقعات وہ علمی حاضر جوابی تھی، جس کی مثال سننے بھی نہیں ملتی۔ مثلاً استقامت آیا، دارالافتاء میں کام کرنے والوں نے پڑھا، اور ایسا معطوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا، اور جواب جزیہ کی شکل میں نذر سکے گا، فقہاء کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: جب

میں نے قسم کے سوالات آرہے ہیں۔ اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا: یہ تو بڑا بڑا انسان ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدر کے فلاں صفحہ میں، ابن عابدین نے رد المحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحہ پر، فتاویٰ حنفیہ میں، خیر بہ میں، یہ بہارت صاف صاف موجود ہے۔ اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ، سطر، اور بتائی ہوئی عبارت میں ایک لفظ کا فرق نہیں۔ اب خدا حافظ و کمال نے علماء کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔

ایک مرتبہ چندہ یمن کا مسافر آیا۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کی رائے میں مولانا سید محمد صاحب نے فن حساب کی تحصیل یا ضابطہ کی تھی، اور نہ پائی کا حساب بالکل آسانی سے کرتے تھے، لہذا یہ مسافر انہیں کے سپرد کیا گیا۔ مولانا سید محمد صاحب کا بیان ہے کہ ان کا سارا دن اسی مسافر کے حل کرنے میں لگا گیا۔ شام کو اعلیٰ حضرت کی حادثہ کریمہ کے مطابق جب بعد نماز عصر پھاٹک میں نشست ہوئی اور فتاویٰ پیش کئے جانے لگے تو میں نے بھی اپنا قلم بند کیا، ہوا جواب اس امید کے ساتھ پیش کیا کہ آج اعلیٰ حضرت کی دادوں کا۔ پہلے اشتکا دینا یا۔

فلاں مراد، اور اسنے داوت چھوڑے، اور پھر فلاں مراد، اور اسنے چھوڑے۔ فرض چندہ موت واقع ہونے کے بعد فروع پر ان کے حق شرعی کے مطابق ترکہ تقسیم کرنا تھا۔ مرنے والے تو چندہ تھے مگر زندہ داوت کی تعداد بچاؤ سے اوپر تھی۔ اشتکا فتم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا، فلاں کو اتنا حصہ دیا۔

اس وقت کا میرا حال دنیا کی کوئی لغت ظاہر نہیں کر سکتی، علوم اور معارف کی یہ غیر معمولی حاضر جولیاں جس کی کوئی مثال سننے میں نہیں آئی۔

(۶۶، ۶۵ ق)

مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے کہ میرے بریلی قیام کے زمانہ میں حضرت کا ماہ لجنہ ہوا، جس میں میں سہیل ہوتے ہیں۔ مگر کام مسلسل جاری رہا۔ عزیزوں نے یہ دیکھ کر منع کیا، مگر مانے۔ انہوں نے طیب صاحب سے کہا کہ سہیل کے دن بھی برابر لکھتے ہیں، اور قریب میں سہیل ہونگے۔ انکھوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ طیب صاحب نے بہت سمجھایا تو یہ ارشاد فرمایا: اچھا سہیل کے دن میں خود نہیں لکھوں گا، و مردوں سے لکھوایا کروں گا، اور غیر سہیل کے دن میں خود لکھوں گا۔ طیب صاحب نے کہا، اس کو قیمت سمجھو، اس کا یہ انتظام کیا گیا کہ ایک مکان میں چند الماریاں لگا کر اس میں کتابیں رکھ دی گئیں۔ سہیل کے دن حضرت اس مکان میں تشریف لے گئے اور صرف دن میں، دو روزہ بند کر دیا گیا۔ اب جو نوئی لکھنا ہوتا، اس پر کچھ مضمون لکھا کر مجھ سے فرماتے کہ الماری میں سے فلاں جلد نکال لو۔ اکثر کتابیں مصری نائب کی کچی کئی جلدوں میں تھیں، مجھ سے فرماتے، اسنے صفحے لوٹ لو، اور فلاں صفحہ پر اتنی سطروں کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے اسے نقل کر دو۔

میں وہ فقرہ دیکھ کر پرہیز مضمون لکھتا، اور سخت حقیر ہوتا کہ وہ کون سا وقت ملا تھا کہ جس میں صفحہ اور سطر گن کر رکھے گئے تھے۔ غرضیکہ ان کا حافظہ اور مافی

باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔

جامع حالات فقیر غفر اللہ فی قدوری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پہلی ہجرت تشریف لے گئے اور حضرت استاد مولانا وحی احمد محدث سورتی قدس سرہ کے مہمان ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں عتود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الخاہیہ کا ذکر نکلا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا: میرے کتب خانہ میں ہے۔ اتفاق وقت یاد جو کہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا، اور ہر سال معقول رقم کی بیٹی کتابیں آجاتی تھیں۔ مگر اس وقت تک عتود الدریہ منکوعانے کا اتفاق نہ ہوا تھا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میں نے نہیں دیکھی ہے، جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا۔ اس لئے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں، میرے پاس گنتی کی چند کتابیں ہیں، جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا۔ اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن وہاں ہی کا تھا، مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار دمریہ نے حضرت کی دعوت کی، اس وجہ سے رگ جانا پڑا۔ شب کو اعلیٰ حضرت نے عتود الدریہ کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی، ملاحظہ فرمایا۔ دوسرے دن دو پیر کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر گازی کا وقت تھا۔ بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔ جب اسباب درست کیا جانے لگا تو عتود الدریہ کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ۔ مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا، وہاں کیوں فرما رہے ہیں؟ لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت محدث سورتی صاحب کی خدمت میں نے حاضر کیا۔ وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور انہیں تک ساتھ جانے کے لئے زمانہ مکان سے تشریف لایا رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا۔ فرمایا: تم کتاب لئے میرے ساتھ واپس چلو، میں اس کتاب کو لئے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت محدث صاحب نے (اعلیٰ حضرت) سے فرمایا کہ میرے اس گہنے کا ”جب ملاحظہ فرمائیں تو بھیج دیجئے گا“ ملاں ہوا کہ اس کتاب کو کو واپس کیا، فرمایا: قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا، اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا، لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا: بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہو گیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین سہینے تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو ان شاء اللہ عزوجل عمر میرے لئے محفوظ ہو گیا۔ (۳۹، ۳۸ ق)

تبحر علمی

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار بزمائے عرس حضرت جدی شاہ برکت اللہ قدس سرہ درگاہ معلیٰ میں، میاں جی صاحب کے کتب کے متصل کوٹھری میں، جہاں ہماری بھٹیرو والدہ مسعود حسن کی اب قبر ہے، مولانا تشریف فرما تھے۔ ہم نے مولانا عبدالحکیم صاحب بدایونی کا شجرہ عربی درود شریف میں دکھایا، اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی میں درود شریف میں لکھ دیجئے۔ اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلم دان سے قلم نے کہ قلم برواشت بغیر کوئی مسودہ کئے ہوئے ہمارے وحیقہ کی کتاب پر نہایت خوش خط اور معلیٰ وجہ کے مریض و مکی صیغہ درود شریف میں شجرہ قادریہ پر نکاحیہ جدید تحریر فرمایا، اور پھر اسے حضرت میاں صاحب بھائی کی کتاب پر بھی نقل فرمادیا۔

فقیر جامع حالات فقیر لکھتا ہے کہ اس شجرہ صلائیہ کی نقل، بیعت و ارشاد کے ضمن میں جہاں شجرہ طیبہ کا ذکر ہے، ثبت ہے۔ یہ واقعہ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ روز جمعہ کا ہے۔

جناب عبدالرحیم خان صاحب قادری رضوی سلطان پوری کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میں دہلی میں تھا، حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن اعلیٰ حضرت کے ذکر مبارک پر انہوں نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی دوستی ہے کہ علماء ہر باب میں ان کے نتائج ہیں۔ علی شجر کا کمال یہ ہے کہ کوئی کتاب تصنیف فرمائیں، اور چادوشی لکھنے کو پہنچ جائیں، تو جس قدر وہ تصنیف فرمائیں گے، یہ چاروں حضرات نقل نہ کر سکیں گے۔ حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کا حسن ادب ہارگا و رسالت میں اس قدر تھا کہ ایک درود میں لفظ حسین و زاد تھا۔ آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کرنا بھی پسند نہیں کیا۔ بلکہ نہایت لطافت کے ساتھ اسے وہاں اس طرح استعمال فرمایا ہے کہ یہی صیغہ فقیر حضور اللہ قدس (ﷺ) کی حلت مبارک شان ظاہر کر رہا ہے۔

جامع حالات فقیر لکھتا ہے کہ درود شریف کی عبارت یہ ہے۔

اللهم صل وسلم وبازک علی سیدنا و مولانا محمد بن المصطفیٰ رفیع الشان، المرتضیٰ علی شان، الذی رجیل من امتہ خیر من رجال السابقین وحسین فی زمرتہ حسن من کذا و کذا (۱)،

حسنا من السابقین

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا کو طلم کسیری تثنوین و تحریک کا سبب میں ہوا اس کے بہت تذکرے کرتا، کتابیں دکھاتا، ایک بار کسی خاندانی کتاب میں ایک غیاثی، پیر مرتضوی، فقر سے گزرا، مولانا کو بھی دکھایا، اس کے قاعدے کی تشریح و توضیح میں کچھ گفتگو رہی۔ مولانا نے وہ کتاب رکھ لی، اور ایک دور کے بعد ایک مفصل رسالہ میں اس وفق کے بہت سے صورت اور اس کے لئے کئی ضابطے کا یہ مفصل و مشرح (رسالہ) تحریر فرما کر مجھے دے دیا، جو میرے پاس بلفظ تعالیٰ اس وقت بھی محفوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی فقیر عرض کرتا ہے کہ اس رسالہ کی نقل قرن کسیر میں مہارت کے بیان میں ہوگی۔ تاثرین ملاحظہ فرمائیں

اور اعلیٰ حضرت کی خدا و تقابلیت و جامعیت کا اندازہ کریں۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم** حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے ایک ہاؤسی نماز کی دور کتوں میں آخر سورہ کی چند آیتیں پڑھیں۔ بعد ختم نماز کے میں نے کہا کہ مولانا یہ کمرہ ہے۔ اس وقت خاموش رہے، پھر فرمایا: بے شک فلاں کتاب میں یہ صورت کمرہ ہے۔ مگر فلاں فلاں معتد نے اسے جائز غیر مکروہ بتایا ہے۔ کتابوں کے نام مولانا نے بتائے تھے، دیکھتے یا نہ رہے۔ (ق ۱۳۱، ۱۳۲)

مولوی محمد حسین صاحب بریلوی ثم الحیر علی کا بیان ہے کہ میرٹھ کے ایک بہت بڑے رئیس اور بڑے دین دار جنہوں نے ۱۱۰۰ھ کے، جناب حاجی علاء الدین صاحب نے اپنی کوٹھی میں بالا خانہ بنایا، اور اس دیوار پر جو کوٹھی میں مسجد کی جانب تھی، دیوار بلند کی۔ بعد ازاں یہ خیال ہوا کہ یہ دیوار کئی مسجد کی نہ ہو۔ یہاں کے علماء سے تحقیقات کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں اعلیٰ حضرت سے اس کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ میرا ان سے تعارف نہیں ہے۔ آپ میرے ہمراہ چلئے۔ میں ان کے ہمراہ بریلی گیا وہ اسٹیشن پر ایک ہوٹل میں مقیم ہوئے۔ اور شب کو وہاں حاضر ہوئے۔ حضرت بعد عشاء کچھ دیر تشریف رکھتے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں، ان میں نکٹ زیادہ لکھے ہوتے ہیں۔ حالانکہ (۱۰) میں لفاظ آتا ہے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ حضور کے نکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ بلا وجہ نساہت کی کو روپیہ پہنچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ پھر حاجی صاحب نے ایک مسئلہ نکٹ کا دریافت کیا۔ فرمایا: ان نسخوں میں جو سب سے پہلی قسم ہے اس کی میں قسمیں ہیں۔ پہلی کا نام یہ دوسری کا یہ، تیسری کا یہ، چارویں کا یہ، نام خبردار بتایا۔ پھر فرمایا: ان میں جو سب سے پہلے ہے اس کی چالیس قسمیں ہیں۔ اتنا سن کر حاجی صاحب نے عرض کیا میں سب کو معلوم نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس مرتبہ سے بتانے پر اس قدر حیرت ہوتی ہے کہ گویا

مسئلہ ملاحظہ فرما کر تشریف لائے تھے۔ پھر مسجد کی دیوار کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا کہ اس دیوار میں کوٹھی کی جانب طاق ہیں، یا مسجد کی جانب؟ حاجی صاحب نے فرمایا: کوٹھی کی طرف۔ فرمایا کہ یہ دیوار کوٹھی کی ہے۔ مگر اس پر دیوار بلند کرنے میں مسجد کے مفاد سے دھبے ہو گئے، ان کو بلند کرنا چاہیے۔ چنانچہ حاجی صاحب نے آٹے ہی بلند کروائیے۔ (ق-۱۴۰)

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار امام اہلسنت مسلم الثبوت مطالعہ فرما رہے تھے کہ حضرت کے والد ماجد کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر پڑا۔ جو رئیس الانقیاء صاحب نے صاحب مسلم الثبوت پر کیا تھا، اور اس کا جواب دیا تھا۔ امام اہل سنت نے اس اعتراض کو دفع فرمایا اور مشن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا۔ جب پڑھنے کے واسطے حضرت والد ماجد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت کی نظر امام اہلسنت کے حاشیہ پر پڑی۔ اتنی سہرت ہوئی کہ انھہ کر سینے سے لگالیا اور فرمایا: احمد رضا! تم مجھے سے پڑھتے نہیں ہو، بلکہ تم مجھ کو پڑھاتے ہو۔ پھر اعلیٰ حضرت کے ابتدائی استاذ محترم جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے فرمایا کہ آپ کا شاگرد احمد رضا مجھ سے پڑھتا نہیں، بلکہ مجھ کو پڑھاتا ہے۔ (ق-۱۳۷)

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی فرماتے ہیں کہ مسلم الثبوت کا قلمی نسخہ مسطور تھا، جسے اعلیٰ حضرت نے اپنے پڑھنے کے زمانہ میں عجمی کیا تھا، اس پر کہیں کہیں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ کا بھی حاشیہ تھا۔ ۱۳۴۳ھ میں جب میں اپنے استاذ محترم جناب مولانا سید شیر احمد صاحب علی گڑھی تلیف رشید حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے مسلم الثبوت پڑھتا تھا۔ میرے مطالعہ میں رہتا تھا، حالانکہ اس زمانہ میں مسلم الثبوت محض مطبعہ چٹائی دہلی کے علاوہ شرح مسلم الثبوت علامہ بحر العلوم مکی بہ فراخ الرحمن و شرح مسلم علامہ عبدالحق خیر آبادی و شرح مسلم مولانا شیر حسن مسکنی پہ کشف المحجوب تھی۔ بلکہ ان سب سے مزید مجموعہ مطبوعہ معرصر علامہ ابن حاجب اور اس کی شرح عقیدہ اور حواشی بردی وغیرہ اس زمانہ میں چھپی تھی، جو اصل اور ماخذ مسلم الثبوت کا ہے۔ یہ سب کتابیں میرے مطالعہ میں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے حاشیہ مبارک کی شان ہی کچھ اور تھی۔ اسی طرح میرے بخاری شریف پڑھنے کے زمانے میں مصری بخاری محض، بخاری سندھی کے علاوہ جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے تحفہ دانی بخاری، بلکہ شروح بخاری میں یعنی، فتح الباری، ارشاد الساری، سب کتابیں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا نسخہ قلمی بخاری شریف جس میں اعلیٰ حضرت نے پڑھا تھا، اور اپنے پڑھنے کے زمانہ میں مزی سے عجمی کیا تھا۔ اس کے مضامین و اقادات و نکات کی لطافت کا رنگ ہی اور تھا۔ اور پھر لطف یہ کہ جو کچھ تحریر فرمایا تھا، سب زہن رسا کی جدت و ہدیت تھی۔ عام محققین کی طرح نہیں، کہ عنایہ، بنیایہ، نہیایہ، کفایہ، فتح القدیر وغیرہ سے ہدایہ، شرح وفتیہ (پ) حاشیہ لکھ ڈالا۔

اگرچہ یہ خدمت بھی بہت ہی قابل ستائش اور طلبہ و مددین کی بہت شکرگزاردی کا باعث ہے، مگر اندونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مجھے شیر پوشہ اہلسنت، ناصر دین و ملت، سیف اللہ المسلمول مولانا ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرمول صاحب کھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقول نہیں بھولتا، بلکہ ہر وقت یاد آتا ہے۔ جب میں نے اعلیٰ حضرت اور بعض معاصرین اعلیٰ حضرت عجمی کتب کثیرہ و وسیعہ میں فرق دریافت کیا تھا۔ فرمایا: میاں ان دونوں کیا کیا مقابلہ؟ اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات و اقادات ہوتے ہیں۔ اور ان کی مثال وہی ہے، جیسا بنیاد کیا کرے اس کوٹھی کا دھان اس کوٹھی میں، اس کوٹھی کا دھان اس کوٹھی میں، کسی کتاب کی چند شرحیں، چند حواشی آگے رکھ کر کچھ اس سے کچھ اس سے لے کر ایک شرح لکھ ڈالی۔

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھانک میں تشریف فرما ہیں، حاضرین کا مجمع ہے، لوگ مسائل پوچھتے جاتے ہیں، حضور جواب دیتے جارہے ہیں۔ اس وقت جناب سید محمود خان صاحب قادری برکاتی ٹوڈی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عرض کرتے ہیں۔ حضور! میں دیکھتا ہوں کہ ہر مسئلہ کا جواب آپ کی لوگ دیاں پڑے، کبھی کسی مسئلہ کی نسبت حضور کو یہ فرماتے نہ سنا کہ کتاب دیکھ کر جواب دیا جائے گا۔ یہ سن کر حضور کسی قدر تابدید ہوئے، اور ارشاد فرمایا: سید صاحب! قبر میں مجھ سے ہر مسئلہ کی نسبت سوال ہوگا کہ اس میں میرا کیا مفید ہے؟ تو وہاں کتابیں کہاں سے لادیں گا۔ (ق-۱۳۷، ۱۳۸)

ریاضی دانی :

مولوی محمد حسین صاحب بریلوی ثم المرحوم علی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ مسلم یونینڈی علی گڑھ کے وائس چانسلر جنسوں نے ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں تعلیم پائی تھی، اور وہ ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا، اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اتفاق سے انکو ریاضی کے کسی مسئلہ میں اشتیاء ہوا، ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت تھے اور علم کے شائق، اس لئے قصد کیا کہ جرمن جا کر اس کو حل کریں۔ حسن اتفاق سے جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر و ریاضیات مسلم یونینڈی سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب سے دریافت کیجئے، وہ ضرور حل کر دیں گے۔ ان صاحب نے کہا: مولانا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کہاں کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں، اور حل نہیں کر سکا: اور آپ ان صاحب کا نام لینے میں جو غیر ممالک تو کیا، اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی۔

بھلا ان سے یا معلوم ہو سکتا ہے؟ وہ چاروں کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان رکھ کر پھر بھی مشورہ دیا۔ پھر ان صاحب نے وہی جواب دیا، اور سفرِ یورپ کا سامان شروع کر دیا۔ مولانا موصوف نے پھر ان سے فرمایا، تو نصیر میں بھرے لپٹ میں کہا کہ مولانا! عقل بھی کوئی چیز ہے، آپ مجھ کو کیا رائے دیتے ہیں؟ اس پر مولانا نے فرمایا: آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ اتنے بڑے سطر کے مقابلے میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں۔ سیدھی گاڑی جاتی ہے، گئے گئے کا سفر ہے؟ آپ ہوتا آئیے۔

جانح حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ العالی القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کا زمانہ ہے یعنی ۱۳۳۹ھ کے قبل، ایک مرتبہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے علمِ العربات کا ایک سوال اخبار پر یہ مسند دی راہ پر وہی شائع کیا کہ کوئی ریاضی دان صاحب اس کا جواب دیں۔ اخبار پر جب یہ مسند دی اعلیٰ حضرت کے یہاں آتا تھا۔ اور مدبران اخبار مذکور کو جو غلطی و مقیدت اعلیٰ حضرت اور ان کے وابستگان کے ساتھ ہے، مجھے یقین ہے کہ اب تک ضرور آتا ہوگا۔ خیرا میرا یہ اعلیٰ حضرت نے جب اس سوال کو ملا دیکھ فرمایا تو اس کا جواب تحریر فرمایا، اور ساتھ ساتھ اسی کا ایک سوال بھی جواب کے لئے تحریر فرمایا اور مجھے حکم ہوا کہ اس کی ایک نقل رکھ لی جائے، میں اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کا رسالہ الموصیات فی العربات نقل کر رہا تھا۔ اس لئے کچھ دلچسپی تھی۔ جب وہ جواب اور پھر سوال اخبار میں چھپا تو ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے گزرا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب اخبار دیدہ مسند دی میں چھپوایا۔ اتفاق وقت کہ وہ جواب غلط تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تقلید کی۔ تحریروں ڈاکٹر صاحب پہلے ہی تھے، اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین صرف جانتی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، اور علی گڑھ میں اپنے احباب کے حلقہ میں اس کا تذکرہ کیا۔ لوگوں نے منع کیا کہ ہرگز مت جائیے۔ وہ بہت ہی سخت مولوی ہیں۔ اور آپ علی گڑھی، واڑھی سڑے۔ مولانا آپ سے بات بھی نہ کریں گے۔ لیکن انہوں نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بھاری سے (کہ بڑے زبردست سنی اور اعلیٰ حضرت کے ہم خیال دہم عقیدہ عالم اس زمانہ میں وہاں پر وفیر دینیات تھے) مشورہ کیا۔ انھوں نے بہت زبردست طریقہ سے نہ صرف مشورہ دیا، بلکہ بہت زور دیا، اور فرمایا کہ ضرور جائیے۔ مخالفین نے اعلیٰ حضرت کو مشہور کر رکھا ہے کہ وہ بہت سخت ہیں، تیز مزاج ہیں، آپ ان سے مل کر بہت خوش ہو سکتے، اور ان کا اخلاق دیکھ کر تعجب کریں گے۔ یہ مشورہ دے کر ایک خط اعلیٰ حضرت صاحب زاوہ اکبر مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب جیہ الاسلام کے نام لکھ کر یا کہ ڈاکٹر مرزا ضیاء الدین صاحب ایک مسٹر ریاضی کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں ان کی حسب شان حاضر داری ہوئی چاہئے۔ جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کا خیال تھا کہ جب اس غرض سے جاتے ہیں، تو اعلیٰ حضرت ہی کے یہاں ٹھہریں گے۔

جناب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سورا عشریہ متوالیہ میں انھارنی تیسری وقت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی، مگر حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس وقت کا سوال دیا جائے حل کروں گا۔ اس کے بعد مجھے اور برادرِ محترم علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر چار مثالیں بھی مل کر آئیں۔

اس کے بعد ہی ایک خط جناب سید سلیمان اشرف صاحب بھاری پر وفیر دینیات علی گڑھ کالج کا حضور کی خدمت میں بائیں مضمون آتا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو ریاضی میں تقریباً ہر دہائی کی ڈگریاں اور نمونہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں، عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ چونکہ ایک مجلس میں انگریزی وضع قطع کے آئی ہیں۔ اس لئے آتے ہوئے سمجھتے ہیں۔ مگر اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات سے آمادگی ظاہر کی ہے۔ قیامِ نواب حمیر احمد صاحب کے بلکہ پر ہوگا۔ لہذا اگر وہ پنچیں، تو انہیں باریابی کا موقع دیا جائے۔ حضور نے مولانا صاحب کو جواب دیا کہ وہ بلا تکلف شریف لے آئیں، فقیر حضور ہے گا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بدایونی مقدمہ چل رہا تھا، اور چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے بلکہ سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر موٹا گیا، ہم دونوں اس وقت موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو اندر بلا لیا گیا۔ شاید نمازِ عصر ہونے والی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی وضو کیا، اور موزوں پر سرج کیا، مگر نماز پڑھنے کے وقت سونے اتار ڈالے۔ لہذا اعلیٰ حضرت نے ان سے پھر جیلوں کو چھو لیا۔ بعد نماز کچھ باہمی گفتگوری۔ حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکالِ مثلث اور دائر کے بے تھے، ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت و استحباب سے اسے رکھ رہے تھے۔ اور بلا خوف فرمایا: میں نے اس علم کو حاصل کرنے میں غیر مالک کے اکثر سترے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو بالکل لٹل کتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا یہ تو فرمائیے کہ آپ کا اس فن میں استاد کون ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: میرا کوئی استاد نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے، جمع، تفریق، مغرب، تقسیم، جن اس لئے سکھائے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چھینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا: کیاں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو؟ مصطفیٰ پیارے (ﷺ) کی سرکاد سے یہ تم کو خودی سکھائیے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خودی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکارِ رسالت (ﷺ) کا کرم ہے۔ اس کے بعد سورا عشریہ پر سوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے۔ اس پر حضور نے میرے اور قاعدت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

میرے یہ سوچے بیٹھے ہیں۔ انہیں جس وقت کا آپ سوال دے دیں، یہ مل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب تھیرے دو کریم دونوں کو کھینچنے لگے۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب چھوٹے طلوع نہیں ہوا ہے، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا۔ اس کا جواب علمی اصطلاحات میں حضور نے دیا۔ جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ (۱۵) ہاں! جو مثال بیان فرمائی، وہ یہ تھی کہ:

کسی بند کمرے میں جھروکوں سے اگر روشنی پہنچتی ہو، تو باہر کے چلنے پھرنے والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے۔ یعنی سر پہنے، پاؤں اوپر، اس کے علاوہ اور مشاہد کیجئے۔

حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا: حاجی صاحب! ایک طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔ انہوں نے فوراً حیل کی۔ اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ کھڑے ہو کر دیکھئے کہ برتن میں روپیہ نظر آ رہا ہے یا نہیں؟ انہوں نے کچھ فاصلہ سے دیکھ کر عرض کیا: ہاں! نظر آ رہا ہے۔ فرمایا: ذرا اور پیچھے ہٹ آئیے۔ وہ کچھ پیچھے ہٹ آئے اور فرمایا: اب دکھائی نہیں دیتا ہے۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا۔ انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: اب نظر آئے لگے۔ فرمایا: اور وہ قدم پیچھے کو آ جائیے۔ پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا، وہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ بعد ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

انہوں یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا۔ پھر میں انگریزی کے کتب کا ترجمہ کرتا۔

اور فرمایا: میرے یہاں کالج کی لائبریری میں ایک کتاب عربی میں ہے، جس کا وجود نیاس محدود ہے چند نسخوں پر ہے۔ یعنی ایک تو میرے یہاں، اور ایک ایک جلد، الکلیفہ، گریج، بھوپال، ریاست رام پور میں، اور ایک نسخہ قسطنطنیہ میں ہے۔ ویسے میں چاہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ انگریزی میں ہو جاتا۔ لہذا اگر حضور فرمائیں تو میں ایک مولوی صاحب کو وہ کتاب دے کر خدمت والا میں بھیج دوں۔ تاکہ وہ حضور سے آکر سمجھ لیں۔ پھر ان سے سمجھ لوں گا۔

حضور نے فرمایا: بہتر ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لے گئے۔ حضور نے کچھ مشائی ناز و موثر میں رکھوا دی۔ چند روڈ کے بعد ڈاکٹر صاحب کے فرستادہ مولوی صاحب وہ کتاب لے کر آئے، اور حضور سے پڑھنا شروع کیا۔ ہماری آنکھیں شاہد ہیں کہ حضور اس کیاب جگہ تا یاب کتاب کو بغیر دیکھے بے تکلف مولوی صاحب کو اس طرح سمجھاتے جاتے، جیسے حضور نے اس کو بار بار پڑھایا ہے۔ یہ بھی دیکھا کہ مولوی صاحب پڑھ رہے ہیں، اور حضور پیش پیش فرماتے جاتے ہیں کہ اس کے بعد یہ ہونا چاہیے، اس کے بعد یہ باب ہوگا۔ اور وہی الفاظ، مگر حضور کے سمجھاتے وقت معلوم ایسا ہوتا تھا کہ خالی ہاں ہاں کہنے کے سوا سمجھ میں ان کے کچھ بھی نہیں آ رہا ہے۔ فرض مشکل سے تین چار روڈ رہ کر وہ ایس چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب بیچارے کے کچھ میں کیا آیا ہوگا؟ اور کچھ دین میں آیا بھی ہوتا زیادہ سے زیادہ بریلی کے اسٹیشن تک۔ علی گڑھ پہنچنے پہنچنے بالکل کوڑے ہی ہوں گے۔ پھر فرمایا: ڈاکٹر صاحب کے آنے سے پہلے، ایک قسم کا خیال آتا تھا کہ انہوں نے اس علم کے حصول میں اپنی زندگی صرف کر دی ہے، نہ معلوم کیا کیا سوالات کریں گے؟ بخلاف اس کے یہاں تو صمد، معصوم تھیں ہیں، خدا جانے میں جواب بھی دے سکیں گے یا نہیں؟ مگر الحمد للہ پروردگار عالم نے ان کی پوری تقنی کرا دی، اور وہ بہت سرور لگے۔

یہاں اب علی صاحب کا بیان ہے کہ ڈاکٹر صاحب مولانا سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہنچے اور وہاں سے والا اور رحمت جناب سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ الثمن مارہرہ شریف، بیڑاؤ، اعلیٰ حضرت کو لے کر بریلی شریف پہنچے۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت مہدی حسن میاں صاحب کی تعظیم و توقیر شایان شان فرمائی، اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی بیوج سیاست تعظیم کی۔ جناب وائس چانسلر صاحب سے بھی مزاج پر ہی فرمائی اور تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔ وائس چانسلر صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں۔ ارشاد ہوا: فرمائیے۔ انہوں نے کہا: وہ ایسی بات نہیں ہے، جسے میں اتنی جلدی عرض کر دوں۔ فرمایا: آخر کچھ تو فرمائیے۔ غرض وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے سننے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہو گئی، اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا، بے اختیار بول اٹھے، میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی حقیقی ہے، آج آنکھ سے دیکھ لیا، میں تو اس مسئلہ کے حل کے لئے جرم جانا چاہتا تھا کہ ہمارے وجیات کے پردہ مگر جناب سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے، گویا جناب اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے، سننے ہی ان الہیہ تقنی نہایت اطمینان کا جواب دیا۔ اور بہت شادوں و فرحان علی گڑھ وائس ہوئے۔

(۱۶) ۱۲۹ھ میں ہی مراد وئی عثمانی عزیز الدین صاحب قادری رضوی بریلوی عظیم شملہ کی کوشش سے شملہ چلا گیا تھا۔ (اس لئے ذاتی مشاہدہ نہیں) کہ ڈاکٹر صاحب کب گئے اور کیا کیا باتیں ہوئیں؟ ہم سید ایوب علی صاحب کا بیان زیادہ قابل وثوق ہے کہ ڈاکٹر صاحب نواب حمید احمد صاحب کے یہاں ٹھہرے، اور ایک وقت خاص پر حاضر ہوئے، اور سوالا کئے، اور تقنی بخش جوابات پائے۔

(بہر حال) ڈاکٹر سرفیاء الدین صاحب کا مسئلہ ریاضی کی تحقیق میں بریلی شریف آنا اور اعلیٰ حضرت سے دو مسئلہ دریافت کرنا اور اس کا کشفی کمال جواب پانا مسلمہ جس میں اعلیٰ شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

(کیوں کہ میرے قیام شملہ کے دوران ہی) وہ وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے اور اسٹیشن ہوٹل میں مقیم ہوئے، میں وہاں گیا، اور ان سے ملا اور کہا کہ میں ایک امرکی تحقیق و تفتیش آپ سے چاہتا ہوں، فرمایا: کل صبح بعد نماز فجر۔ دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو کیسا پایا؟ فرمایا: بہت ہی غلیظ و منکسر المزاج اور ریاضیہت اچھی جانتے تھے۔ ہادجو دیکھ کسی سے پڑھا نہیں، ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاعلم تھا، ایمانی الہدیٰ جواب دیا، گویا ایسا مسئلہ پرخیر سے دیکھ کر کہا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی اور جاننے والا نہیں ہے۔

برائی سے واپسی ہونے پر ہر فیہر صاحب نے واٹھی رکھ لی اور نماز کے بھی پورے پابند ہو گئے۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**
واللہ ذو الفضل العظیم۔ (ق، ۱۵۰، ۱۵۱)

ہینٹ و تولیت وغیرہ میں کمال :

اوپر بیان ہو کر اعلیٰ حضرت نے ۱۳ سالہ ۱۰ ماہ کی عمر میں کتب و سیر مردہ سے فاتحہ فراغ حاصل فرمایا۔ اس عمر میں انسان کی جیسی عقل ہوتی ہے، جیسی صحبت عام طلبہ کرتے ہیں، خصوصاً ایک دیکھیں گہیر کے صاحبِ فراہ سے جس بحث کی توقع کی جاسکتی ہے، اس کے مقابلہ میں حضور کی لیاقت، نفیِ کاذبیت جو تکبیر جاتی ہے، تو اس کے کہ اس کا اقرار کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت کا علم کسی نہ تھا، بلکہ محض وہی، لدنی (تھا) اور کوئی چارہ کا نہیں۔ اور یہ صرف میرا خیال نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کا بھی میرے گمان میں یہی عقیدہ تھا۔ اسی لئے حضور نے اپنے فتاویٰ شریف کا نام العطا یا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ رکھا تھا۔ **ذالک فضل اللہہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم** اسی لیے و صرف فقہاء و رجالات جنات بلکہ جس فن کی طرف توجہ فرمائی اپنے شعر کو کج کر دکھایا اور حقائق و دقائق کے دریا بہا دیے۔

ملکِ حق کی شاہی قلم کورشا مسلم

بہت سست آگئے ہو سکے بشوا دیئے ہیں

علم ہیئت میں اعلیٰ حضرت نے شرح چھبئی حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ مامپوری سے پڑھی۔ لیکن اس فن میں ایسا کمال پیدا فرمایا کہ تصریح تشریح چھبئی پر حاشیہ لکھا اس کے مطلق مقامات کو نقل فرمایا پھر اعلیٰ حضرت کا کسی کتاب پر حاشیہ لکھا علماے معاصرین کی طرح نہ تھا کہ کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے نقل کیا اور کسی ایک کتاب پر چسپاں کر دیا بقول شخصے

کہیں کی ایٹم کہیں کاروڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

بلکہ جو کچھ تحریر فرماتے، اپنے علم اور فیضانِ الہی سے۔ علم ہیأت کو اگر دیکھا جائے تو سو چند اصطلاحات جاننے کے بغیر اس سے کوئی کارآمد نتیجہ نہیں نکال سکتا۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت نے ہیأت کے ساتھ علم توقیت اور نجوم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اگرچہ نجوم کی طرف توجہ محض فنی واقفیت اور علمی حیثیت سے زیادہ نہ تھی اس کو اہمیت نہ دی۔ پھر بھی جب کبھی نجوم کی طرف توجہ فرمائی تو مشاہیر فن کا اعلیٰ حضرت کی بات ماننی پڑی۔

ایک مرتبہ مولوی غلام حسین صاحب یعنی مولوی محمد حسین صاحب بریلوی موجودہ طلسمی پریس کے وائڈ ماجید تشریف لائے، وہ علم نجوم میں کامل اور اس فن کے ماہر تھے، اور فرمایا۔۔۔۔۔ مولوی! سنئے ہو (۱۶) لاہور فتح و علی پر دھمک
 اپنی حضرت نے فرمایا۔۔۔۔۔ یہ کیسے؟

انہوں نے ایک ڈانچہ پیش کیا، جو تیار کر کے لائے تھے، اس کو اعلیٰ حضرت کے سامنے دکھ دیا۔

حضرت نے اس کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا۔۔۔ یہ نہ ہوگا، بلکہ اس کا حاصل فقط تبدیل سلطنت ہے۔

انہوں نے کہا۔۔۔ ہاں! یہی ہوگا، جو میں نے حکم لگایا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔۔۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں، اس کا اثر میرے خیال میں یہ نہیں۔

یہ سن کردہ خاموشی ہو گئے، اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مکان تشریف لے گئے۔ پھر کئی مہینہ کے بعد وہ تشریف لائے۔

اعلیٰ حضرت نے در پافت فرمایا۔۔۔ کہئے حضرت! کہاں لاہور فتح اور دہلی پر وحکم ہوئی؟

انہوں نے کہا۔۔۔ آپ کا حکم لگانا بھی تو غلط ہوا۔ کہاں تہذیب سلطنت ہوئی؟

ارشاد فرمایا۔ سلطنت تو بدل گئی، پہلے ملکہ و کشور یہی کی سلطنت تھی یعنی وہیم کے خاندان میں اور آج کل ایلچہ و دربار ہفتم بادشاہ جس، ان کا خاندان دوسرا ہے۔

دوا یہاں سے خاندان لایا جاتا ہے، نہ نایب الہا ہے۔

شرعاً نسب کا اعتبار باپ کی طرف سے ہوتا ہے، نہ ماں کی جانب سے۔

جب مولوی غلام حسین صاحب خاموش ہو گئے۔

اور ایک واقعہ انہیں کا ہے۔ ایک دن تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا۔ فرمائیے اپارش کا کیا انداز ہے، کب تک ہوگی؟

انہوں نے ستارہ کی وضع سے فراچھ بتایا، اور فرمایا۔ اس مہینہ میں پانی نہیں ہے، آئندہ ماہ میں ہوگا۔ یہ کہہ کر ذراچھ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے دیکھ کر فرمایا۔ اللہ کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج بارش ہو۔

ہوں نے کہا۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے، آپ ستاروں کی وضع کو نہیں دیکھتے؟

حضرت نے فرمایا۔۔۔ میں سب دیکھ رہا ہوں، اور اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کے وضع اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔

(پھر اس مشکل مسئلہ کو کس قدر آسان طریقہ پر سمجھا دیا) سامنے کھلاک لگی ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت نے ان سے پوچھا۔۔۔ وقت کیا ہے؟

بولے۔۔۔ سو اگیارہ بجے ہیں؟

فرمایا۔۔۔ ۱۴ بجتے ہیں کتنی دیر ہے؟

بولے۔۔۔ پون گھنٹہ۔

حضرت نے فرمایا۔ اس سے قبل؟

کہا۔ نہیں، ٹھیک پون گھنٹہ۔

اعلیٰ حضرت اٹھے، اور بڑی سوئی کا گھما دیا۔ فوراٰں ٹن بارہ بجتے گئے۔ حضرت نے فرمایا۔ آپ نے فرمایا تھا، ٹھیک پون گھنٹا بارہ بجتے ہیں۔

بولے۔۔۔ آپ نے اس کی سوئی کھسکا دی، اور شاہی رفتار سے پون گھنٹے ہی بعد ۱۴ بجتے۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ اسی طرح رب العزیز جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے، پہنچا دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ، ایک ہفتہ، ایک دن کیا؟ ابھی بارش: دے نہ لگے۔

انتظار بان مبارک سے لگتا تھا کہ چاروں طرف گنگھو رگھٹا آگئے، اور پانی برسنے لگا۔

عرض اعتقاد علم نجوم پر اس قسم کا تھا، ستاروں کے اثرات کے قائل تھے، مگر اصل فاعل مثلاً حضرت عزوجل شائد کو ہاتھ تھے۔ ستاروں کی وضع اور رفتار،

بدلتے کی بھی ضرورت نہیں۔ **بفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید**

مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب عرف جیلانی میاں سلمہ کی ولادت کا راجہ بتایا، اور ان کے اعتبار سے اس پر احکام شیعہ فرمائے، جو مشکل

ایک رسالہ کی شکل میں خود دست مبارک کا لکھا ہوا، کتب خانہ میں موجود ہے، اس کے اوپر تحریر فرمایا: **الغیب عند اللہ**

نیت و نجوم میں کمال کے ساتھ علم توقیت میں کمال تو حد ایسا کے درجہ تھا۔ یعنی اگر اس فن کا موجد کہا جائے، تو یہ جانتہ ہوگا۔ علمائے جتہ جتہ اس کو

مختلف مقامات پر لکھا ہے۔ لیکن میرے علم میں کوئی مستقل کتاب اس فن میں دستی۔ اس لیے جب میں نے اور میرے ساتھ مولوی سید شاہ غلام محمد

صاحب بھاری۔۔۔ مولانا مولوی حکیم سید شاہ عزیز نعمت صاحب بریلوی۔۔۔ مولوی سید محمود جان صاحب بریلوی۔۔۔ حضرت جتہ الاسلام صاحب

زاد دودلا چاہولا نا شاہ علاء رضا خان صاحب بریلوی۔۔۔ مولوی انوار مرزا صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا، تو کوئی کتاب اس فن

کی دستی، جس کو ہم لوگ پڑھتے۔ اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت کے اس فن میں علمی کارنامے ہیں۔ یعنی قواعد کے ذریعہ یہ معلوم کر لینا کہ کس وقت آفتاب

ظہور کرے گا، اور کس وقت غروب وغیرہ؟

ساتھ ساتھ ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت اس قدر زبردست تھی کہ مولوی برکات احمد صاحب صدیقی پیدلی

بھتیسی نندیرہ۔ مولوی عبداللطیف صاحب برادر خور حضرت محدث سورتی مولانا شاہ صی احمد صاحب قدس امراء کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کو

ستارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی طایا کرتے تھے۔

فقیر عبید الرحمن قنبر نے بوقت شب ستاروں کو ملاحظہ فرما کر وقت بتانے اور گھڑی لانے کے اوقات بھی سنے، اور دیکھ میں، اور بالکل صحیح وقت ہوتا۔

ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بدایوں تشریف لے گئے۔ حضرت تاج الحقول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر برکاتی حنفی قدس سرہ العزیز کے یہاں مہمان

تھے۔ مدرسہ قادریہ فرم میں خود حضرت تاج الحقول امامت فرماتے۔ جب فجر کی گھنیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے اعلیٰ حضرت

عالم اہل سنت فاضل بریلی کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز فجر کی امامت کی، اور قرأت اتنی طویل فرمائی کہ مولانا عبدالقادر

صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب تو ظہور نہیں ہو گیا۔ مسجد سے نکل اٹل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے۔

یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: آفتابِ ہفتے میں ابھی تین منٹ اڑتا بیس سکڑ جاتی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔

مولوی سید عبدالعزیز صاحب قادری سہروردی حال نقای بریلی شریف ملوک پور سید شاہ مشوق اللہ صاحب قدس سرہ مجھ سے فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت اور حضرت تاج الغول میں غایتِ وسیع محبت تھی گویا دونوں ایک ہی تھے۔ پھر بھی مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی فخری نماز اہل بیتؑ کے اسرار میں پڑھتے تھے جب کبھی حضرت تاج الغول بریلی شریف لائے تو حسبِ عادت سویرے نماز پڑھا کرتے اور اگر کوئی کہتا کہ اعلیٰ حضرت دیر کر کے پڑھتے ہیں تو فرماتے کہ وہ دینت و توقیت جانتے منٹ منٹ کی خبر رکھتے ہیں ان کے لیے اس قدر اسرارِ بدایہ ہے۔

مولوی محمد امجد علی صاحب فریدی سستی پوری نے لکھا کہ کمری حاجی عبدالجاسع صاحب جانی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف لائے گئے۔ رات زیادہ ہو جانے کے سبب مولانا کو خبر نہیں کی، فجر کی نماز کے لیے سویرے ہی اذان کہی اور تھوڑی دیر انتظار کر کے نماز شروع کر دی۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت شریف لائے اور اسرار میں نماز خیر ادا فرمائی۔

علمِ تکسیر میں مہارت:

علمِ تکسیر بھی اس زمانہ میں انہیں علوم میں سے ہے جس کے جاننے والے ہر صوبہ میں ایک یا دو شخص ہوں گے۔ حوام کو اس سے کیا دلچسپی، علما کو اس سے کیا غرض؟ مشائخ کرام جن کے یہاں کی اور جب کے کام کی چیز ہے، پتھر سے میں اتنی ایسے نہیں گے، جو اپنے مشائخ کے مجموعہ اعمال یا مہجرات یا نافع الخلائق سے نفوش لے لیں۔ ہاں قاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ۱۸، ۱۹ ویں صدی نقشبثی شلت یا مریخ قاعدہ مشہور سے پھر لینا جانتے ہیں۔ اور پوری حال سے نفوش بھرتا شاید چار یا پانچ سو میں دو ایک ہی کا حصہ ہوگا۔

عرصہ کی بات ہے کہ ایک شاہ صاحب مدرسہ اسلامیہ مدرس الہدیٰ شریف لائے اور محبتِ محترم حامی دین، واقفِ علومِ عقلیہ و نقلیہ مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب درہنگوی مدرس مدرسہ کے مہمان ہوئے، اور اپنی عزت بنانے، وقار بھانے کو ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے فنِ تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب بہت عریف طبیعت ہیں۔ یہ سن کر ایسا اندازہ برتا جس سے ان شاہ صاحب نے سمجھا کہ میرے فنِ دانائی کے قائل اور معتقد ہو گئے۔ چنانچہ میند دومینہ میں ایک دو پجیرا ادھر ان کا ہونے لگا، اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے، یہ بھی مہمان نوازی فرماتے۔ جب ان کی ڈیگ بہت بڑی تو ایک دن بہت ہولی زبان سے فرمایا کہ میرے مدرسہ میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں وہ بھی فنِ تکسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی وہ تو وہ سمجھ رہے تھے کہ مولانا مقبول احمد صاحب کے علم میں دنیا میں، میں ہی ایک تکسیر جانتے والا ہوں، اور اسی وجہ سے ایسے زبردست معقولی ہوئے پر بھی میری عزت کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اسی پنڈت میں مولانا کے دوستوں میں اسی مدرسہ کے مدرسوں میں، ایک شخص فنِ تکسیر جانتے ہیں تو حیرت کی حد نہ رہی، بولے کہ ان سے میری ملاقات کروا دیجئے گا، انہوں نے کہا: اچھا! وہ تو روزانہ مدرسہ کے وقت ۱۰ بجے مدرسہ شریف لاتے ہیں، اور چار بجے دریا پور واپس جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کو لیے ہوئے میرے پاس تشریف لائے، اور ان کا تعارف کراتے ہوئے بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا کہ سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ آپ فنِ تکسیر جانتے ہیں، میں سمجھ گیا میں نے کہا کہ اس بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا کہ آپ وہ فن جانتے ہیں، جس کے جاننے والے روئے زمین سے محدود و مفتوح نہیں تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ جناب کو بھی فنِ تکسیر کا علم؟ میں نے کہا یہ مخلص کا محض حسنِ ظن ہے، کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے۔ ہاں اس فن سے یک گوند دلچسپی ضرور ہے۔

اس کے بعد میں ان شاہ صاحب سے پوچھا۔ جناب مریخ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟

بہت تحریر فرمایا۔ سولہ طریقے۔

میں نے کہا۔ بس۔

اس پر فرمایا۔ اور آپ؟

میں نے کہا۔ گیارہ سو اداون طریقے۔

بولے۔۔۔ کچھ؟

میں نے کہا۔ جموت کہنا ہوتا تو کیا لاکھوں کا عدد مجھے معلوم نہ تھا گیارہ سو اداون کی کیا خصوصیت تھی؟

کہا۔ میرے سامنے بھر سکتے ہیں؟

میں نے کہا۔ ضرور، بلکہ میں نے بھر کر رکھ دیا ہے۔ آج چار بجے میرے ساتھ دریا پور تشریف لے چلیں۔ مولانا مقبول احمد خاں صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں، وہیں ناشتہ چائے چلے، وہ کتاب میں حاضر کروں گا۔ ایک ہی نقش ہے جو اسے طریقے سے بھرتا رہا ہے، جس میں کوئی ایک دوسرے

سے ملنا: وائیں۔

پوچھا۔ کن سے سیکھا؟

میں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نام لیا۔

حضرت کے متفقہ تھے نام سن کر ان کو یقین ہو گیا مگر پوچھا۔ اور اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟

میں نے کہا۔ تیس سو طرح بقیے ہیں۔

کہا۔ آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا؟

میں نے کہا۔ وہ جو علم کے دریا نہیں سمندر ہیں۔ جس فن کا ذکر آیا ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھری کو سیکھا اور اسی کی کتب بنی فرمائی ہے۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں۔

آخر چچہ وہ میرے ساتھ دریا پار تشریف لائے اور وہ کاغذ جس پر میں نے وہ نقوش لکھے تھے، ملاحظہ فرمایا۔ بہت تعجب سے دیکھتے رہے، اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کے مشاق ہو کر بعد مغرب واپس ہوئے۔ پھر نہ معلوم کہ بریلی شریف حاضر ہوئے یا نہیں۔ خیر ہر کیف۔

جملہ علوم و فنون کی طرح فنِ عیسیر سے اعلیٰ حضرت کو نہ صرف واقفیت ہی تھی بلکہ اس فن میں کمال اور مہارت رکھتے تھے۔ بلکہ اگر بھجر کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کے ثبوت میں ایک تحریر نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ جس کو حضرت عظیم الہرکت سیدنا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ مدظلہ العالی نے میری طلب پر روانہ فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فصل فی الوفیق الوحاوی

فقیر احمد رضا قادری بریلوی غفرلہ التوٰی مجموعہ سیدنا غور العاقین حضرت سید ابوالحسن احمد زوری میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی تھے بریں صورت دیدہ بود، اما اور قاعدہ مضبوطہ و ضابطہ بخطر وہ نیا تھے، ناچار بنجائے غور و فکر سے کرم و دست ضابطہ برآوردہ۔ وائیں تھیں راہم ہر دو نسخ تمام شود، ضابطہ قائم و ضابطہ مضطرب۔ تعلق و حاوی نام نہاد و سیر اور وائیں بیت الضابطہ وادام۔

چونخواستہ نقش و حاوی سیر دور بخ دو میان دو فرزیر بگیر

چوں چہار دہم باہ محرم الحرام ۱۳۵۶ شرف خاک بوی آستانہ عالیہ برکاتے بتقریب عرس سراپا اقدس حضور صاحب الہرکات رضی اللہ عنہ دست وادہ ذکر اس نقش با صاحب زادہ وللا احترام حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن میاں صاحب وامت برکاتیم العالیہ برمایا آمد۔ عرض داشتیم کہ من فقیر امیں وفقی را چند ضابطہ بروئے کار آورده ام۔ ارشاد فرمود کہ پفرست۔ ۱۵ ماہ مذکور بطن رسیدم، طرح فکرے تاز و انداختم۔ در ساعت غلیل منت ضابطہ دیگر بروئے نمودن آنکہ تملک عنصرہ کما ملہ نہ۔ دہا قیاد و جوہ طریق رشت از حد نہایت برو۔ فقیر اولآں سہ قاعدہ پیشیں میں نویسم، پئیں آں ضابطہ آفرز ذکر خواہم کرد و اللہ التوفیق۔

(ضابطہ اولیٰ) شش طرح ویرسہ تقسیم واز حاصل آغاز و سریک در بیت چہارم و دوم در سوم کہ بیت القطب ست و پئیں ست تقریب طبعی و افد ما بجرری جبہ نسمة و سیر از ہر چاہر بیت آتشی دپادی و آبی دحاکی ممکن ست۔ و راہ بین دینار ہر دو کشادہ۔

فمن الخاری



ومن المہوائی

ومن المانی



امن الارضی



وهذا من عشرة فالكسر واحد



وهذا من احد عشر فالكسر اثنان



نقش پست در پست



(ضابطه ثانیه) بر طبق معیار یک که عدد اسم مطلوب یا آیت مقصود و دو بی قلب آورند و حاصل جمع خلق سرش اعداد مطلوب باشد و واجب گیرند

این صورت از ستافون مکن و لهذا وفق ح



نقش پست در پست



(عناجلہ ثالثہ) کہ خانہ قلعہ بہر گماہت مقصد، تہی مانہ۔ قالوش آنکہ سہ طرح و مقوم علیہ، و کسر و چہارم

آنگه سه طرح و مقصود علی، و کسر در چهارم

واقل مايجرى فيه خمسة



وهذا سنن سنة



نقش بهت در بهت



وایں جا قائد اے مصداق یہ جاری ہو ایں کرو کہ بہت قلعہ بند اور نہ وایں سہ قاعدہ است کہ ہنگامہ اولین پر وہ انہوں نے منصوبہ کشود۔ حالانکہ وہ اپنا برقیہ پر ہنگامہ۔

(ضابطه - اجبه منقول بر طرفه غیر متناهیة) در تقیم طبعی طرح ۶۶ بود، و سایر ریش اعداد یک یک افزودن - و تمامی رسد که از اضعاف سته بر تقدیر

کہ خواہی طرح کٹی و بھسا پ آں در زیادت افزائی مثلاً اگر ۱۴ طرح کٹی، بہر خانہ دو گاہ افزائی۔ و در طرح ۸ اس گاہ۔ و در اسقاط ۴۴ چار گاہ۔ و ہم جنس الی مالانہا۔

یہی ہے کہ چونکہ اس کا سبب سترائے نامیہ ہے، لہذا اس خطا پر راغبزایاں ناخوش نہ ہوں۔ تقسیم وائزما پر سے وائزما حاصل شروع ہوئے، کہ کمرہاں است کہ در تقسیم

طبعی گزشتہ و تذکر امثالہ بعض الطرفہ

(طریقہ اولیٰ) طرح ۳ اور ثابت دو گول و اقل حاصری

ففيه خمسة عشر ركعاً



وهذا من ١٧ فالكسر واحد



نفس بست در بست فالکسر اثنان



(طریقہ دوم)

طرح ۱۸ وزیات سرگاہ وائل مائیکری فیہ ۲۱

	۱	
۲	۷	۱۰
	۱۳	

لش نام ذات

	۱۶	
۱۹	۲۲	۲۵
	۲۸	

لش نام پاک محمد علی

	۲۳	
۲۷	۳۱	۳۴
	۳۷	

(طریقہ سوم)

طرح ۲۳ وزیات چارگان وائل مائیکری فیہ ۲۷

	۱	
۵	۹	۱۳
	۱۷	

(طریقہ چہارم)

طرح ۸۰۵ کہ یک صدوی

ضد ست است وزیات برخانہ ۱۳۰۰ تویہ تسمیہ

	۱	
۵	۹	۱۳
	۱۷	

و علیٰ هذا القیاس ازین ضابطہ طرق غیر متناہی توان بر آورد کہ اللہ بختی -

(ضابطہ ضابطہ ایضا مشتمل بر طرفہ غیر متناہی) از ستا غیر متناہی ہر قدر کہ خواہی طرح نمائی، و تقسیم بر ۲ و تا بیت قطب میر بر نظم طبعی۔ و بعد از ازل کہ بیت چہارم ست از عدد مطروح ہر قدر کہ باشد کہ تم نمود میر نمائی۔ و ظاہر ست کہ درین صورت کہ سرفند مگر یک، آفراد بیت چہارم بیت ذائی طرا (طریقہ ہولی) چنان طرح کہ تقسیم در بیت چہارم از عدد مطروح کہ بر پورہ کا تقسیم، بقیہ نماخ آتیا صفر نمند، و در بنجم یک۔ وائل مائیکری

فیہ ضابطہ لکندا

	۱	
۲	۳	۵
	۱	

نقش بست درست



تو محسبش آنکه از بست سه نفر بگذرد، اما نمک برداشت کردیم، بهشت صحیح برآید، و کسریک بهشت را بخانه اول نهاد و تا قطب میر نمودیم۔ در بست چهارم از مطروح سه کاسه، فانی شد، معمری پادشاه۔ اما کسریک که بدست پدر، افزودیم۔ یک درین خانه آمد، و دو در بست پنجم۔

(طریقه دوم) طرح ۳ دور خانه و پنجم یک دور داخل ما بجری

فیه سته انگشتا



نقش بست درست بلا کسر



این یعنی شش اول برآید۔ اما فرق در طریقه ست آنجا سه طرح کرده بودیم، و کسریک آمد، و این چهار خانه پنجم و بی کسریک پنجم۔

نقش اسم ذات



اسم ذات پاک احمد ﷺ اعدادش ۵۳



(طریقه سوم) طرح ۱۰۵ این چار خانه چهارم و پنجم و آنکه کسریک بیفتی و آن

مایجری فیه سبعة



نقش بست درست



(طریقہ چہارم) طرح ۸۳ تعویذ تھیہ

دہم سنس الی مالد نسوایہ لہ



ضابطہ ہمارہ ابضا مشتمل بر طرفہ غیر منصفیہ ۱۱ میں ضابطہ کئی طرحے و کسرے محتاج قیمت و بیچ گونہ نکالتے و سیاتے نمی خواہد۔ ہر عدوے کہ خواهی بہر نیچے کہ خواهی سر پارہ کئی و آں پارہ ہار و بیوت ۱۳ و لیکن تا بیوت القطب نہیں، چوں بہ بیت چہارم ہی و از سر آقا ز کئی۔ بعد و از عدو خانہ اول بالترتیب نوشتن گیری۔

مثلاً بیت و پارہ کرویم ۵، ۷، ۸،



یا ۳، ۱، ۱



یا ۶، ۱، ۱۰



وخذ الی جا اگر اختلاف بیوت در عدو خواہند، البتہ در کم از سر جریان نماید قانون اقسام ۱۱، معمولہ بسنگن اقل من ذلک مختلفات ورنہ در سہیز گن ست گنالد یعنی۔

(ضابطہ سابع) بیچ طرح کئی و باقی را نگاہ وادی و سر مطلقاً از یکے نمائی۔ چوں چہ بیت چہارم آئی، جمع باقی ماندہ را نیچی و در بنجم برآں یک افزائی کما هو متفق علی السیر۔

و اقل ما یجری فیہ صفہ



بلکہ در نمسہ نیز ممکن ست کہ چوں بعد طرح بیچ از بیچ نماید، بیت چہارم صفر آید، و در رنگ آنچہ کہ در ضابطہ علمہ نوشت۔

و فیضا صورتہ



نقش بہت درست

	۱	
۲	۳	۱۵
	۱۶	

نقش اسم ذات

	۱	
۲	۳	۱۶
	۶۲	

(تفسیر) اس ضابطہ کے تحت آخر ہم تعبیر تو اس کرو۔ مثلاً

تعبیر دوم آنکہ ہر بیت آنست کہ دروے رقی از ارقام ہندسیہ باشند و اقل آنها یک ست۔ حالا از ہر عدد کہ خواہی شش طرح کنی، و باقی را نگاہ داشتہ تا بیت قلب از یک تا سہ بر نظم طبعی رفتہ، در چہارم جمعی باقی را با یک کہ اقل حقوق بیوت ست جمع کنی۔ مثلاً از بہت بعد طرح شش ۱۳ باقی ست، در بیت چہارم ۵ الونجم و در یازم ۱۶ اکسار بیت۔

تعبیر سوم آنکہ ۹ مطروح و تا بیت القلب از یک تا سہ سیر طبعی، و در چہارم بر متنقنائے نظم طبعی کہ عدد ۴ ست جمع باقی را ۱۱ جانہ۔ مثلاً در نقش بدو ۹ بعد طرح ۹ باقی ۱۱ چون ۱۳ جمع کردہ شد، ۱۵ برآمد، و شش با سہ شد۔ لہذا تحقیقت راجع بہ اس طرح ۵ و کتابت جمعی باقی در بیت چہارم است۔ فرق این است کہ آن شامل تر ست کہ ہم از خمسہ جریان آگاہی کند، و لہذا قاصد و ناقص۔ یا ز دروے قلت و سہولت عمل علاوہ ۱۰ پس ہمون مختار آفتا۔ و ہر ماہما نتیجہ کردیم تا مترک را نہ ہول عنہا گمان نہ برند۔

(ضابطہ نمائندہ) عدد مطلوب را بر ۹ قسمت نمائی و کسر از یک تا ہشت ہر چند کہ باشد محفوظ و اری، و حاصل قسمت را در خانہ مقرر تہادہ و در بیت باقیہ و اس حاصل بر حاصل افزودہ باشی۔ مثلاً در ۹ حاصل قسمت یک ست، بہر خانہ یکان یکان افزائی۔ و در عدد ۱۸ حاصل ۱۲ ست، بہت بیت دوکان زیادہ کنی۔ و در ۲۶ حاصل ۳ ست، بہت بیت سہگان اضافہ کنی۔ و لہذا در کسر ہر قدر کہ باشد با اس حاصل در بیت چہارم جمع نمائی۔

و اقل ما یجری فیہ نمونہ

	۱	
۲	۳	۴
	۵	

من ۱۷ الفاصل ۸

	۱	
۲	۳	۱۳
	۱۳	

من مجموع فالہا حاصل ۲ و الگسر ۲

	۳	
۴	۶	۱۵
	۱۶	

من اجل فالہا حاصل ۲ و الگسر ۷

	۳	
۲	۹	۱۹
	۲۲	

من اسم محمد ﷺ فالعاصل ۹۰ والکسر ۴

	۱۰	
۲۰	۳۰	۳۴
	۵۲	

من التسمية فالعاصل ۸۷ والکسر ۴

	۸۷	
۲۷۳	۲۶۱	۲۵۱
	۳۲۸	

(حسابه نامه) ذوالکتابه در هر سغانه شطع عرضی حروف اسم یا کلمات آیت هر چه خواص نویسی، واحد او آتبار از زیر آنها نگاری، و در مخرج از عدد بیت دوم هر چه که باشد یک کم نمی، و در مطلق بر عدد بیت چهارم هر قدر که باشد یک بطراکی - نقش مراد بر کرسی سدا و نظیر - مثلاً

من محمد رسول الله ﷺ

	۲۵	
الله	رسول	محمد
۲۲	۴۹۹	۹۲
	۹۳	

من التسمية

	۲۸۸	
الرحيم	الرحمن	بسم الله
۲۸۹	۳۴۹	۱۴۸
	۱۶۹	

من اسم العقیظ

	۸۹۹	
ظ	نی	ح
۹۰۰	۹۰	۸
	۹	

و از لحاظ نقش این ست که جزا سے کہ کم از سه حرف داشته باشد که تقسیم او بر بیست و شش ممکن است، و در هر اسم دعیارت جاری است، تا آنکه در اسم سه حرفی که حرف آخر بخش الف باشد، نیز راست می آید - حالانکه بر این تقدیر و سغانه دوم الف افتد، و ممکن نشاءد که در بیت اول از سه چیز کم کرده بنویسد. اما این جا کم کردن آست که مفرماند نام پاک خدا جل جلاله

	۰	
و	ح	خ
۱	۳	۲۰۰
	۲۰۱	

(فائدہ) دریں طریقہ لطیفے آنست کہ از اعداد بیست اسمائے دیگر بمآوردن اہل و آسانست۔ چوں چنان تقسیم بدست خودست، عدد مطلوب را بہر تہیہ سر پا رکشند کہ ہر ایک از آنہا عدد اسمے از اسمائے طیب لطیفہ یا قہر یہ طلی حسب الحاجت باشد۔ لیکن کہ عدد محتاج و مطلق نیز مسحت کنند، و اعداد اسم و دیگر موافق آید۔ مثلاً اعداد اسم ذات را بر ۱۸، ۳۳، ۴۲ قسمت کردیم کہ اعداد حسی و اجلی و وہاب است۔ وہاب و رختا دوم آید و چنانہا دل را ۱۳۶ نامہ کہ عدد واحدست، و پنجم را ۱۹ کہ عدد واحدست، نقش چنان راست کردیم۔

دش پاک دوم رحیم ایں پنجیں عددش ۲۵۸

	یا احد ۱۳	
یا وہاب ۱۲	یا اجل ۳۳	یا حی ۱۸
	یا واحد ۱۹	

	یا حق ۱۰۸	
یا حنان ۱۰۹	یا الہ ۳۶	یا باقی ۱۱۳
	یا جامع ۱۱۳	

(فائدہ) نقش محیط الاسرار خود ناہرست کہ در جمیع اقسام اوقات میرست چہ ادا باشد مگر جمع کردن چند نقش و در نقش واحد تقسیم کردن ہر بیت ہر عدد اول بیست عدد و دوم ہر طبق ہزار یہ ممکن، و دوم ہر وقت نظم مشہور ماہی چا نقش و حدادی محیط الاسرار از اسمائے حضرت پنجین پاک صلوات اللہ اسلامہ علیہم بر طور مصرعی می نویسم واللہ تعالیٰ اعلم ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ یہ دس شاخے نقش 'وحدائی' کے ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ تک فور و فکر کا نتیجہ تھا۔ جب رسالہ مبارکہ اطناذب الاکسیر فی علم التکسیر پر میرے چڑھنے اور طبع گسیر کیلئے کے زمانہ میں نظر ثانی فرمائی تو چھالیس ضابطے استخراج فرمائے۔ اور اگر کچھ اور فور و اصل فرماتے تو ۵۰ تک پہنچا دیتے، بلکہ اس سے بھی زیادہ فرماتے۔ اور واقعی علم لدنی وہابی کی شان بھی ہوتی ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

ایک دن نواب وزیر احمد خان صاحب ایک کتاب جس میں انہوں نے تعریفات اشیا لکھی تھی، اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی کو بغرض اصلاح سنار ہے جسے۔ علم جعفری تحریف سنا تے وقت حضور نے فرمایا آپ نے ظلم ناجح کی تحریف نہ لکھی، یہ ظلم جعفری کا ایک شعبہ ہے۔ اس میں منقول عربی زبان بحر طویل اور حرف ل کی روی میں آتا ہے، اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا، قطع نہیں آتا۔ جس کو صاحب ظلم کی اجازت نہیں ہوتی، نہیں آتا۔ میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی، اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے، جس میں حضور اقدس ﷺ خواب میں تحریف لاتے ہیں۔ اگر اجازت عطا ہوئی تھیں، کیا، ورنہ نہیں، میں نے تین چار روز پڑھا، تیسرے روز خواب میں دیکھا۔

ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا پتھر کٹا ہوا ہے۔ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں، اور چند صحابہ کرام بھی حاضر ہیں، جن میں سے میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پہچانا، اس کو گیس میں سے حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام پانی بھر رہے ہیں، اس میں سے ایک بڑا پتھر نکلا کہ عرض میں ڈر گز اور طول میں دو گز ہوگا، اور اس پر سبز کپڑا چڑھا ہوا ہے، جس کے وسط میں سفید روش بہت بلی قلم سے اھـذ اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے۔

جس سے میں نے یہ مطلب نکالا۔

اس کا حاصل کرنا ہڈیاں فرمایا جاتا ہے۔

اس سے باقاعدہ جعفر اذن نکل سکتا تھا۔ کو بطور صدر مسخر آفریں رکھا، اس کے بعد وہ اب واپسی چک چکی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آگئی پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ واپس ہے، یعنی پچاس، جس کا حرف ن ہے یوں اذن سمجھا جاتا مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا، اس فن کو چھوڑ دیا کہ حد کے معنی میں فضول یک۔

ملفوظات حصہ اول میں ہے کسی نے عرض کیا: قیامت کب ہوگی، اور ظہور امام مہدی کب۔

ارشاد فرمایا: قیامت کب ہوگی، اے اللہ جانتا ہے اور اس کے بتانے سے اس کے رسول ﷺ قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے:

عَالَمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهَرُ عَلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا قَبْلَ أَنْ تَقْضَىٰ مِنْ رَسُولٍ .

”اللہ غیب کا جائزہ دلا ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے پسندیدہ رسولوں کے۔“

امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے، جس کا اوپر کی مشعل آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بعض علما نے کرام نے ملاحظہ احادیث سے حساب لگا دیا کہ یہ امت بن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے اس سے انکار میں رسالہ کما الکشف عن تجاوز هذه الامة الف اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔

امام جلال الدین کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے۔ اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۳۰۰ھ میں حاضر ہوگا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اسے بھی جہنمیں برس گزر گئے اور جزو قیامت تو قیامت، اس شرط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا۔

امام مہدی کے بارے میں احادیث کثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں، اور بعض علوم کے ذریعے مجھایا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے، اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی ظہور فرمائیں گے۔

کسی نے دریافت کیا کہ حضور نے علم جعفر سے معلوم فرمایا؟

ارشاد ہوا: ہاں! اور پھر کسی قدر زبان دیا کہ فرمایا: آم کھائیے پڑ نہ گئیے۔

(پھر خودی ارشاد فرمایا) کہ میں نے یہ دونوں وقت ۱۸۳۷ھ میں سلطنت اسلامی نہ رہنا اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمایا، سید الکاشفین حضرت شیخ اکبر محمدی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ سے اخذ کیے ہیں۔

اللہ اکبر کی ساز و دست واضح کشف تھا کہ سلطنت ترکی اول عثمان پاشا حضرت کے مدد توں بعد پیدا ہوا۔ مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانہ اخیر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور ان کے وزراء ہوں گے، روز میں سب کا مختصر ذکر فرمایا کہ زمانہ کے عظیم وقائع کی طرف بھی اشارے فرمادیے۔ کسی بادشاہ سے اپنی تحریر میں بدترنی خطاب فرماتے ہیں اور کسی پر حالت غضب کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں ختم

سلطنت اسلامی کی نسبت لفظ ایک فرمایا اور صاف تصریح فرمادی کہ لا انزل ايقظ السجيرة بل ايقظ الجفيرة

میں نے ايقظ جعفریہ کا حساب کیا، تو ۱۸۳۷ھ آتے ہیں، اور انہیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ میں ظہور امام مہدی کے سن اخذ کئے، وہ فرماتے ہیں۔ رہا!

ببسم اللہ فالتمہدی قاما

إذا دار الزمان على حروف

الافاقرة من عندى سلاھا

ويخرج في الحطيم عقيب صوم

خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمایا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب ہے گی مگر خدا مدد میں فی السبب ظہور قبر محیی العین جب سین میں شین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔ سلطان سلیم جب شام میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ قلاں مقام میں میری قبر ہے سلطان نے وہاں ایک قبہ بنوا دیا جو زیارت گاہ عام ہے۔

(محرر فرمایا:) چند جدول ۲۸-۲۹ خانوں کی آپ نے تحریر فرمادی ہیں جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی خالی چھوڑ دیئے، اب اس کا حساب لگاتے رہیے کہ اس سے کیا مطلب ہے۔

ملفوظات حصہ دوم سرخج کے بیان میں ہے۔

میں نے یہ خیال کیا کہ یہ شعر کرم تمام جہاں کا مریع و لجا ہے، اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں، ممکن کہ کوئی صاحب جہز داں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے، ایک صاحب معلوم ہوئے جن میں مشہور ہیں۔ نام پوچھا معلوم ہوا عبدالرحمن دھان، حضرت مولانا احمد وہان کی کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ نام سن کر اس لیے خوش ہوا کہ یہ اہل ان کے بڑے بھائی صاحب مولانا اسد وہان کہ اب قاضی مکہ ہیں۔ مجھ سے سند حدیث لے چکے تھے۔ میں نے مولانا عبدالرحمن کو بلایا، وہ تشریف لائے۔ کئی گھنٹے غلوٹ رہی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتا بندہ جو ان کے پاس ناقص تھا، اس کی تکمیل ہو گئی۔

اسی کے مثل سرکار مدینہ میں واقع ہوا، وہاں بھی ایک صاحب عبدالرحمن نام ہی کے لے، یہ عبدالرحمن عربی بھی ہیں، اور وہ عبدالرحمن آقادی ترکی شامی۔ کئی روز متصل تشریف لاتے، اور درپیک بیٹھ کر جاتے۔ ہجوم حضرات اہل علم و محضرین کے سب انہیں بات کا موقع ملتا۔ ایک دن میں نے ان سے غرض پوچھی، کہا: تمہارے میں کہوں گا۔ دوسرے دن ان کے لیے وقت نکالا، کہا: میں جن میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے فرمایا: یہاں شاذ بہر ازیادہ قیام ہے، دتیرا۔ میں خاص اس کی تکمیل کے لیے تیرے پاس ہندوستان آؤں گا۔

وہ تو آئے مگر مولانا سید حسین صاحب مدنی صاحب زادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اور چودہ مہینے فقیر خانہ پر قیام فرمایا، اور علم ادقائق و تفسیر دیکھے۔ انہیں کے لیے میں نے اپنا رسالہ اطالب الاکسبر فی علم التفسیر زبان عربی میں الما کیا۔ یعنی میں عبادت ربانی بول رہا تھا اور وہ کھٹے جاتے، اور اسی لکھنے میں اسے کھٹے جاتے۔ علم جعفر میں اتنی دست گاہ ہو گئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا جواب صحیح نکال لیے کہ ان کے لیے میں نے اس علم سے اجازت تعلیم کا سوال پہلے کر لیا تھا۔ اور جواب ملاحظہ تھا کہ یہ اسی کے لیے اتنی دور سے سفر کر کے آئے ہیں، اگر چند مہینے اور رہے تو امید تھی کہ سب جواب صحیح نکالے۔ میں نے جو جدول کثیر اس فن کی تکمیل جلیل کے لیے اپنی طبع زاد ایجاد کی تھیں، رخصت کے وقت انہیں نہ کر دیں کہ اس فن کے ترک کا قصد کر لیا تھا، جس کی وجہ سوالوں کی کثرت سے لوگوں کا پریشان کرنا تھا۔

اور بالخصوص یہ عجیب واقعہ کہ ایک امیر کبیر کی تنگم بیمار ہوئی، جس کا مذہب سنی تھا، انہوں نے میرے آقا زادے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ذریعے سے سوال کرایا۔ جواب نکلا۔

سید اختیار کریں ورنہ شفا نہیں

اور اس فن کا حکم ہے کہ جو جواب نکلے، بلا درود رعایت صاف کہہ دیا جائے۔ میں نے بھی لکھ دیکھا۔ یہ منظور نہ ہوا۔ اور مرض بڑھ گیا۔

اب حضرت ہی کے ذریعے سے یہ سوال آیا کہ موت کب اور کہاں ہوگی، اپنے شہر میں یا بیخ تال میں؟ کس وقت جدیل آپ وہاں کے لیے مرے گا جو قیام تھا۔ یہ سوال ۸ شوال ۱۳۲۸ھ کو ہوا۔ جواب نکلا۔

محرم یعنی ماہ محرم میں موت ہوگی

اور کہاں ہوگی؟ اس کے جواب میں، میں نے ان کے شہر کے نام کا پہلا حرف اور اس کے بعد قی اور اس کے بعد کا ہندسہ اور آگے لکھ کر خوش لکھا دیا۔ وہاں کے حکمران نے مجھے کس مہر کو مل کریں، انہوں نے حرف نام شہر سے تو شہر مراد لیا، قاف سے قلد اور آگے نہیں چلتا۔ حالانکہ اس حرف سے شہر مراد تھا، ار قاف سے قریب اور ۲ سے حرف ب کہ اول لفظ بیت ہے۔ یعنی موت یعنی تال میں نہیں ہوگی، بلکہ اپنے میں، مگر نہ اپنے محل میں بلکہ قریب بیت خوشی، دوسری جگہ میں۔

جب اس کا جواب کا شہر ہوا، اطراف سے جلد بازوں کے غلطی زدہ تھے، سے آنے لگے کہ تم نے تو موت کی خبر دی تھی، اور ابھی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا بھائیو! اگر محرم سے پہلے موت واقع ہو تو جواب غلط ہو جائے گا، نہ کس صحت کے لیے ابھی سے موت تلاش کر رہے ہو۔

اسی قسم کی طوفان بے تمیزی کے سبب میں نے یہ قصد کر لیا کہ یہ جواب غلط ہوا، تو اس فن پر اتنی محنت کروں گا کہ باذن تعالیٰ پھر غلطی نہ ہو۔ یہ علم تمام علوم سے مشکل تر اور دکھانے والے مفقود اور کاہر مصنفین کو کما افتخار خصوصاً جو علوم ظاہر ہیں اور مصنفین و معلمین ان کا اعلان چاہتے ہیں، ان کی تویہ حالت ہے کہ کتاب تو کچھ کہتی ہے، اور ناظرہ کچھ سمجھتا ہے۔ تو اس علم میں ناظر کی غلطی کیا موجب ہے؟ اور وہ بھی مجھ جیسے کے لیے، جس نے کسی سے سیکھا، نہ کوئی مشورہ نہ کر کے نہ والا۔ صرف ایک قاعدہ بدوح میں کہ مرزا داجات سے ہے، والا حضرت عظیم البرکت حضرت سیدنا سید اب

اسٹین احمد لوری یہاں صاحب قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۳ھ میں تعلیم فرمایا تھا۔ اس کے بعد جو کتابیں اس فن کے نام سے مشہور ہوئیں، ان کی نسبت اسی فن سے سوال کیا، اس نے ان پر نہایت تفتیح کی اور کہا "یہ سب سہل و باطل اور جلائے کے قابل ہیں" صرف دو کتابیں کی مدح کی، جو ان سب رائج کتابوں سے جدا ہیں۔ جن میں ایک حضرت شیخ اکبر علی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ کی تہذیب ہے۔

وہ دونوں کتابیں موافق عزوجل نے مجھے، ہم کرا دیں۔ انہیں مطالعہ کیا، جہاں تک ضرور مطالعہ انکشاف ہوا، ہوا۔ اور جہاں مطلب حضرات مصنفین نے ذہن میں رکھا تھا، اس کی نسبت جتنا قاعدہ معلوم ہو گیا تھا، اس سے سوال کیے، اس نے مطلب بتایا، ایک قاعدہ اور ملے ہوا۔ اب جو آگے لکھا، اس سے پوچھا۔ اس نے بتایا، اور ملے ہوا۔ اس طور پر اس فن کی قدروں و اعجاز معلوم ہوئی، میری کتاب سفر التفسیر عن الجعفر بالجعفر انہیں مباحث میں ہے، جس میں ساٹھ سوال و جواب ہیں۔ یعنی جحر سے جحر کو داخیج کرنے کی کتاب۔

اس نے ایک دوسرے علم زائد میں ہے کہ زمانہ سیدنا شیخ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس راز کے اکٹھا کا ملنی مہم (ہے)۔ رسائل فن میں نہایت فاضل چیتاں کی طرح اس کے بارہ پتے دہنے گئے ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ خاتم آدم میں ہے۔ میں نے اس کی نسبت بھی اسی پہلے قاعدہ جحر سے سوال کیا۔ اس نے روشن طور پر بتا دیا۔ اب جو ان بارہ پتوں کیوں کو دیکھوں، بقوسب خود بخود منکشف ہو گئے۔

خیال ہوا کہ اس فن کی طرف بھی توجہ کروں کہ اس کا رافر نہاں تو کھل ہی گیا ہے۔ اس پر اقدام کا اکثر فن نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ چند روڈ کچھ اسما تلاوت کئے جاتے ہیں۔ مدت موعود میں خوش نصیب بندہ بکرم اللہ تعالیٰ فی زیادت بحال جہاں آرائے حضور اور سید عالم ﷺ سے شرف ہوتا ہے، اگر سرکار اقدس ﷺ سے فن میں اشتغال کا اذن ملے، مغسول ہو۔ ورنہ چھوڑ دے۔ میں نے وہ اسمائے طیبہ تلاوت کئے۔ پہلے ہی ہفتہ میں سرکار ﷺ کا کرم ہوا، مجھے شاید میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ اس سے اذن کا استنباط ہو سکتا تھا۔ مگر میں نے ظاہر پر محمول کر کے ترک کر دیا۔

غرض جحر سے جو جواب ملے، ضرور حق ہوگا کہ علم اولیائے کرام کا ہے، اہل بیت عظام کا ہے، امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ مہیسر مگر اپنی تلذذی کچھ چٹا نہیں۔ تو اگر یہ جواب خلط کیا، کافی محنت کروں گا اور صحیح اثر اس فن کا اشتغال چھوڑ دوں گا کہ آئے دن سوالوں کی محنت اور اٹلے اعتراضوں کی وقت کون ہے؟ جواب بھلا اللہ پورا صحیح اثر (۱۷) اور میں نے اشتغال چھوڑ دیا۔

وہ طبع زاجداد اول کہ تذقیق نام سے بتائی تھیں اور جنہوں نے اس فن کے بہت اعمال مشککہ کو آسان کر دیا تھا چلنے دقت حضرت سید (حسین مدنی) صاحب مصروف کے تذکرہ کریں۔

ان سے پہلے مولانا عبدالغفار صاحب بخاری اسی فن کے سیکھنے کو تشریف لائے تھے۔ انہوں نے حیدرآباد سے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں حریفہ لکھا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کام خطوط سے نہیں ہو سکتا، خود آئے، وہ ماہرہ شریف آئے، اتنی میں حضرت بریلی تشریف لے آئے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان سلمہ کے یہاں رونق افروز ہیں کہ عصر کے وقت مولوی صاحب تشریف لائے، ماشاء اللہ کمال متقی و صالح و عالم تھے۔ وہ جہاں ہوں اللہ تعالیٰ انہیں خیر و خوبی سے رکھے۔ حضرت قدس سرہ نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کچھ بتائیں، ان کو بتاؤ۔ میں ارشاد حضرت کے سبب حسب قاعدہ اس فن سے اجازت طلب نہ کر سکا کہ اگر ممانعت ہوئی تو حکم حضرت بکلاف کیوں کر کروں گا؟ آٹھ مہینے تک انہیں سکھایا۔ ایام سرما میں بعض وفادات کے دودودج جاتے، وہ عالم پورے تھے تو بعد خوب منہبہ کر لیے۔ آٹھ پھر میں ایک سوال نہایت آجلا با باضابطہ مرتب فرما لیتے، اور جواب تلاش کرتے، نہ تھا، مجھے دکھاتے، میں گزارش کرتا، دیکھیے یہ جواب رکھا ہے۔ اپنی دان پر ہاتھ مارتے کہ ہمیں کیوں نظر نہیں آتا؟ میں گزارش کرتا کہ جتنی بات تعلیم کے متعلق تھی، وہ آپ کو پوری آگئی۔ رہا جواب، وہ القائے نہ ہوا اپنا کیا اختیار؟ یہ اس کا نتیجہ تھا کہ اس علم سے بے اجازت لیے انہیں سکھایا۔ آٹھ مہینے رہے، اور چلنے وقت فرما گئے: میں جیسا آیا تھا، یہاں ہی جاتا ہوں۔

ان کی محبت و صلاح و تقویٰ کے سبب اکثر ان کی یاد آتی ہے۔ بڑی روٹنگا پور سے ایک خط ان کا آیا تھا، اس کے بعد سے کچھ پتہ معلوم نہیں، سید حسین مدنی سا کوئی سبز چشم و بے طمع عربی میں ان عرب سے آنے والوں میں نے دیکھا ان کی خوبیاں ول پر بخش ہیں۔ حضرت سید اسماعیل علی کا تذکرہ اکثر ان کے سامنے کرتا، تو وہ فرماتے: ذہن سعادت ان کی کہ ان کی ایسی یاد تہارے تک میں ہے۔ اب اپنے چلے جانے کے بعد وہ کیوں کر دیکھیں کہ ان کی کتنی یاد ہے؟ یہاں سے ملک بھگن کو تشریف لے گئے پھر ان کا کوئی خط بھی نہ آیا نہ ہوا توں تک مدینہ طیبہ ان کا کوئی خط گیا۔ ان کے چھوٹے بھائی سید ابراہیم مدنی ان سے پہلے یہاں تشریف لائے تھے، وہ اس زمانہ میں قازان کو گئے ہوئے تھے کہ ملک روس میں ہے اور یہ تبت کو۔ ان کے بڑے بھائی سید احمد خلیفہ مدنی کے خطوط آتے کہ والدہ بیت پریشان ہیں، سید حسین کہاں ہیں؟ یہاں کسے پتہ معلوم تھا؟ اب ناگیا ہے کہ شاید مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ یہ سید صاحب محمد مدنی بیان ہے، جو چار رسائل تشریف لائے تھے۔

عالم الغیب والہام والعلوم وخبیر عل جلالہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اعلیٰ حضرت کو جملہ کمالات انسانی کیجہ ایک ولی اللہ کیلئے زمانہ میں ہونے چاہئیں، ہر جہ کمال جمع فرمادیا تھا۔ جس وصف کمال کو دیکھئے، مایہ معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسی میں تمام عمر صرف فرما کر اس کو حاصل فرمایا ہے، اور اس میں کمال پیدا کیا ہے۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض مہربت عظمیٰ و نعمت کبریٰ ہے۔ ایک ادنیٰ توجہ سے زیادہ اس کی طرف کبھی صرف نہیں فرمائی۔ ازاں جملہ تاریخ گوئی ہے۔ اس میں وہ کمال اور ملک تھا کہ انسان حقیقی دیر میں کوئی مفہوم انگشتوں میں ادا کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اسنے ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرمایا کرتے تھے، جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر و بیشتر کا تاریخی نام اور وہ بھی ایسا چسپاں کہ بالکل مضمون کتاب کی توضیح و تفصیل کرنے والا۔ جس کا مفصل بیان ذکر تصنیفات میں ملاحظہ سے گذرے گا، اس جگہ چند واقعات تاریخ گوئی اور بعض قطععات تاریخ ناظرین حالات کی خدمت میں پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

۱۲۸۶ھ میں کہ حضور کی عمر شریف کا چودہواں سال تھا۔ ایک صاحب حاضر خدمت اقدس ہوئے، اور عرض کیا: ایک صاحب نے لہام پاڑا لٹایا ہے چاہتے ہیں کہ کوئی تاریخی نام ہو تو روزوارہ پر کتبہ کروں۔ حضور نے فی الہدیہ فرمایا: ان سے کہیے بد فاضل [۱۲۸۶ھ] رکھیں۔ اس جواب کو سن کر بولے کہ امام باراگتہ شدہ ہی سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضور دوسرا لفظ فرمائیں گے۔ جس میں لفظ رض نہ ہو۔ حضور نے فوایدی فرمایا: روزوار رض [۱۲۸۵ھ] رکھیں۔ یہ سن کر بہت چپ ہوئے اور پھر عرض کیا کہ اس کی ابتدا ۸۳ھ ہی میں کی تھی، اس لیے اسی سن کا نام ہونا مناسب۔ ارشاد فرمایا: تو روز رض [۱۲۸۳ھ] رکھیں۔

جناب سید الیوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بیچ شہد کا دن ہے اور صبح کا وقت، حضور حجام سے خط خواہے ہیں۔ میں قریب ہی تپائی پر بیٹھنا ہوں کہ ڈاک میں ایک کارڈ کمری جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی فاضل بہاری صدر مدرس مدرسہ عالیہ خاٹواں سہرام مدغلہ العالی کا آیا۔ حسب ارشاد فقیر نے پڑھ کر سنایا اس میں مدوح نے فرزند اوجہ کی ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے تاریخی نام جو پڑھنا نے کی درخواست کی تھی۔ حضور نے سنتے ہیں فی الہدیہ فرمایا: نام تو مختار الدین (۱۳۳۶ھ) ہونا چاہیے۔ اور دیکھتے تو سید صاحب! شاید تاریخ ہوگئی۔ میں نے جو شمار کیا تو پورے ۱۳۳۶ھ ہوئے، اور یہی سن ولادت تھا۔

فہم کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں۔ حاضرین کا چاروں طرف مجمع ہے ایک صاحب ریافت کرتے ہیں کہ اسم اعظم کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کے لیے اسم اعظم جدا ہے۔ اس کے بعد ہی ایک جانب سے نظر مبارک حاضرین پر دوپہر دھرماتی ہے، اور حضور ہر ایک سے بلا تکلف فرماتے جاتے ہیں۔ یہ جہارے لیے اسم اعظم ہے، یہ جہارے لیے اسم اعظم ہے۔ چنانچہ فقیر نے فرمایا: یا لطیف یا اللہ پڑھا کرو۔ پھر آخر میں فرمایا کہ ہر ایک صاحب کے نام میں جو حرف ہیں ان کے باقاعدہ ابجد جو مجموعی تعداد ہے اس کے ہم عدد اسمائے الہیہ میں ایک اسم ورنہ دو اسم روگنی مرتبہ ہر روز پڑھا کریں، یہ اس کے لیے مفید ہے۔ (۱۸) اس مجمع میں صرف براہِ رقاعت علی اسم اعظم نہیں فرماتے پائے تھے کہ عمر کی اذان ہوگئی اور جلسہ برخاست ہو گیا۔ براہِ مذکور اپنی عروزی پر دل میں انہوس کر رہے تھے اور بار بار یہ امید لگاتے تھے کہ شاید اب حضور فرمائیں، یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوگئی۔ اس وقت حضرت ثمالی فیصل مسجد پر تشریف فرما تھے غرض ٹکمرے بگبیر کبھی حضور علی القلاخ پر وہاں اٹھتے ہیں اور مصلیٰ پر سید عاقدہ رکھا اور وقت براہِ رقاعت علی بالکل مایوس ہو گئے اور دل میں وسوسہ آیا کہ آج پہلی مثال نظر آرہی ہے کہ میں محروم رہا جاتا ہوں۔ حضور فوراً اس وسوسہ کو مضمون فرماتے ہیں اور قلی بگبیر خرمیدان کی جانب رخ انور ادا فرماتے ہیں۔ سید صاحب! آپ کے لیے اسم اعظم یا خالق یا اللہ۔

ناظرین کرام! اس واقعہ سے چند چٹا ہے کہ حضور کو تاریخ گوئی میں کس درجہ ملکہ تھا۔ یعنی الفاظ تاریخی کو یا تو ک زبان پر تھے، جیسی تو نظر کے ساتھ ساتھ برجستہ ہر ایک کا اسم اعظم فرمایا۔ پھر یہ فیض و برکت کی بارش نام لبواؤں پر ہر جلسہ میں عام ہوا کرتی تھی۔ نیز شان روشن خمیری بھی نمایاں ہو رہی تھی، اور اس مسئلہ کا بھی انکشاف فرمایا ہوا ہے کہ نماز باجماعت کی بگبیر اقامت کے وقت بیٹھا ہے، اور علی القلاخ پر کھڑا ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس ذات قدسی صفات کا اعداء، بیٹھنا، سونا، جاگنا، چلنا، پھر ناغرض کوئی فعل اتباع سنت سے خالی نہ تھا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ مولوی حکیم سید شاہ ابوالحسن صاحب ابن جناب سید شاہ مظفر حسین صاحب ساکن ضلع پٹنہ کہ میرے قلم دوستوں میں ہیں، مجھ سے ملکر پورے تاریخی شریف لائے۔ میں اس زمانہ بریلی میں نہ تھا۔ بلکہ ایک مناظرہ میں رنگوں گیا ہوا تھا۔ سید صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے اخلاق کریمانہ و سادات لوازی کی وجہ سے کئی دن قیام کیا۔ ایک روز انہوں نے بھی خیر و برکت کے لیے کوئی وظیفہ اور اسم اعظم و ریافت کیا، حضور نے سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ آپ کے لیے اسم اعظم یا محسن ہے۔ پھر فرمایا کہ اس اسم سے غفلت نہ کیجئے یہ آپ کے لیے تسخیر ہے، اکسیر ہے۔

یہ واقعہ ۱۳۲۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد ۱۳۵ھ میں جب سید صاحب موصوف بتیم خانہ خادم الاسلام پنڈتشی میں ہجرت کی حیثیت سے قیام فرماتے تو ایک دن مجھ سے اس واقعہ کو بیان کیا اور کہا کہ واقعی اعلیٰ حضرت کا فرمانا لفظ بلفظ تمہیک پاتا ہوں۔ انفس کہ جانا تھا اس پر عمل نہیں ہوگا مگر جس زمانہ میں پڑھتا ہوں، اسیری و تیسیری اثر آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہوں۔

حسن اتفاق سے اس وقت میرے پیش نظر رسالہ مبارکہ ہوا واقع المنجم مصنفہ حضرت سیدی شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز ہے، جو مطبع گلزار حسیٰ بمبئی میں حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب قادری نقشبندی کی سعی سے چھپا ہے۔ مگر عجیب اتفاق ہے کہ یہ کتاب پوری چھپنے نہ پائی تھی کہ حضور مولانا موصوف کا وصال ہو گیا، اس لیے خیر کتاب میں ان کی تاریخ وصال مستخرج اعلیٰ حضرت قدس سرہا شامل کر دی گئے ہے، (۱۹) جس کے برابر مصرع سے تاریخ وفات نقلی ہے۔ میں اس جگہ اس پوری عبارت کو نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

تواریخ وصال حضرت عظیم البکرۃ، مجدد الکاملین، زبدۃ الواسطین، العارف الجلیل مولانا مولوی محمد اسماعیل القادری نقشبندی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ و ازادادۃ امام الملہقا، مقدم المصفا، تاج الفقہاء والمجددین، صراط العلماء المحققین، فاضل عظیم الشان جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی دامم نبیہ العسری والسعوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمدا للہ وصلاۃ علی محمد الحکیم

[۱۳۱۴ھ] رقعۃ التاقیت [۱۳۱۴ھ] عام وفاتہ العظیم الثبت [۱۳۱۴ھ] الفاضل الکامل الصن الجلیل [۱۳۱۴ھ] الرضی الاجل اسمعیل [۱۳۱۴ھ] مہامیسی الحل شانسی الحسب [۱۳۱۴ھ] القادری القدر اجل المرتب [۱۳۱۴ھ] الفاضل الودود علیہ احسانہ التجسیم [۱۳۱۴ھ] والسق اسمعیل بخدمۃ ابراہیم [۱۳۱۴ھ]۔۔۔۔۔

لا اسمعیل اسمعیل سُنَّہ	أَحَامِي خَالِيهِ مِنْ كُلِّ فِتْنَةٍ [۱۳۱۴ھ]
لا اسمعیل اسمعیل صدق	أَزَادِعْ كُلُّ مَنْ عَيْنُ فُطْنَةٍ [۱۳۱۴ھ]
لا اسمعیل اسمعیل حق	أَنْتَ الْخَلْقُ تَكْبُ كُنْ مَخْنَةٍ [۱۳۱۴ھ]
لا اسمعیل عند اللہ انشأ	مَوْعِدَةٍ بِمُخْرَمَةٍ وَمَنْهَةٍ [۱۳۱۴ھ]
أَلَا لَا يُبْكِيَنَّ قَفْلُ سَعِيدٍ	أَيُنْقَمُ زَجَعُ نَفْسٍ مَطْنِيَةٍ [۱۳۱۴ھ]
زَوَاغُ الرُّوحِ مِنْ كَيْفٍ لِسْنِي	كَمْزَنَةٍ أَنْجَلِي مِنْهَا ابْنَ مَرْثَةٍ [۱۳۱۴ھ]
سَنَاهُ وَتَفْعُهُ بَاقٍ نَهْيَا	فَقَطَّرُ دُخْبِي وَزَجِيرُ دُخْبِي [۱۳۱۴ھ]
يُزِفُ إِلَى جَنَابِ خَتَانِ عَفْوٍ	لَا تَوَارَوْا أَطْيَارَ مَرْثَةٍ [۱۳۱۴ھ]
يَحِفُّ بِسَهْ عَلِيكَ مِنْهُمْ	بِأُجْنَحَةٍ كَسَحَبِ مَرْثَةٍ [۱۳۱۴ھ]
وَإِنْ أَشْتَلَّ لِاسْمَاعِيلِ مَدَاهَا	أَجِبْ بَقَّةً بِشَرْبِ اللَّهِ إِلَهٍ [۱۳۱۴ھ]
لِاسْمَاعِيلِ لِاسْمَاعِيلِ مَدَاهَا	حَلَاةٌ هَجَانَةٌ وَخَلَاةٌ هُجْنَةٌ [۱۳۱۴ھ]
فَتَحْنُ بَمَنِّهِ وَهَبَاتِ يَمْنِهِ	تَكُونُ مِنْ أَهْلِ يَمْنٍ أَنْ يَمْنَهُ [۱۳۱۴ھ]
إِلَهَ اعْطِنَا حَسَنَ الرِّضَا	وَأَوَّلَ غَزَاةٍ وَغَفَبَ الْوَلَدُ يُمْنَهُ [۱۳۱۴ھ]

عدت أم طيل شوطنها أم أظلمت
فمالي أرى بالليل طرلا كأنها
أنكسها اتباع غال مغرب
أمشرقة كانت مشرقة الكلال
أرجعا ولا تدوير أم دار مغهد
تلى ليل ذى هم طوين صيما
ولا غروان ضللت فإن طريفة
يقاتر صغر نفسه وكذا الألب
ألا كل رزه في دنياك مئنته
ألم قر أن الله يرزجى سجنابة
وترزعم أم الزاهرات اذا ثنت

سرى الموت بل عن كل موت خليفة
شمال عبيد الله ضلعت جليفة
قضى بخيد قوم نحب و ننتظر
مضرو بيقينا خلف لم يك بيننا
و ذات خير ما نرجوه ان كان ودنا
تعايبهم في الله ان شاء موصل
وموع ودنا ان من حوش نبينا
هنا بالمحيا والحميا لقينا
قضى الله في جناته جنح شلينا
فدس به منه اليه له فان
حبا الله اسماعيل فضلا ورحمة
فلم يك فيما جاءنا يغتدى ولا
صيانة دين أو امانة بدعة
نوال مرید أو نكال مریدة
نرد الردع عن غوة الهوى
وعين الرضا عن كل عيب كيلة
ولكن عين المسخط تبدى المساويا
حياة مواتى حى طبعها بسبيغيه
مضى وهو تراق الى الثمن والعلى
وغسله سرب الصواب بهلة
وشدو شدوذ الشاذلية خطه
يحق في تاريخ رخلية الرضا
بأوفى نوال قور أفضل منزل
وقتك مراقي الطف كل كرية
ومهرات السحب من ضلته
تديم مدا ما شاملا بعبيده

بطن بطن والطلال أقلت
نزام ترؤم الجفر أوفيه خلعت
لزيها في السبر أم هي ضلعت
مكللة فيها الثواطر كلت
بصيتها فبالصهبا اياك علت
مهوم على أهلى ميانم خلعت
تلى كالتى في وجهها بل هي التى
فما بين بط والجنيم ظلم أظلمت
وكل جفاق مسبر عن اهله
فتسفل حجا اذحوت اذتجلت
تدلت قرلت اذ علت اذتلعت

ولا خلف عن فقد غراجلة
وشميل اسمعيل بالكلو ضلعت
ترجى وتخشى من شرور اضلعت
تراء ولا عين برؤنا تسلت
لخالص دين الله من دون علة
منا بر من نور بمغيط جلة
ومكرنا الاتى باكرم جلة
مخيا حبيب فى حيا خصلة
وبو أنا فى روضه مخصلة
يمر فويل بخر يغيض بيلة
وأكرم مثواه بمنزل خلة
يروح سوى فى خلة أة خلة
إبانة مزل أو اعانة خلة
يزال مزل أو تضال مضلة
نرى من كلامى جملة بمنجلة
فان يك لم تنفكروا ن ترغلت
كمن دخل النيسة مجتل جلة
فحياء حى لا يموت بخلة
فقال العلى والأمن فيما مخلة
وكفته ثوب الثواب بخلة
ورفعة قدر القادريه ضلعت

سحابك مريح المسح مثواك نلت [هـ ١٣١٤]
وأشرف نزل خور أوفى ثلة [هـ ١٣١٤]
سفتك شواقي الرأف أرج طلة [هـ ١٣١٤]
غل المصطفى والصخب حلت بهلة
وأفعدهم لوند لم يتقلت

ندى منك لى كالدیمة المستهله
به فاغفر اللهم ذنبى وزلبنى

وَأَرْضُ الزُّصَا ان لَمْ يُصْبِ وَأَبِل فُطِل
الْبَبِ الْيَك بِالْحَبِيبِ تَوْسَلِ

حضرت مولانا تقی علی صاحب اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ 'جواہر البیان فی اسرار الارکان' کے اخیر میں درج فرماتے ہیں۔ اسی میں تواریخ ولادت اور تواریخ وصال بھی ہے جن سے اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کا کمال ثابت ہوتا ہے۔ وہی مدد

(تواریخ ولادت)

جا، ولی دخی القیاب علی النمان [۱۲۴۶ھ] وحی الاحوال بھی المكان [۱۲۴۶ھ] وہو اجل محققى الافاضل [۱۲۴۶ھ] شهاب العدققدين الاحاٹل [۱۲۴۶ھ] قمر فی برج العشرى [۱۲۴۶ھ] برى من الخسوف والكلف [۱۲۴۶ھ] افضل سباق العلماء [۱۲۴۶ھ] أقدم حناق الكرما [۱۲۴۶ھ]

(تواریخ وفات)

كان نهاية جمع العظما [۱۲۹۷ھ] خاتم اجلة الفقها [۱۲۹۷ھ] امين الله فى الارج ابد [۱۲۹۷ھ] ان مونة العالم مونة العالم [۱۲۹۷ھ] وفات عالم الاسلام ثلثة فى جمع الانام [۱۲۹۷ھ] خلل فى باب العباد لا يند الى يوم القيامة [۱۲۹۷ھ] يا غفور [۱۲۹۷ھ] كمل له ثوابك يوم النشور [۱۲۹۷ھ] امنحه جنة أعدت للمتقين [۱۲۹۷ھ] صلى الله تعالى عليه سيدنا محمد واله واهله اجمعين [۱۲۹۷ھ]۔

۱۳۳۹ھ میں، میں سلسلہ جامع مسجد میں خطیب تھا کہ مکان سے خط آیا اور اس میں بڑی لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری تھی میں نے اس خط کو اور اس کے ساتھ اور اس کے ساتھ ایک عربیہ لکھ کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر کیا، جس میں تاریخی نام کے لیے عرض کیا تھا، یہ وہی ہے ایک جواب آیا، جس میں مبارک باد تھی، اور بچی کے لیے دعائے خیر اور تاریخی نام 'زریحہ خاتون' [۱۳۳۹ھ] تحریر فرمایا تھا۔ اسی طرح رجب ۱۳۳۳ھ میں دوسری لڑکی کی پیدا ہوئی تو میں نے پٹنہ سے عربیہ حاضر کیا اور تاریخی نام کی درخواست کی تو 'ولیہ خاتون' [۱۳۳۳ھ] زہر بیات سے تاریخی نام تجویز فرمایا۔ بھر عزیز بی عتادی الدین سلمہ کے بعد ۱۳۳۹ھ میں بھرام میں لڑکی پیدا ہوئی۔ میں نے اس کی ولادت کی خبر دی اور تاریخی نام کے لیے حضور نے 'ربیع خاتون' [۱۳۳۹ھ] تاریخی نام تجویز فرمایا۔

غرض یہ کہنا بالکل بلا مبالغہ ہے کہ جس طرح ہر پڑ سے لکھے کے نزدیک لفظ کے تصور یا تلفظ کے ساتھ اس کے معنی ذہن نشین ہو جاتے ہیں، اسی طرح اعلیٰ حضرت کے نزدیک لفظ کے تصور کے ساتھ اعداد و اہن میں آ جاتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کے سلسلہ میں کتاب مستطاب انوار آفتاب صداقت معتمد سلووی حاجی قاضی فضل احمد صاحب سنی خفی نقشبندی مجددی عظیم لدھیانہ صدرۃ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و دیگر علمائے کرام حامیان دین و ملت قدمہ امراء ہم کے صلہ ۳۶۳ سے اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ مع استی نقل کرنا افتادہ و افتادہ سے خالی نہ ہوگا۔

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا کہ آیہ کریمہ **ان من المجرمین منتقمون** کے اعداد (۱۲۰۴) ہیں اور یہی عدد ابو بکر عثمان کے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ بینوا نہ جردا
استغفرکونہی فضل احمد لدھیانوی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

الجواب

روافضی لعنہ اللہ تعالیٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سرو پاؤں اور ہوا ہے۔

اولاً: ہر آیت عذاب کے عدد اسمائے اختیار سے مطابق کر سکتے ہیں، اور ہر آیت ثواب کے (عدد) اسمائے نکرے۔ کہ اسمائے وسعت وسیعہ ہے۔
ثانیاً: امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تین صاحب زادوں کے نام ابو بکر، عمر، عثمان ہیں۔ رافضی نے آیت کو اصرہ پھیرا، کوئی تیسری اصرہ پھیروے گا، اور دونوں لمحوں ہیں۔ حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس ﷺ تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:
أرونی ابنی ماذا سمیتوہ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ مولیٰ علی نے عرض کی: حرب۔ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ مولیٰ علی نے عرض کی: حرب فرمایا: نہیں، بلکہ وہ حسین ہے۔ پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا: حضرت علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا: نہیں، وہ محسن ہے۔ پھر فرمایا: میں نے ان بیٹوں کے نام بارون علیہ السلام کے بیٹوں پر رکھے شہرہ شہرہ مشہر۔ حسن، حسین، محسن ان سے ہم وزن وہم معنی۔
اس سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ انکرم کو بھیجی ہوئی کہ اولاد کے نام اختیار کے ناموں پر رکھے چاہیں۔ لہذا ان کے بعد صاحب زادوں کے نام ابو بکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہ رکھے۔

ثالثاً: رافضی نے اعداد غلط بتائے۔ امیر المومنین عثمان فقی رضی اللہ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد ۱۲۰۴ ہیں، نہ کہ دو۔
اکہاں او رافضی!

بارہ سو عدد دکاہے کے ہیں؟ انہیں سہارافضیہ کے۔
۲) ہاں او رافضی!

بارہ سو عدد وہ ان کے ہیں، انہیں بڑے امین زیادہ شیطان الطاق، بگھنی امین باجوبہ، فقی، ملوی، ملی۔
۳) ہاں او رافضی!
اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا بَيْنَهُمْ كَانُوا شِيعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ (نعام ۶۳-۶۴)

بے شک جنہوں نے اپنا دین بکڑے بکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔

اس آیت کریمہ کے عدد ۶۳۸۲ ہیں، اور یہی عدد ہیں، روافضی، اشاعریہ، حنیفیہ، اہل حلیہ کے۔ اور اگر اپنی طرح سے اہل حلیہ میں الف چاہیے تو یہی عدد ہیں، روافضی، اشاعریہ، نصیریہ، اسماعیلیہ کے۔
۴) ہاں او رافضی!
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (نور ۲۳)

ان کے لیے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے برا گھر

اس کے عدد ۶۳۳ ہیں اور یہی عدد ہیں، شیطان، الطاق، ملوی، ملی کے۔

۵) نہیں او رافضی!

بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے

أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ (مدہ ۵۷)

وہی اپنے رب کے وہاں صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔ اس کے عدد (۱۳۳۵) ہیں اور یہی عدد ہیں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، سعید کے۔

۶) نہیں اور راضی؟

بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ (حدیدہ ۷۵/۱۹)

وہی اپنے رب کے حضور صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور

اس کے اعداد (۱۷۹۳) ہیں، اور یہی عدد ہیں ابو بکر، عیسیٰ، علی علیہ السلام، زبیر، سعد کے۔

۷) نہیں اور راضی؟

بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ (حدیدہ ۷۵/۱۹)

جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور

آپ کریم کے عدد تین ہزار رسول اور یہی عدد ہیں صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی علیہ السلام، زبیر، سعد، سعید، ابو سعید، عبدالرحمن بن عوف کے۔

اللہ تعالیٰ آپ کریم کا تمام و کمال جملہ مدح بھی پورا ہو گیا، اور حضرات عشرہ مبشرہ کے اسمائے طیبہ بھی سب آ گئے۔ جس میں اصلا الکلف اور تصنیع کو دخل نہیں۔

کچھ دروزوں سے آنکھ دکھتی ہے۔ یہ تمام آیات عذاب و اسمائے اشرار، آیات مدح و اسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابقت کئے جن میں صرف چھ مرتبہ حرف ہوئے اگر کچھ کرا عدد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہاد نظر آتی۔ مگر ہونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔

وَاللَّهُ الْحَمْدُ وَاللَّهُ تَعَالَى اعْلَم

اس ٹوٹی و تفل کر کے مولوی صاحب موصوف کتاب مذکور کے ص ۳۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیعہ یعنی راضی کا تو ماشاء اللہ لیے نہیں بلکہ قیسہ ہو گیا۔ اب مجال دمزدن نہیں۔

فقیر نے یہ کرامت اعلیٰ حضرت عظیم الیرکرت مجدد مائے حاضر و امام اہل سنت و جماعت چھشم خود ملاحظہ کی کہ چند لکھوں میں ان تمام آیات و اعداد کی مطابقت زبان فیض و الہام ترجمان سے فرمائی۔ یہ رات کا وقت تھا، قریب نصف گزر چکی تھی، واللہ باللہ عدد و اخبار و اشرار کے اسماء ساچے اور بے تامل کئے فرمادیے کہ فقیر سو اس کے اور انداز و جنس کر سکتا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا اظہار بقدر بعد القائے ربانی اور الہام سبحانی تھا۔ اس سے پیشتر جب کہ اعلیٰ حضرت نے کتاب کو سماعت فرماتے ہوئے متعدد جگہ فرقہ و بابیہ اور معترض پر شکات اعداد جمل کی مطابقت ملاحظہ فرمائی تو اسی وقت معاذ اللہ و تامل کے یوں فرمایا: جناب نے فرمایا کہ کلمہ فقیر نے تعمیل عظیم اس طرح ہوئی کہ آیت قرآنی:

۱) أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ کے اعداد (۶۶۸)

جو یہاں ہیں اعداد رشید احمد گنگوہی

۲) لَقَدْ قَالُوا كَلْبَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بِنِعْمَةِ إِسْلَامِهِمْ

(توبہ ۷۹/۷۷) کے اعداد (۱۴۶۳) ہیں جو یہاں ہیں اشرف علی صاحب دہلوی کے۔

۳) شَيْطَانًا مَرِيدًا لَّعَنَهُ اللَّهُ (تہ ۱۱۸/۱۱۸) کے اعداد (۸۳۷)

ہیں اور وہی اعداد ہیں حاجی صاحب لونوٹوی کے۔

سبحان اللہ و کھدہ کیا قدرت الہیہ کا تماشا اور تقدیر الہی کا نکلا وہ ہے کہ گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کے حالت کی طرف اشارہ فرمایا دیا۔ جو بیشک ان رب اعلیٰ اور عاقلان بارگاہ و خدا اس قسم کے کشف و الہام سے بیان فرما سکتے ہیں، اور عام کو سمجھا سکتے ہیں۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

فتویٰ نویسی

جناب سید ایوب علی صاحب نے فرمایا کہ امام اہل سنت قدس سرہ نے ۸ سال کی عمر میں ایک مسئلہ قرآن مجید فرمایا تھا۔ اتفاقاً حضرت رئیس الانبیاء حضرت مولانا تاجی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی، جب وہ گاؤں سے بذریعہ بتل گاڑی تشریف لائے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ ۱۸۰ (۲۰) نے لکھا ہے ان کو ابھی دیکھنا چاہیے مگر ہمیں اس جیسے مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھاوے تو میں جانوں۔

(ق ۱۳۷)

تاریخ ۱۳ شعبان ۱۲۸۶ھ میں فاتحہ فرائض کیا اور اسی دن یک مضامین کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد طبع وقار دیکھ کر اسی دن فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کر دیا۔

پہلا فتویٰ:

ملفوظات حصہ اول ص ۱۱ میں ہے: 'فہم نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا۔

اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا: 'مولانا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت مضامین لائے گا' یہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۳ شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتاء عطا ہوا اور اسی تاریخ سے محمد اللہ تعالیٰ نماز قرض ہوئی اور ولادت دس شمال الکتوم ۱۲۸۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ۱۱ جیلہ صدی ۱۹۱۳ء سب سے ہوئی تو منصب افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس دس مہینے چاروں کی تھی جب اب تک برابر یہی خدمت دین لی جارہی ہے۔ واللہ اللہ (عمری حیات اعلیٰ حضرت)

کمال فتویٰ نویسی:

مولوی امجد زوی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر کا چودہواں سال تھا۔ اہل ناک کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، کہ ایک شخص رامپور سے حضرت اقدس امام مفتین مولانا تاجی علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے، اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی کا فتویٰ جس پر اکثر علما کی موابیہ و محتلاہ تھے، پیش خدمت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کمرہ میں مولوی صاحب ہیں ان کو دے دیجئے جواب لکھ دیں گے وہ کمرہ میں گئے اور آ کر عرض کیا کہ کمرہ میں مولوی صاحب نہیں ہیں۔ فقط ایک صاحبزادہ صاحب ہیں فرمایا: انہیں کو دے دیجئے وہ لکھ دیں گے۔ انہوں نے کہا حضور! میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا حضرت نے فرمایا: آجکل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں۔ انہیں کو دیجئے۔ اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا ٹھیک رہا۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کے خلاف تحریر فرمایا اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت نے اس کی تصدیق و تصویب فرمائی۔ پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علما کے پاس لے گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر انہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی۔ جب والی رامپور اب کتب علی خاں صاحب کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا، آپ نے شروع سے آخر تک اس فتویٰ کو پڑھا اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علما کی ایک رائے ہے صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا۔ حضرت تشریف لائے نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھنے کے صاف فرمایا: فی التبیان وہی حکم صحیح جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: پھر اسے علما نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا: ان لوگوں نے مجھ پر اجماع میری شہرت کی وجہ سے کہا، اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی۔ ورنہ حق وہی ہے۔ جو انہوں نے لکھا ہے۔ (ق ۱۳۳، ۱۳۴)

جامع حالات فقیر ظہر الدین تادری رضوی فقر و غرض کرتا ہے کہ فقیر کے پیش نظر فتاویٰ حنفی میں و متاخرین سب ہیں۔ حنفیہ میں فتاویٰ ہند یہ تو بے شک اس مقدار میں ہے، جسے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے کچھ نسبت دی جاسکتی ہے، ورنہ اس وقت کے علما میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جس کے فتاویٰ کو اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے کوئی نسبت ہو۔ یہ باطنیہ اگیت ہے کہ اور ان کے فتاویٰ چھوٹے چھوٹے اور اسی پر ڈیڑھ سو، دوسو، تین سو صفحات، زیادہ سے زیادہ پانچ سو صفحات تک ہوں گے۔ اور اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ تفسیر کلاں، ہدایہ و ترمذی ساکن پڑ ۱۲ جلدوں میں، ہر جلد پچاس ساتھ نہیں، آٹھ سو یا نو سو صفحات کے درمیان ہے۔ اور باطنیہ کیفیت و نفاست مضامین تو اس کا اور معاہدوں کے فتاویٰ کا کوئی جو نہیں۔

فتاویٰ جلد اول کو چھپے ہوئے عرصہ گزرا۔ یہ جلد آٹھ سو اسی صفحات پر ختم ہے۔ اس جلد میں صرف باب التعمیم تک کے مسائل ہیں۔ اس میں بظاہر ۱۱۳ فتویٰ اور حقیقہً ہزار ہا مسائل ہیں، اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق و تنقیح کے ساتھ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملے۔ واللہ اللہ کہنے معرکہ الہام مسائل کہ بیحد

کثرت اختلافات و اضطرابات آج تک ناتج، اُلجے ہوئے تھے، فصلہ مزاج ايسے ساف و متج دئے، جس کی قدر اہل ایمان و تصاف ہی جانیں گے۔ واللہ الحمد۔ اس جلد میں ۲۸ رسائل ہیں۔ اور ۳۵۳۶ (تین ہزار پانچ سو چھتیس)

اقوال :

یعنی خاص القادات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت۔ اور ۱۹۴۵ تظلل و معروفہ و رد۔ علامہ قاضی زادہ روم متوفی ۹۸۸ھ۔ نے نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر میں اپنے تین ہزار ابحات گنائے، جن میں بکثرت شارحین پر لفظی مواخذے ہیں۔ اور پھر دو کتاب الطہارۃ بھی پوری نہیں۔ اور بطالعہ تعالیٰ ساڑھے تین ہزار سے زیادہ ابحات خاصہ معنف ہیں، کہ اکثر تنقیح مسائل و تحقیق دلائل سے متعلق ہیں۔ واللہ الحمد حاسدین جب اپنے اساتذہ و آباء و اجداد میں اس کا عشر عشر بھی نہیں پاتے، تا چار ہر گوئی دیا و سرائی سے کام لیتے ہیں۔ اور اللہ حبیب اور حساب قریب ہے۔ مگر اللہ کہ زمانہ اہل تصاف سے خالی نہیں۔ ان شاء اللہ العزیز و کہ حاسدوں کی آنکھ میں خار ہے، حق پسندوں کی نگاہ میں نور، اور دل میں انشراح و سرور ہوگا۔

واللہ المستعان

خوش خطی

علمائے کرام جس درجہ علم و فضل میں کامل ہوتے ہیں، مسک خوش خط نہیں ہوا کرتے۔ ایک بہت بڑے عالم کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا خط ایسا تھا کہ دوسرے تو دوسرے ہسا اوقات خود ان سے نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی لیے ان کی تصنیفات کے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں۔ کوئی شاگرد لکھتے تھے، کسی جگہ عبارت نہ چلی، حضرت سے دریافت کیا، پڑھا نہ گیا۔ شاگرد نے پوچھا کہ کیا لکھ دوں؟ کوئی لفظ جو اس مفہوم کو ادا کر سکے، بتا دیا۔ دوسری مرتبہ دوسرے نقل کرنے والے نے پوچھا۔ اس وقت جو لفظ مناسب معلوم ہوا، بتا دیا، میں نے خود اپنے معاصرین علما و اساتذہ کا زمانہ کو دیکھا، مگر خوش خط نہ پایا۔ یہ فضل و کمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے تھا۔ جس درجہ علم و فضل میں کمال تھا، اسی درجہ تسلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے، اور مدونہ نگار ہوا تحریر فرماتے تھے، اور بہت ہی زود نویس نقل کرنے کو عنایت فرماتے، یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ چنانچہ رسالہ مبارکہ فتاویٰ الحرمین بر جف ندوة المین علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کے لیے بھیجا تھا، اور وقت بہت کم تھا کہ حجاج جلد جانے والے تھے، اس وقت اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے مسودات کریمہ میں اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایک سطر کا مضمون، جو بظاہر عجیب بھی نہیں معلوم ہوتا، اگر نقل کیا جائے تو اس کی مساوی سطر میں نہیں آتا، بلکہ تھوڑا کر جاتا ہے، نیز حیز رقم اس قدر کہ ناظرین کو دست مبارک میں رعشہ کا گمان ہوتا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ فقیر نے خود لکھی دیکھی کہ قلمی جملہ میں ایک رسالہ بخط تسلیق زیادت کی ہے، جو بغیر اعداد و سطر تحریر فرمایا ہے مگر بین السطور و دوائر اس قدر مستقیم و مساوی و دیہ و زیب ہیں کہ اگر پرکار سے پیش کش کی جائے تو سرمو فرق نہ ہو۔

جامع حالات فقیر الفقرا الدین کا دربی رضوی خفر لہ المولیٰ القوی بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس رسالہ کا نام مقامع الحديد علی خد الحنطقی الجدید ہے۔ میری رائے ہے کہ یہ رسالہ نوکر کے شائع کیا جائے تو بہت بہتر ہو۔ (۲۱) (ق ۹۳، ۱۹۴)

تبلیغ و ہدایت

اصلی حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز جس طرح اس امر پر اتفاق رکھتے تھے کہ حضرات انبیائے کرام (علیہم السلام) اور حضور اقدس (ﷺ) تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے، اور علمائے کرام و رشتہ والے انبیاء ہیں۔ اسی طرح اس پر بھی یقین کامل دیکھتے تھے کہ علماء کے ذمہ و فرض ہیں، ایک تو شریعت مطہرہ پر پورے طور پر عمل کرنا، دوسرا فرض مسلمانوں کو انکی دینی باتوں سے واقف بنانا، ان پر مطلع کرنا۔ اسی لئے جہاں کسی کو خلاف شرع کرتے ہوئے دیکھتے فرض تبلیغ بجالاے، اور اس کو اپنے فرائض میں داخل سمجھتے۔

مشاہدہ کے اصول:

ملفوظات حصہ اول میں ہے۔ اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین مراد آبادی اور مولانا مولوی ظفر الدین صاحب اور مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی اور مولوی احمد علی صاحب مولوی رحمہ اللہ صاحب ناظم انجمن اہل سنت و ہدیس مولانا امجد علی صاحب مدرس مدرسہ اہلسنت و ہجتم مطبچ اہلسنت وغیرہم حضرات علماء کرام حاضر خدمت تھے۔ انجمن آریہ ناریہ کے مقابل جلسے ہو رہے تھے۔ یہ سب حضرات جلسہ مشاہدہ سے متفق و منصور واپس آئے تھے۔ رام چندر متاظر آریہ کی وجہ بذاتی اور بے حیائی کا ذکر ہو رہا تھا کہ بات سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا، بے حیائی سے کچھ نہ سمجھنے ضرور جاتا ہے۔

اس پر ارشاد فرمایا: حضرت غلطی ہے کہ ایسوں سے ذہانی بات چیت ہو۔ اس کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ سمجھ سکے، جس سے لوگ جانیں کہ بڑھا مقرر ہے، براہ جواب دے رہا ہے۔ انسان میں یہ قوت نہیں کہ زبان بند کر دے۔ بے حیاء کفار اللہ عزوجل کے حضور نہ چھکیں گے، وہاں بھی زبان چل ہی جائے گی۔ یہاں تک کہ منہ پر پھر فرمائی جائے گی۔ اور اعضاء کو حکم ہوگا بول چلو۔

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَنَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

قرآنیوں سے ہمیشہ قریری متاثر ہونا چاہیئے، کہ کرتے، بدلتے، پھلتے گلنگی نہ رہے، بہت دھوکا ہوتا ہے (کیوں) کہ ہا یہی، وغیرہ مقلد، و قادیانی وغیرہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ اصول چھوڑ کر فروغی مسائل میں گفتگو ہو۔ انہیں ہرگز یہ موقع نہ دیا جائے، مان سے یکساں کہا جائے کہ پہلے تم اسلام کے دائرہ میں آلو، اپنا اسلام تو جاہت کرو، پھر فروغی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔ (ق ۲۳۶/۲۳۷)

ایک غیر مسلم کا ایمان لانا:

جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز ایک مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنے ہمراہ لاتے ہیں، اور عرض کرتے ہیں کہ یہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ کلمہ پڑھو دیا ہے؟

نہیں دیکھا کہ ابھی نہیں۔

حضور نے بلاتا غیر و سوالی، جہیل غیر مسلم کو پڑھنے کا اشارہ کرتے ہوئے یہ اتفاقاً یقین فرمائے۔

لا اله الا الله محمد رسول الله

اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد (ﷺ) اس کے سچے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لایا میرا دین مسلمانوں کا دین ہے، اس کے سوا جتنے معبود ہیں، سب جھوٹے ہیں، اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں ہے، جانے والا ایک اللہ ہے، ماننے والا ایک اللہ ہے، پانی برسانے والا ایک اللہ ہے، روزی دینے والا ایک اللہ ہے، سچا دین اسلام ہے، اور جتنے دین ہیں سب جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد مقررہ سے سر کی چوٹی کاٹی، اور کٹورے میں پانی منگوا کر تھوڑا سا خروچا، باقی اسے دیا، اور اس سے چوبچا، وہ حاضرین مسلمانوں نے تھوڑا تھوڑا لیا، اسلامی نام عبد اللہ رکھا گیا، بعد ازاں صاحب نے کرائے تھے، انہیں فہمائش کی کہ: جس وقت کوئی اسلام میں آنے کو کہے، فوراً کلمہ پڑھا دینا چاہئے کہ اگر کچھ بھی دہری، تو گویا حق ویر اس کے کفر پر رہنے کی محاذ اللہ رضا مندی ہے۔ آپ کو کلمہ فوراً پڑھا دینا چاہئے تھا۔ اس کے بعد یہاں لاتے یا اور کہیں لے جاتے۔

ان صاحب نے یہ نکر و مست بہت عرض کیا کہ حضور مجھے یہ بات معلوم نہ تھی۔ میں تو بہر حال ہوں۔ حضور نے فرمایا: اللہ معاف کرے، کلمہ پڑھ لیجئے۔ انہوں نے کلمہ پڑھا اور سلام کر کے چلے گئے۔

ایک آریہ کا مسلمان ہونا:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ قبل تشریف حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب مراد آبادی، و حضرت مولانا مولوی رحمہ اللہ صاحب مدرسہ مظہر اسلام بریلی خدمت افتدس میں حاضر ہیں کہ ایک آریہا تاجہ، اور کہتا ہے: میرے چند سوالات ہیں۔ اگر ان کے جوابات دے دیجے گئے، تو میں اور میری بیوی بچے سب مسلمان ہو جائیں گے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ جواب دیا جائیگا۔

۱۰ کہنے لگا: ایک سوال تو یہی ہے کہ آپ کے یہاں عبادت کے بائج وقت کیوں مقرر ہیں؟ پرمیشور کی عبادت جتنی بھی کی جائے، اچھا ہے۔

مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا: یہ اعتراض تو خود تمہارے اوپر آتا ہے۔ مولانا رحم المکی صاحب نے فرمایا: میرے پاس ہستیار تھ پر کاش، مکاننا
..... دوائی و میر پھاٹک میں بیٹھا رہا، بعد
مندرجہ ذیل موالات پیش کیے۔

قرآن تعویذ و تھوڑا کیوں نازل ہوا، ایک دم کیوں کہ آیا؟ جبکہ وہ خدا کا کلام ہے، خدا تو قادر تھا کہ ایک ساتھ انار و پتار۔

۲۔ آپ کے نیا کو معراج کی رات خدا نے بلایا تو انہیں بھرونیامیں واپس کیوں کیا؟ وہ تو اسے محبوب تھے۔؟

عہادت پانچ وقت کے متعلق "ستیا رتھ پرکاش" کی عبارت دیکھنا مشروط ہوئی۔

کا۔ جب خوب قولی و قدر اور پختہ وعدہ کر لیا، تو حضور نے فرمایا:

پہلے سوال کا تو جواب یہ ہے کہ جو شے دین ضرورت کے وقت دستیاب ہوتی ہے، اس کی وقعت دل میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بتدریج نازل فرمایا:

پھر فرمایا: انسان بچہ کی صورت میں آتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، پھر بوڑھا۔ حالانکہ تو قادر تعالیٰ ہاں کیوں نہ پیدا فرمایا؟

پھر فرمایا: انسان یحقی کرتا ہے، پہلے پودا نکلتا ہے، پھر کچھ عرصے کے بعد اس میں جالی آتی ہے، اس کے بعد دانہ برآمد ہوتا ہے۔ وہ تو قادر تھا کہ ایک دم نکلے کیوں نہ پیدا فرمایا؟

اس کے بعد "ستیا رتھ پرکاش" آگئی۔ جس میں حسب ذیل عبارتیں موجود تھیں۔

باب تیسرا (تعلیم) چند رسواں ہیڈنگ "اگنی ہوتر صبح و شام روپی وقت کرے۔"

باب چوتھا (خانہ داری) ۶۳ پیڈنگ "سندھیا روئی وقت کرنا چاہیے"

ان عبارتوں کو سن کر مجھ کا دل ہونے کے چاروں طرف گیا تھا۔ لہذا اعتراف کرتے ہوئے، معراج شریف والے سوال کا جواب چاہا۔ اس کی نسبت حضور نے ارشاد فرمایا:

اے یوں سمجھو کہ ایک بادشاہ اپنے مملکت کے انتظام کیلئے ایک نائب مقرر کرتا ہے، وہ صوبہ (دار) یا نائب بادشاہ کے حسبِ فضاہات انجام دیتا ہے۔ بادشاہ اس کی کارگزاریوں سے خوش ہو کر اپنے پاس جلاتا ہے، اور انعام و خلعت کا خیر و عطا فرماتا ہے۔ نہ یہ کہ اسے جلا کر معطل کر دیتا ہے۔ اور اپنے پاس روک لیتا ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا کہ آپ نے میری پوری تفسلی فرمادی اور میری سمجھ میں خوب آگیا۔ جس ابھی جا کر میری بچوں کا لانا ہوں اور خور بھی مسلمان ہوتا ہوں، ان کو بھی مسلمان کرانا ہوں۔

ملفوظات حصار اول میں ہے: ایک صاحب نے علم غیب نبی (ﷺ) کی نسبت سوال کیا (۳) ارشاد فرمایا: قرآن عظیم فرماتا ہے:

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رِّسَالِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۝

”اے عام لوگوں! اللہ اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع فرما دے ہاں اپنے رسولوں سے جن کو چاہے جسے چاہے۔“

اور فرماتا ہے:

عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ۝

”اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسول کو“

..... صرف اٹکھار ہی نہیں بلکہ رسولوں کو غیب پر مسلط فرما دیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ علمائے اہل سنت (رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ جو فضائل اور انبیائے کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو عنایت فرمائے گئے، وہ سب یا کسل و جودہ اور ان سے چند جہاز آمد حضور سید عالم (ﷺ) کو مرحمت ہوئے۔ اور اہل باطن کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ فضائل اور انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ملے، وہ سب حضور کے دیے سے، اور حضور کے فضل میں: اور جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم نے روایت کی:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (ﷺ) إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي

”میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت فرماتا ہے:

وَكَذَٰلِكَ نَبْرِئُ بَنِي إِسْرَٰءِيْلَ مِنْ كُفُوٰتِ السَّمٰوٰتِ وَآلِآرَضِ ۝

”آسمان و زمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں“

لنظرنی استراۃ و تجد پر وال ہے جس کا یہ مطلب کہ دکھانا ایک بار کے لئے نہ تھا، بلکہ مستمر ہے۔

تو یہ صفت حضور اکرم ﷺ میں اکمل طور پر ثابت۔ حضور کے دیے سے اور حضور کے فضل میں حضور کے جدا کرم ﷺ کو یہ فضیلت ملے، اس کا انکار نہ کرے گا مگر کور ہاں **اعَاذَنَا اللَّهُ مِنْ هٰذِهِ الْمَقْبِرَةِ الْبَاطِلَةِ** اور لفظ کذا لکھتے ہیں، جسے ہر معمولی عربی داں جانتا ہے، اور تھیبہ کے لئے مشہور اور مشہور ہے ضروری ہے۔ مشہور خود قرآن کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام باقی رہا مشہور پدہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حبیب لیب! جیسے ہم آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں دکھا رہے ہیں، دیوں ہی آپ کے فضل میں آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان کا معائنہ کرا رہے ہیں۔

اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَيِّقٍ

میرا محبوب غیب پر بے غم نہیں۔

یعنی جس میں استعداد پاتے ہیں اسے بتاتے بھی ہیں۔ اور ظاہر کہ بخیل وہ ہے جس کے اس مال ہو اور صرف نہ کرے۔ وہ کہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا؟ اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی، تو جب تک کوئی چیز صرف کی نہ ہو، کیا مفاد ہوا؟ لہذا معلوم ہوا کہ حضور غیب پر مطلق ہیں، اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع بخشتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

ہم نے تم پر یہ کتاب ہر شے کا روشن بیان کر دینے کے لئے اتاری

جیسا ارشاد فرمایا، بیاناً نہ فرمایا کہ معلوم ہو جائے کہ اس میں بیان اشیاء اس طرح ہے کہ اصل افہام نہیں۔

اور حدیث میں ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے اس صاحب سے روایت کیا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں: ایک روز ہم جمع کو نماز فجر کے لیے مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے، اور حضور کی تشریف آوری میں دیر ہوئی۔ **حَتَّىٰ كُنَّا أَنْ لَتَرْنَا الشَّمْسَ** یعنی قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے۔ اسے میں حضور تشریف لے آئے، اور نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی؟ سب نے عرض کی: اللہ و رسولہ و علمہ

اللہ رسول خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: **اتانی ربی فی احسن صورة** میرا رب سے سنا بھی گئی میں میرے پاس تشریف لایا۔
 یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا۔ اس نماز میں عہد درگاہ رب محبوب میں حاضر ہوتا ہے، اور وہاں خودی معبود کی عید پر چلی ہوئی۔
قال با محمد فیم یختصم الملاء الاعلیٰ اس نے فرمایا: اے محمد ﷺ! یہ فرشتے کس بات میں ہی صرا اور مہاباات کرتے ہیں؟
فقلت لا ادویٰ میں نے عرض کی: اے میرے رب! میرے بتائے کیا جانوں؟ **فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردا**
ملہ بین یدیی فتجلی لی کل شیء و عرفت تو رب المعرفت نے اپنا دست قدرت میرے دلوں شانوں کے درمیان رکھا اور اس
 کی ضد تک میں نے اپنے سینے میں پائی، اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہو گئی، اور میں نے پہچان لی۔ صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا کہ کسی وہابی صاحب کو
 یہ کہنے کی کج فہمی نہ دے کہ **کل شیء** سے مراد ہر شے متعلق بشرائع ہے۔ بلکہ ایک روایت میں فرمایا: **ما فی السماء والارض** میں
 نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور دوسری روایت میں فرمایا: **فعلمت ما بین المشرق والمغرب** اور میں نے جان لیا
 جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔

یہ تین روایتیں صحیح ہیں تو تینوں لفظ ارشاد اقدس سے ثابت ہیں۔ یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو کچھ مشرق سے مغرب
 تک ہے ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی، اور میں نے پہچان لی۔ اور روشن ہونے کے ساتھ پہچان لینا اس لیے فرمایا کہ کبھی شیء معروف ہوتی ہے پیش نظر ہیں،
 اور کبھی شیء پیش نظر ہوتی ہے، معروف نہیں۔ جیسے ہزاروں آدمیوں کی مجلس کو چھت پر سے دیکھو وہ سب تمہارے پیش نظر ہوں گے مگر ان میں بہت کو
 پہچانتے نہ ہو گے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا کہ تمام اشیاء عالم ہمارے پیش نظر بھی ہو گئیں۔ اور ہم نے پہچان بھی لیں کہ ان میں نہ کوئی ہماری نگاہ سے
 باہر رہی نہ ظلم سے خارج۔ والحمد للہ رب العالمین
 مسلمان و کفیس انصوم میں با ضرورت تاویل و تفسیر باطل و نامسوع ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ہر چیز کا روشن جان کر دینے کو یہ کتاب ہم نے تم
 پر اتاری۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی، اور میں نے پہچان لی۔ تو بلاشبہ یہ روایت و معرفت، جمیع کتب و کتب و کتب لور کو شامل
 ہے جس میں سب **ما کان و یکون من الیوم الاول الی یوم الآخر و جملہ ضماائر و خواطر** سب کچھ داخل۔
 ولہذا المبرانی و فیم بن حاد استاذ امام بخاری وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان الله قدر لی الدنیا فانی انظر انہا والی ماہو کائن فیہا الی یوم الفیصہ کائنما انظر الی کفی ہذہ
 بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھائی ہے تو میں اسے اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔
 اور حضور کے صدق میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا: ایک بزرگ فرماتے ہیں: وہ مرتبہ جس میں جو دنیا کو شے ہتھیلی کے نیچے رکھے۔
 انہوں نے سچ فرمایا: اپنے مرتبہ کا اظہار کیا۔

ان کے بعد حضرت شیخ بہار الملہ والدرین قدس سرہ نے فرمایا: میں کہتا ہوں مردود نہیں جو تمام عالم کو انھوٹے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے۔
 اور وہ جو سب میں حضور کے صاحبزادے اور نسبت میں حضور کے ایک اعلیٰ جاہ کش برابر ہیں، یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ قصیدہ غوثیہ
 شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

نظرت الی بلاد اللہ جمعا

کخردلة علی حکم اتصال

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے شہروں کو شے رائی کے دانے کے ماحد کیا۔ اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت سے خاص نہیں۔ بلکہ بلالات اتصال یہی حکم ہے۔
 اور فرماتے ہیں:

ان بویوة عینی فی اللوح المحفوظ

میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں لگی ہے۔

لوح محفوظ کیا ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کُلُّ صَغِيرٍ وَ کَبِيرٍ مُّسْتَظَرٌّ ہر بڑی چھوٹی چیز یکساں ہوتی ہے۔

اور فرماتا ہے:

ما فرطنا فی الکتاب من شئی

ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھانہ کی۔

اور فرماتا ہے:

وَلَا رُطْبَ وَلَا يَابِسَ إِلَّا فِي كُتُبِ مُبِينٍ

’کوئی تر خشک ایسا نہیں جو کتابِ مبین میں نہ ہو۔‘

تو جب لوح محفوظ کی یہ حالت ہے کہ اس میں تمام کائنات روز ازل سے روز آخر تک محفوظ ہیں تو جس کو اس کا علم ہو وہ کتب اسے ساری کائنات کا علم ہوگا۔ (قی، ان ۲۲۳ تا ۲۲۷)

ملفوظات حصہ اول ص ۱۱ میں ہے:

ایک صاحب شاہیاں پور سے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے سنا ہے اور بعض دیوبندیوں کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر فرماتا ہے؟ مگر یہ بات کبھی میں نہیں آتی، اس لیے میں نے چاہا کہ حاضر ہو کر کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریاہست کروں۔

اس پر ارشاد فرمایا:

اس کا فیصلہ تو خود قرآن مجید نے فرما دیا ہے:

فَجَعَلَ لُغَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

’جو میرے عقائد میں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں، جو چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، اس کا نام و نشان ہو تو کوئی دکھا دے۔‘
ہم اہل سنت کا مسئلہ غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عنایت فرمایا۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٌ

’یہ مجھے غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔‘

تفسیر معالم و حازن میں ہے: یعنی حضور کو علم غیب آتا ہے وہ جہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ اور وہابیوں، دیوبندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو علم نہیں، اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں، وہ پورے پیچھے کی بھی خبر نہیں، بلکہ حضور کے لیے علم غیب ماننا شرک ہے۔ اور شیطان کی وسعت علم نفس سے ثابت ہے اور اللہ کی مدد سے بھی حضور کو علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا۔

براہیری تو درکنار میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کرڑوں میں حصہ کو سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے، اور وہ غیر متناہی۔ متنا کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ (قی، ان ۲۲۷)

فرقہ و مابینہ کتب و جود میں آیا:

ملفوظات حصہ اول ص ۱۱ میں ہے: کسی صاحب نے عرض کی: حضور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی فرقہ و مابینہ تھا؟

ارشاد ہوا: ہاں! یہی فرقہ ہے جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے قہر نکش کی اجازت چاہی اور یحکم امیر المومنین تشریف لے گئے، اور ان سے پوچھا: کیا بات امیر المومنین کی تم کو ناپسند آتی؟

انہوں نے کہا: واقعہ مسلمین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یحکم بتایا وہ شرک ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ

’حکم نہیں مگر اللہ کے لیے۔‘

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اسی قرآن کریم میں یہ آیات بھی تو ہے:

فَابْتَغُوا حُكْمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحُكْمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّي اللَّهُ بَيْنَهُمَا

’وہاں سے ایک حکم اس کی طرف سے سمجھو اور ایک حکم اس کی طرف سے اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں سب کو دے گا۔‘

دیکھو یہ طریقہ استدلال ہے، جو وہابیہ کا ہے کہ علم غیب والدہ اور غیر ہما میں ذاتی عطائی کے فرق سے آنکھ بند اوٹنی کی آجوں پر دھوئی ایمان اور اثبات کی آجوں سے کفر۔

اس جواب کو نہ کران میں سے پانچ ہزار تابع ہوئے، اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی، وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے۔ امیر المومنین نے ان کے قتل کا حکم فرمایا۔ امام حسن و امام حسین اور دیگر کبار مروی اللہ عنہم کو ان کے قتل میں تامل ہوا کہ یہ قوت و استمیر تہجد اور دن بھر تلاوت قرآن میں بسر کرتی ہے، ہم کیونکہ ان پر کھوارا تھا نہیں؟ مگر امیر المومنین کو تو عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے بعدت پایندہ ہوں گے، ایمانی ہمدین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے حیر نشانہ سے، قرآن پڑھیں گے مکران کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔

امیر المومنین کے حکم سے لشکر ان کے قتل پر مجبور ہوا، میں معرکہ میں خیر آئی کہ وہ نہر کے اس پار اتر گئے۔ امیر المومنین نے فرمایا: واللہ ان میں سے دس اس پار نہ جائیں گے، سب اسی طرف قتل ہوں گے۔

جب سب قتل ہو چکے، امیر المومنین نے لوگوں کے دلوں سے ان کے تقویٰ و طہارت و جہد و طاوت کا وہ خدو شمع فرمانے کے لیے فرمایا: 'مطالعہ کرو اگر ان میں ذوالثبہ پایا جائے تو تم نے بدترین اہل زمین کو قتل کیا۔' تلاں کیا گیا، (تو) لاشوں کے نیچے نکلا، جس کا ایک پستان زن کے مشابہ تھا۔ امیر المومنین نے بحیرہ کی، اور جھانکی، بھالائے، اور لشکر کے دل کا شہ اس غریب کی خبر بتانے اور مطابق آنے سے ڈاک ہو گیا۔ کسی نے کہا: حمد ہے اسے جس نے ان کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا: کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہو گئے؟ ہرگز نہیں، ان میں سے ایک گروہ ناک ہوگا، دوسرا سرفارمے کا حق بخروج اخرہم مع الدجال، یہاں تک کہ ان پچھلا گروہ و جال کیساتھ لٹکے گا۔

یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانہ میں نئے دغ، نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا، اور اب اخیر وقت وہاں یہ کے نام سے پیدا ہوا، ان کی جو جو خطا میں صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمائی ہیں، سب ان میں موجود ہیں۔ **تحقرون صلاحکم عند صلاحہم و میامکم عند صیامہم و اعمالکم عند اعمالہم** تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نماز کو فقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو اور ان کے اعمال کے آگے اپنے اعمال کو **یفرئون القرآن لا یجاوز طریقہم** قرآن پڑھیں گے، ان کے گھلوں سے نیچے نہ اترے گا **یقولون من قول خیر البریہ** ظاہر وہ بات کہیں گے کہ سب کی باتوں سے اچھی معلوم ہو یا **من قول خیر البریہ** یعنی بات بات پر حدیث کا نام لیں گے۔ اور حال یہ ہوگا کہ **یمرقن من الدین کما یمرق السہم من الرمیہ** دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شانہ سے **سیماہم التحلیق** ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں اکثر سر موٹے **مشمری الاوز** گھٹنی ازاروں والے۔ ان کے چشمہ امین عبد الوہاب نجدی کو سر منڈانے میں یہاں تک غلو تھا کہ جو عورت اس کے دین ناپاک میں داخل ہوتی اس کا بھی سر منڈا دیتا کہ یہ زمانہ کفر کے ہال ہیں، انہیں دور کر۔ یہاں تک کہ ایک عورت نے کہا: جو مرد تمہارے دین میں داخل ہو ان کی والی عیاں منڈا دیا کرو کہ وہ بھی تو زمانہ کفر کے ہال میں۔ اس وقت سے بازار آیا اور اب وہاں یہ کو دیکھتے ان میں اکثر ولی سر منڈانے اور گھٹنے پانچے والے ہیں۔

اس سلسلہ میں فرمایا کہ:

عزہ جن میں حضور اقدس ﷺ نے جو خاتم تقسیم فرمائے، اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں بدل نہیں پاتا، کیونکہ کسی کو زیادہ کسی کو کم عطا فرمایا۔ اس پر فاروق اعظم نے عرض کیا: اجازت دیجئے کہ میں اس متافقی کی گردن مار دوں؟ (حضور ﷺ نے) فرمایا کہ اسے رہنے دے کہ اس کی نسل سے ایسے ایسے لوگ (جیسے وہابیہ) پیدا ہونے والے ہیں، اور اس سے فرمایا: افسوس اگر میں تجھ پر بدل نہ کروں، تو کون بدل کرے گا؟ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے میرے بھائی مویٰ پر کہ اس سے زائد ایسے ایسے گئے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ کی ایک اس دن کی عطا تھی یا دشاہوں کی عمر بھری کی دوا و داخل سے زائد تھی۔ جنگل خاتم سے بھرے ہوئے ہیں، اور حضور عطا فرما رہے ہیں، اور مانگتے بالے بھوم کرتے چلے آتے ہیں، اور حضور پیچھے ہٹتے ہیں، یہاں تک کہ جب سب اموال تقسیم ہو لیے، ایک اعرابی نے روئے مبارک بدن اقدس پر سے کھینچی کی شانہ پشت مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت ٹھیل نہ پاؤ گے۔ حق ہے اے مالک عرش کے نائب اکبر اہم ہے اس کی جس نے حضور کو حق کیساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی تقسیم حضور ہی کی عطا ہیں، دونوں جہاں حضور کی عطا سے ایک حصہ ہے۔

فان من جو ذلک الدنیا و ضرورتھا

ومن علو حک علم اللوح والقلم

یہ تک دنیا و آخرت حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں، اور لوح قلم کے تمام علوم کا مکان و ما یوں حضور کے علام سے ایک ٹکڑا ہے۔

صلی اللہ علیک وسلم اعلیٰ الک واصحابک وبارک وکرم

ایک روز بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام حاضر ہیں، ایک شخص آیا اور کنارہ مجلس اقدس پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا۔

(حضور ﷺ نے) فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے، اور چا کر دیکھا، وہ نہایت خضوع خشوع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ صدیق اکبر کا ہاتھ نہ اٹھا کہ ایسے نمازی کو عین نماز کی حالت میں قتل کریں۔ واپس حاضر ہوئے، اور سب ماجرا عرض کیا۔

ارشاد فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

فادری اعظم رضی اللہ عنہ اٹھے اور انھیں بھی وہی واقعہ پیش آیا۔

حضور نے پھر ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے؟

مولیٰ علی اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں۔

فرمایا: ہاں تم! اگر تمہیں ملے، مگر تم اسے نہ پاؤ گے۔ یہی ہوا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ جب تک چائیں، وہ نماز پڑھ کر چلتا ہوا۔

ارشاد فرمایا: اگر تم اسے قتل کر دیتے تو امت پر بڑا فتنہ اٹھ جاتا۔

یہ قصہ ہادیہ کا باپ جس کی ظاہری و معنوی نسل آج دنیا کو کندہ کر رہی ہے، اس نے مجلس اقدس کے کنارے کھڑے ہو کر ایک نگاہ سب پر کی، اور دل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ مجھ جیسا ان میں ایک بھی نہیں، یہ فرد تھا اس غیبت کو اپنی نماز و تقدس پر، اور نہ جانا کو نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکار کی غلامی و بندگی کی فرح ہے، جب تک ان کا غلام نہ ہوئے کوئی بندگی کا کام نہیں دے سکتی۔

ولہذا قرآن عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایا:

لَبُوءُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزُّوْهُ وَتُقِرُّوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بِكُرَّةٍ وَاصْبِلَا

تا کہ تم ایمان لاؤ اللہ و رسول پر اور اس رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ ہم سب میں مقدم ایمان ہے کہ ہے اس کے تعظیم رسول ﷺ مقبول نہیں۔ اس کے بعد تعظیم رسول ہے کہ ہے اس کے نماز اور کوئی عبادت مقبول نہیں۔ اس کے بعد تعظیم رسول ہے کہ ہے اس کے نماز اور کوئی عبادت مقبول نہیں۔ یوں عباد اللہ تمام جہاں ہے مگر سچا عبد اللہ وہ ہے جو عبد المصطفیٰ ہے، ورنہ عبد المصطفیٰ ہے۔ (الحیاء باللہ تعالیٰ (ق) ۲۳۱-۲۳۲)

قضا نمازیں ادا کرنے کا طریقہ:

ملفوظات حصارول میں ہے: کسی نے قضا نمازوں کا ادا کا مسئلہ دریافت کیا۔

ارشاد ہوا: قضا نمازیں جلد از جلد ادا کرنا لازم ہیں، نہ معلوم کس وقت موت آجائے۔ کیا مشکل ہے ایک دن کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں۔ (خبر کے فرضوں کی دو رکعت، ظہر کی چار عصر کی چار مغرب کی تین، عشا کی چار قرض، حین و تراویح نمازوں کو سوائے طلوع و غروب و زوال کے) کہ اس وقت مجدد حرام ہے، ہر وقت ادا کر سکتا ہے، اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء کی۔ یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے، اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخفیف میں باقی نہ رہ جائیں۔ زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں، اور دو سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے، کابلی نہ کرے۔ جب تک فرض نہ باقی رہتا ہے کوئی لعل قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ نیت ان نمازوں کی اسی طرح ہو۔ مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے، تو بار یوں کہے کہ سب سے پہلے فجر جو مجھ سے قضا ہوئی ہے، ہر واحد یہی کہے۔ یعنی جب ایک ادا ہوئی، تو باقیوں میں سب سے پہلی ہے۔ اسی طرح ظہر و عصر ہر نماز میں نیت کرے۔ جس پر بہت نمازیں قضا ہوں، اس کے لیے صورت حلیفہ، اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے عالی رکعتوں میں بجائے، الحمد شرف ۳ سبحان اللہ کہے، اگر ایک بار بھی کہنے کا تو فرض ادا ہو جائے گا۔ نیز تسبیحات رکوع و سجود میں صرف ایک بار سبحان

ربی العظیم، سبحن ربی الاعلیٰ پڑھ لینا کافی ہے۔ شہد کے بعد دنوں و راتوں میں صرف ایک بار سبحان محمد و آلہ، و ترویل میں بجائے دعا ہے **توبت رب اغفر لی** کہنا کافی ہے۔ طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد از غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل نماز ادا کر سکتا ہے، اس کے پہلے یا بعد ناجائز ہے۔ ہر ایسا شخص جس کے مذمہ نمازیں باقی ہیں، صحیح کر پڑھے کہ گناہ کا اعلان جائز نہیں۔ اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

اگر کسی شخص کے مذمہ بیس چالیس سال کی نمازیں واجب الادا ہیں، اس نے اپنے ان ضروری کاموں کے علاوہ، جن کے بغیر گزرتیں، کار و بار ترک کر کے پڑھنا شروع کیا، اور پکا ارادہ کر لیا کہ کل نمازیں ادا کر کے آرام لوں گا، اور فرض کیجئے اسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک ہی دن کے بعد اس کا انتقال ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کاملہ سے اس کی سب نمازیں ادا کرے گا۔

قال اللہ تعالیٰ:

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ

جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اسے راستہ میں موت آجائے، تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو چکا۔ یہاں مطلق فرمایا، اگر کسی نے آدمیت کا لالہ، اور موت نے آگیا، تو پورا کام اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، اور کامل ثواب پائے گا۔ وہاں نیت دیکھتے ہیں، سارا دوا و دھار حسن نیت پر ہے۔ (ق) ۲۳۳/۲۳۵

نماز میں نظر کھائے ہو:

جب سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز ظہر حضور مسجد میں وحید پڑھ رہے تھے کہ ایک اجنبی صاحب نے سامنے آکر تبت باعدی، جب رکوع کیا تو گردن اٹھائے ہوئے سجدہ گا، کو دیکھتے رہے۔ فارغ ہونے پر حضور نے پاس بلا کر دریافت کیا کہ رکوع کی حالت میں اس قدر گردن آپ نے کیوں اٹھائی تھی؟ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! سجدہ کی جگہ کو دیکھ رہا تھا۔ فرمایا: سجدہ میں کیا کیجئے گا؟ پھر فرمایا: بحالت قیام نظر سجدہ گا، پر، اور بحالت قعود اپنی گود پر نظر رکھنا چاہیے، نیز سلام پھیرتے وقت کا تین کوٹھڑے رکھتے ہوئے، اپنے شانوں پر نظر ہونا چاہیے۔

جامع حالات فقیر نظر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے، اسی کے قریب ایک واقعہ القادری میں پیش آیا تھا۔ حضور کسی مسجد میں نماز پڑھ کر وظیفہ میں مشغول تھے، کہ ایک صاحب نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے، اور حضور کے قریب ہی نماز پڑھنے لگے۔ جب قیام کیا تو دیوار مسجد کوتاہ تھے وہ۔ جب رکوع میں گئے تو ٹھوڑی اوپر اٹھا کر دیوار مسجد کی طرف دیکھتے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، اس وقت تک اعلیٰ حضرت بھی وظیفہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو پاس بلا کر مسئلہ بتایا کہ نماز پڑھنے میں کس کس حالت میں کہاں کہاں نگاہ ہونی چاہیے، اور فرمایا: بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر نگاہ ہونی چاہیے۔

یہ سن کر وہ قلوب سے باہر ہو گئے۔ اور کہنے لگے، واہ صاحب! بڑے مولانا بنتے ہیں۔ میرا منہ قبلہ سے پھیر دیتے ہیں، نماز میں قبلہ کی طرف مت ہونا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان صاحب کی راج کے مطابق کام فرمایا اور دریافت کیا: تو سجدہ میں کیا کیجئے گا؟ پیشانی زمین پر لگانے کے بدلے ٹھوڑی زمین پر لگائیے گا؟

یہ چبھتا ہوا فقرہ سن کر بالکل خاموش ہو گئے، اور ان کے کبھ میں بات آگئی کہ قبلہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ قیام کے وقت نہ کا زوال تا آخر قبلہ کی طرف نہ کر کے دیوار مسجد کو تارا کرنے۔

الفہ کے لیے لفظ میل کا استعمال:

سید ابوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ہم جلالت کیساتھ عوام لفظ میاں لگاتے ہیں، اس سے انتخاب کرنا چاہیے کہ میاں کے دو معنی خراب اور ایک اچھا ہے۔

علیہ السلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استعمال:

صرف انبیائے کرام و مرسلین اور فرشتوں کے اساطیر کے ساتھ علیہ السلام خاص ہے، اور یہی معصوم کہے جاسکتے ہیں۔ ظلمات اربہ یا امان کریمین یا دیگر صحابہ بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا چاہیے۔ ص، ع، رض، روح، صلح ممنوع ہیں۔ بلکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علیہ السلام، رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رحمۃ اللہ علیہ لکھنا چاہیے۔

نعت شریف لکھنا نکوار کی دھار پر چلنا ہے:

نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے، تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر اتنا بڑھا کہ الوہیت میں پہنچا جاتا ہے، تو مار گیا، اور شہرہ برابر متقیص ہوئی، تو مار گیا۔ پھر فرمایا۔۔۔ ”وہ لفظ جو معشوق مجازی کے لیے آتے ہیں جیسے ”رہنا“ دلربا نعت شریف میں ممنوع ہیں۔ نہ تشبیہات تائیدی جیسے لیلیٰ کا استعمال ہو۔ نیز بجائے نام اقدس (محمد) ﷺ اس کے صفاتی ہوں تو بہتر ہے۔ خصوصاً نما کے وقت مثلاً یا رسول اللہ یا حبیب اللہ، ضروری ہے، نام اقدس نے کہ نہ احترام ہے، اور غیر ندائیں بھی ”ساقی کوثر، یا آفتاب رسالت، شفیع المذنبین، وغیرہ کہنا اور لکھنا چاہئے۔ اسی طرح ”میزب“ کالی کلمیا، رشک قر و غیرہ متروک ہیں۔ تجلیات خلاف واقع یا سبالات نہ ہونا چاہیے، مثلاً حضرت کے فراق میں دن رات رونا ہوں۔ دیگر انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب عالیہ ملحوظ رہیں۔ معاذ اللہ تو جن نہ ہونے پائے۔

لفظ عدالت یا سرکار کا استعمال:

جب سید ابوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بجائے عدالت کے کچھری کا لفظ استعمال فرمایا کرتے۔ کسی صاحب علاقہ، یا ردہ سایہ امرا میں سے کسی کو کوئی سرکار کہتا، تو کبیدہ خاطر ہوتے، اور فرماتے کہ سرکار نہ کہیے، سرکار صرف سرکار علیہ السلام ہے۔

اوپر خدا فیجے آپ کہنے کی ممانعت:

دست سوال دراز کرتے وقت بعض مظلوم الحال اپنی حسرت کا اظہار کرتے کرتے، اس نواح میں ایک جملہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں: اوپر خدا ہے، اور نیچے آپ ہیں۔ اس جملہ کو جہاں سائل نے شروع کیا، اعلیٰ حضرت فوراً روک دیا کرتے تھے۔

ناموں میں عبد چھوڑنے کی بلا:

ارشاد فرمایا: یہ ایک عام بلا ہے کہ نام عبد اگر کریم، عبد الرحیم، عبد الرشید، عبد الجلیل، عبد القدر یہ ہیں، مگر زبان تو دہے کریم، رحیم، رشید، جلیل، یونس مسیح، ہیسیر، حکیم، باسط، قادر، وطن، قیوم، منان، حنان، مبین۔ اور اس مرض میں جاہل، کم فہم طبقہ ہیں جن میں بلکہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ بھی مبتلا ہیں کہ عبد الرشید، عبد الشکور، عبد الحمید، کورئید صاحب شکور صاحب، مجید صاحب کہتے ہیں، یہ کیسے تعلیم یافتہ ہیں، جن میں عہد و مہجور میں امتیاز نہیں؟ عبد الباسط کے معنی بھی تو ہیں۔ باسط کا بندہ، مگر بولا جاتا ہے، باسط صاحب، یعنی عبد الباسط اور باسط کے ایک معنی ہیں۔ تو اس ترکیب کی رو سے عبد الرحمن، عبد اللہ جس کے نام ہیں، انہیں حقوۃً باللہ، وطن صاحب، اللہ صاحب کہتے کیوں زبان لکنت کرتی ہے۔

ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

بعض ناموں کے احکام:

محمد نبی، احمد نبی، نبی جان، محمد یسین، شیخ الدین، غفور الدین، وطن احمد، سبحان احمد سائے ممنوع ہیں، بجائے ان کے محمد عظیم، عظیمہ احمد جان، غلام نبی، غلام محمد، غلام یسین، غریب اللہ، عبد الرحمن، عبد سبحان رکھ سکتے ہیں۔ غفور الدین کے معنی ہیں، دین کا مٹانے والا۔

آخری چہار شعبہ:

یہ چار شعبہ ہے کہ آخری چہار شعبہ میں حضور اقدس ﷺ کو محبت ہوئی یہ بے اصل ہے۔

بیت الخلا میں تخیلات نعت کی ممانعت:

حضرات نعت کو کو چاہے کہ بیت الخلا میں تخیلات پر زور نہ دیں، نیز جمع شہرعت میں آچکا ہو، اس کو سن تو کی طرف منسوب کرنا نہ چاہیے۔

خطبہ کے وقت کی ممنوع چیزیں:

خطیب بارادہ خطبہ جس وقت منبر کی طرف چلے گا کام کرنے کی متذبیروں کو ممانعت ہے۔ نہ کسی طرح کا اشارہ کرے کہ وہ بھی حکام میں داخل ہے۔ حتیٰ کہ خطبہ میں اگر نام اقدس سے تو دل میں درد و شریف پڑے زبان سے نہیں۔ اکثر نادان فقہ متذبیروں نے ان خطبہ کے بعد دست و عازا ذکر دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ خطبہ پورہ ہے، اس وقت سنتیں پڑھنے لگتے ہیں۔ یہ نہ چاہیے۔ اور مسلمانوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا، اگلی منوں میں پہنچنے کی سہجہ کرے۔ ہاں! صف بندی کے وقت کوشاں ہو تو حرج نہیں، مگر کسی کو ایذا نہ پہنچے۔

چین اور انگوتی کے مسائل:

مرد کو ایک انگوتی، ایک تنگ کی تفری (چاندی کی) ساڑھے چار ہاشے کم پہننا چاہیے، مرنے کی انگوتی مرد کو منع ہے۔ ہاں بن بغیر زنجیر کے پہن سکتا ہے۔ گھڑی میں چین مطلقاً چاندی کی یا مغربی ٹوپی یا جوئے یا کھڑکی پر باندھنے والی گھڑی کی زنجیر چاندی کی ممنوع ہیں۔

جانوروں کو جلانا منع ہے:

جانور رمزی ہو یا غیر رمزی جلانا نہ چاہیے۔ عام طور پر سے لوگ چار پائیوں سے مکمل دور کرنے کے لیے تیز گرم پانی ڈالا کرتے ہیں، یا بروں کے چمچے میں آگ لگا دیتے ہیں یہ نہ چاہیے۔

مد مستعمل کا ایک مسئلہ:

مشہور ہے کہ لوہے میں گھرا ہوا پانی اگر پانچوں انگلیاں ڈھانگے ہوئے اٹھایا تو مکروہ ہو جاتا ہے، یہ غلط ہے۔ اگر کوئی ٹوٹی سے پانی پی لیا، تو مستعمل نہ ہوگا۔ ہاں! لوہے کے گلے سے یا تو مستعمل ہو جائے گا۔

غسل میت کا گھڑا توڑنا منع ہے:

نسل میت کے لیے جو گھڑا ملے آتے ہیں، انہیں بعد نسل توڑا لیتے ہیں، یہ قطعاً مال ہے۔ مسجد میں رکھ دینا چاہیے۔

وعظ و تقریر

حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا: کہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب وعظ بیان فرماتے ہیں بہت احتراز فرماتے تھے۔ ایک بار جامع مسجد بیتا پور میں ایک صاحب نے بلا اجازت وعظ مولانا کے وعظ کا اعلان کر دیا لوگ رک گئے۔ مولانا کو ان کا اعلان کرنا بہت ناگوار گذرنا مگر جناب مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مولانا لوگ رکے ہوئے ہیں کچھ بیان فرما دیجئے۔ سنت و فرائض سے فارغ ہونے کے بعد وضو جدید کر کے سورۃ اعلیٰ کا نہایت اعلیٰ بیان فرمایا۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ اسی قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمس بدایوں میں پیش آیا اور غالباً یہ واقعہ بیتا پور سے پہلے کا ہے۔ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغیر اطلاع و علم اعلیٰ حضرت 'موذن' مسجد سے کہہ دیا کہ جس کی نماز کے بعد جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کے وعظ کا اعلان کر دینا انہوں نے فخریٰ جسد کے سلام کے ساتھ حق کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔ سب حضرات سنت و فرائض کے بعد تشریف رکھیں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا وعظ: دعا۔

جب اعلیٰ حضرت سنت و فرائض سے فارغ ہوئے دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بنوازدوق و شوق بیٹھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے عذر فرمایا کہ میں تو وعظ نہیں کیا کرتا۔ مولانا عبدالقیوم صاحب نے فرمایا: تو آج ہمیں سے وعظ کی ابتداء: و۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہلے سے خبر نہ دی۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کے لئے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ حضرت جب امرانہ زیر تشریف لے گئے اور دو گھنٹے کامل نہایت ہی پراثر زبردست وعظ فرمایا۔ مولانا عبدالقیوم صاحب نے بعد ختم وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ کوئی عالم کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسے پراثر معلومات پراثر بیان سے حاضرین کو محفوظ نہیں کر سکتا ہے۔ یہ وجہ معلومات جناب اعلیٰ کا حصہ ہے۔

پتنہ جین دہ نمودہ پر مقصود:

حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ۱۳۱۸ھ میں ندوہ کا جلسہ پنڈ میں ہوا تھا۔ جناب قاضی عبدالوہید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رئیس عظیم آباد محلہ کو دی کنوہ نے مصلحین ندوہ اہلسنت و جماعت کا جلسہ بھی وہیں قائم کیا تھا۔ اس میں اکثر و بیشتر علمائے اہلسنت و جماعت تشریف فرما تھے۔ جب مولانا احمد رضا خاں صاحب کا بیان شروع ہوا شب کا وقت تھا۔ میں اور مولانا عبدالقادر صاحب جلسہ میں نہ تھے قیام گاہ پر تھے میں سولے کو لیٹ گیا تھا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے مجھے جگا کر فرمایا کہ میاں! مولانا احمد رضا خاں صاحب کا بیان ہو رہا ہے اور سنا ہے کہ ندویوں کے سرغز بھی آئے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہمارے پٹھان کے وارد کیے کے قائل ہیں۔ چلئے! ہم سب بھی جلسے میں پہنچے بہت زوردار بیان مولانا فرما رہے تھے اور یہ معلوم کر کے کہ ندوی ملا نے اپنے کو قتل کئے ہوئے یہاں موجود ہیں نمودہ پراشد کامل رد فرما رہے تھے جس کو سننے کی منادید عدوہ کو تاب نہ دی اور وہ ایک ایک دو دو کر کے کھسک شروع ہوئے۔ یہ دیکھ کر مولوی ہدایت رسول صاحب نے مجمع کے درمیان با واز بلند فرمایا: ابھی سے کہاں چلے! ابھی تو پہلا ہی ترجمہ ہے؟ اور تو ٹھہرے۔

جامع کمالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ القوی کہتا ہے کہ یہ تمام وکمال وعظ اسی زمانہ میں روڈوا مجلس اہلسنت و جماعت مسکے پور ہارنق و ہدایت میں چپ کر شائع ہو چکا ہے۔ دوران جلسہ میں قصیدہ ہمارا کہ **اصال الاسرار والام الشرائع** جناب مولوی حکیم عبدالحمید صاحب پریشان عظیم آبادی کے قصیدہ کے جواب میں پڑھا جس میں مشہور ترین علمائے اہلسنت حاضرین جلسہ کے نام ایک ایک کر کے گنائے ہیں۔ اسی طرح روڈوہ کا جلسہ جو کلکتہ میں ہوا ہرم محلہ کی مسجد عظیم الشان میں اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا جس میں مجمع مسجد کے علاوہ تمام سڑکوں پر بھرا ہوا تھا۔ اس جلسہ میں بھی ایمان عدوہ تشریف لائے تو روڈوہ کی طرف بھیرا اور قرآن وحدیث سے بہت زوردار طریقہ پر روڈوہ فرمایا کہ کسی کو مجال دم زون نہ ہوئی۔ اسی جلسہ میں بطور جز پاشعار بھی فرمائے تھے۔

منم کہ علم بہ نیردے باز دم بازو
منم کہ حملہ من شیر وایر اماند
چشیدہ ہاشی پ تیر قضا من آستم
شنیدہ بدوی پ احمد رضا من آستم

اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہلسنت و جماعت مسجد نبی جی محلہ بہاری پور میں۔ دوسرا مجلس میلاد و سرور کائنات **عظ** میں جو حضور کی طرف سے ہر سال ۱۲ ربیع الاول شریف کو دو دنوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو پندرہ گزاعشاء حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے مکان میں کہہ دی آہانی مکان اعلیٰ حضرت کا ہے منعقد ہوتی تھی۔ جس میں شہر بھر کے علمائے محوزین مطلوبہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو ہوتے اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر بھر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام و انعام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی۔ جلسہ تائین ہمیں آکر شریک جلسہ ہوتے تھے۔ تیسرا وعظ ۱۵ ذی الحجۃ الحرام میں مریا

قدس حضرت خاتم الانبیا کا بڑا دستِ اعلیٰ والہ و الفضل کا برائے حق کا بر حضرت سیدی و مرشدی شفی جناب سید شاہ آل رسول صاحب مارہری قدس سرہ کے موقع پر جو اعلیٰ حضرت کے کاشانہ القدس پر انعام پاتا تھا۔ ان کے علاوہ کبھی کبھی اہل شہر کی دعوت اور عرض و تمنا پر بھی شہر کی بعض مجلس میلاد میں بیان فرمادیا کرتے تھے۔ مگر ان تین جگہوں میں تین موقعوں پر بالائزہم حضور کی تقریر ضرور ہوا کرتی تھی۔ انیسویں کہ وہ سب مواعظ حدیث قلم بند نہ کئے گئے ورنہ بیش بہا معلومات کا دریہ اور علمی دریا کے بیش بہا دریا بہے پیدا ہوتے۔

بدایوں میں سورۃ والضحیٰ پر جو گہنتے تقریر:

جناب ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سید اظہر علی صاحب ساکن محلہ ذخیرہ حضور کے مخصوص عقیدہ مندوں سے ہیں۔ ممدوح نے خود فقیر سے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت تابع الجمول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس شریف میں بدایوں شریف نے گئے۔ وہاں نوپے مجمع سے تین بجے تک کامل چھ گھنٹے سورۃ الضحیٰ پر حضور کا بیان ہوا۔ پھر فرمایا کہ اسی سورۃ مبارکہ کی کچھ آیات کریمہ کی تفسیر میں اسی (۸۰) جو رقم فرما کر چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن پاک کی تفسیر لکھ سکوں۔

بریلی میں بسم اللہ پر تقریر:

جناب سید ابوب علی صاحب علی کا بیان ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کا دن ہے آستانہ عالیہ قدس رضویہ پر صبح صادق سے چہل پہل اور انتظامات پرانی جلی میں (یعنی آبی مکان جس میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب محلے میں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قیام ہے) مجلس میلاد فیض بقیاد کے جلد جلد انتظامات ہو رہے ہیں۔ مگر گھر میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ کوئی فصل گرہا ہے تو کوئی ہجرت لباس پہن کر مہر شریف میں نماز فجر کے لئے حضور کی آمد کا منتظر ہے ہر خور و دوکھاں خوشی سے پھولا نہیں مانتا ہے۔ غرض مریدین و معتقدین و متوسلین جسے دیکھتے تھے لباس میں دوڑا چلا آ رہا ہے۔ مسجد میں صف بندیوں ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ مختصر یہ کہ حضور کاشانہ القدس سے تشریف لاتے ہیں فریادہٴ فجر ادا کیا جاتا ہے۔ اور جس وقت قادریں ہوتے ہیں تو قریب قریب مہر نمازیوں سے بھری ہوتی ہے۔ اب ہر شخص اس کا منتظر ہے کہ حضور دعا کف سے فارغ ہو جائیں تو دست بوی کر لی جائے۔ چنانچہ بعد فراغت دست بوی ہوتے چلے جاتے تھے اور جلد جلد مجلس شریف میں منبر تشریف کے قریب رُتل مل کر بیٹھتے جاتے ہیں اور اس اضطراب کی وجہ اصل یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کے سال میں صرف تین ہی بیان ہوتے ہیں۔ اس لئے یاس خیال کہ ہمیں منبر کے قریب جگہ مل جائے مجمع بہت پہلے سے ہو گیا۔ حاج الحبیب سولوی جمیل الرحمن خاں صاحب قادری رضوی نے مع اپنے شاگردوں کے منبر شریف پر آ کر ذکر فضائل سید عالم نور مجسم ﷺ اور پر کینف نعت خوانی خوش الحانی کے ساتھ شروع فرمادی اور ٹھیک ۱۰ بجے ذکر میلاد آغاز فرمایا۔ سن قیام کے وقت حضور نے شرکت فرمائی اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے۔ ۲۰۹۰ منٹ حضور نے سکوت اختیار فرمایا کہ تشریف آوری پر باہر سے ایک دم ہجوم شائقین کا سیلاب عظیم آ جانے سے چپقلش پیدا ہو گئی تھی اور ایک پر ایک رٹا آنے سے گر رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے خواہزادے حاجی شاہد علی خاں صاحب نے باوازی بلند مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دو دو شریف پڑھتے جائے اور آگے بڑھتے جائے اس طرح گنجائش ہوئی۔ آپ نے چند بار یہی ہدایت دہرائی اور گنجائش نکالی مگر پھر بھی دو دروازہ پر مجمع موجود تھا تو آپ نے توجہ دلائی کہ ہر ایک صاحب و دلوں زانو اٹھائیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ مختصر یہ کہ پھر دو دروازے سامنے کا ہجوم نہ کم ہوتا تھا نہ کم ہوا۔ اس ابتداء جیسا شور و فیل بڑھا وہاں نکل جاتا رہا۔ اس کے بعد حضور کے لئے اگھدان اور گھاس پانی کا آیا۔ حضور نے غرارہ فرما کر وعظ مبارک ان الفاظ کریمہ میں شروع فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم.

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم.

الحمد لله الذي فضل سيدنا ومولانا محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم على العالمين جميعا، و اقامه يوم القيمة للمذنبين المتلوئين الخطائين الهالكين شقيعا، و صلى الله تعالى وسلم وبارك عليه، على كل من هو محبوب و مرضى لديه صلاة تبقى و تدوم بنوام الملك الحي القيوم و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسولہ بالهدى و دين الحق ارسله صلى الله تعالى عليه و على اله و صحبه اجمعين و بارك وسلم قال الله تعالى في القرآن الحكيم.

بسم الله الرحمن الرحيم.

الحمد لله رب العلمين- الرحمن الرحيم- ملك يوم الدين- اياك نعبد و اياك نستعين- اهدنا الصراط المستقيم- صراط الذين انعمت عليهم- غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

آمین

حضرت عزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم و ذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت نامہ معصومہ فرماتا، اور ان کو اپنے دربار تک وصول کا طریقہ بتاتا ہے۔ یہ سورۃ مبارکہ رب العزت تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بندوں کو تعلیم فرمائی اور غوثان کی طرف سے ارشاد ہوئی۔ ابتدا اس کی اور تمام سورۃ قرآن عظیم کی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی گئی۔

اولیٰ حق اللہ عزوجل ہے:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اسم حالات اللہ سے ہونی چاہئے تھی کہ اللہ الرحمن الرحیم۔ مگر ابتدا میں فرمائی گئی بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

وہ جو قول حقیقی اللہ کا علم ذات ہے کہ ذات واجب الوجود مجموعہ صفت کمالیہ پر وال ہے اس سے پہلے لفظ اسم کا لائے، اور اس پر رب کا حرف داخل فرمایا..... گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت و وحدانیت و ہویت میں بے غایت ظہور سے بے غایت بطون میں ہے۔ بندوں کو اس تک وصول محال۔ کسی کی عقل، کسی کا وہم، کسی کا خیال اس تک نہیں پہنچتا۔ جس کا نام اللہ ہے۔ وہ پاک و منزہ ہے اس سے کہ اس تک لغزو وہم کا وصول ہو سکے۔ ایسی عقلی و باطنی شے تک وصول کے لئے علامت درکار ہے۔

اور اسم کہتے ہیں علامت کو جو حالات کرے ذات پر۔ تو اسم اللہ ذریعہ ہوا اس کا۔

اور اسم جبکہ نام ظہر اس شے کا جو حالات کرنے والی ہے ذات پر ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی چیز کی حاجت ہو ضرور ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کے لئے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ ایک ذات ہو دوسرا اس کا غیر ہو تیسرا راجع میں کوئی واسطہ ہو جو دلالت کرے اس غیر کی اس ذات کی طرف۔ وہ ذات ذات الہی ہے۔ وہ غیر یہ تمام مالم تلوقات۔ اور اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے وہ محمد ﷺ ہیں تو گویا ابتدا میں نام پاک سے کی گئی۔

اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس ﷺ کا لایا جاتا ہے کہ ذریعہ وصول ہوئے اسم اللہ تمام تلوقات کے لئے۔

توازل سے اب تک (جو شے بھی) جو جو میں لائی گئی ذات اقدس کی طرف دال ہے اس واسطے کہ تمام جہاں کو اللہ کی طرف حضور ہی نے ہدایت فرمائی، حضور ہی ہادی ہیں مخلوق الہی کے۔ یہاں تک کہ انبیائے کرام و مرسلین عظام کے بھی ہادی ہیں۔ تو حضور کے سوا جتنے ہادی (ہیں وہ) دلائل مطلقہ سے موصوف نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی ان کو کسی نے دلالت نہ کی ہو ایسا نہیں۔ وہ اگر امتوں کے دال ہیں تو حضور کے دال ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس ﷺ ہی کے لئے ہے۔ تمام غیر کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تمام تلوقات الہی میں کہہ تو وہ ہیں جو اللہ سے کچھ علاؤ نہیں رکھتے۔ کچھ وہ ہیں جو علاؤ رکھتے ہیں دلائل کے ساتھ مگر دوسرا ان سے علاؤ نہیں رکھتا (وہ) مہدی ہیں ہادی نہیں۔ یعنی ہادی بالذات نہیں اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں اور حضور اقدس ﷺ علی الاطلاق ہادی مہدی ہیں۔

کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ حرف تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔ فعل مسند ہوتا ہے مگر مسند الیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے مسند الیہ بھی ہوتا ہے۔

توجروا ذی الہی سے بے علاوہ ہیں وہ حرف (ہیں) کہ **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَبْغِي اللَّهَ عَلَى حَزْبٍ ۚ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ احْتَمَنَ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ ۚ خَبِيرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ذَٰلِكَ هُوَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝** کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچے گی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارہ پر کھڑے ہی ہیں فوراً ایک قدم میں بدل گئے پلٹ گئے۔ ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا اور یہی کھلا خسارہ ہے۔ تو یہ نہ مند ہے نہ مستدالید کہ حرف ہیں۔۔۔۔۔ اور وہ جو خود ذات الہی سے علاوہ رکھتے ہیں مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا وہ تمام مومنین و پادریں ہیں کہ مستد ہیں مگر بالذات مستدالید نہیں و فاضل ہیں۔۔۔۔۔ حضور اقدس ﷺ کی ذات کریم بیکلک مستد و مستدالید بالذات دے و سواطت ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ اسم ہیں کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے اور سب کو ان سے نسبت ہے اور یہی شان ہے اسم کی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و ہارک و سلم۔

اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہوا اور تعریف کی مدد ہے حمد اور حمد کی تعریف ہے تحمید اور اسی سے مشتق ہے حمد ﷺ یعنی ہار ہار اور کثرت تعریف کئے گئے حمد کئے گئے۔ تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں مگر حضور اقدس ﷺ کو ہی اصل جلیلہ کمالات ہیں جس کو جو کمال ملے وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور قسط اور ہوتا ہے۔ امام سیدی محمد بوسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے قصیدہ اعتریہ میں عرض کرتے ہیں:

انجیل حضور اقدس ﷺ کی ترقی کیسے پانچس۔ اے وہ آسان جس سے کوئی آسان بلندی میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ حضور کے مراتب بلند کے قریب نہ پہنچے حضور کی رفعت و روشنی حضور تک پہنچنے سے انہیں حاصل ہو گئی۔ وہ تو حضور کے مقامات گریہ کا پرتو لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔ جیسے ستاروں کی شبیہ پانی دکھاتا ہے۔

حضور کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ تو۔۔۔۔ ہیں۔ انبیائے کرام عایت الجلا ہیں مسئل پانی کے ہیں اپنی صفا کے سبب ان نجوم کا نقش لے کر ظاہر کرتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم والہ وصحبہ وبارک وکرم

حضور ہوا کرتی ہے مقابل کسی صفت کمال کے اور تمام صفت مخلوقات میں خاص ہیں حضور کے لئے ہائی کو جو عطا ہے حضور کا عطیہ و صدقہ ہے۔ حضور
القدس ﷺ فرماتے ہیں **انما انا قاسم و اللہ المعطي** عطا فرمانے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں۔ کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا
فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں۔ اسی جگہ اطلاق دلیل تقسیم ہوتی ہے۔ کون سی چیز ہے جس کا دینے والا اللہ جس کا تو جو چیز جس کو
اللہ نے وہی تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں۔ جو اطلاق تقسیم وہاں ہے یہاں بھی ہے۔ جو جس کو عطا اور جو کچھ عطا اور ہے گا ابتدائے خلق
سے ابد الابد تک ظاہر و باطن میں روح و جسم میں ارض و سما میں عرش و قرش میں دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے اس سب کے بچانے والے حضور ہی ہیں۔
اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا۔ **الی ابد الابد** لہذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مشتق یہی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و بارک و سلم

اسم کا خاصہ ہے۔ ج۔ اور ج کے معنی کشش یعنی جذب فرماتا۔ یہ خاصہ ہے حضور اقدس ﷺ کا۔ کھینچنا دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک بلا احراحت کہ جس کو کھینچنا جائے وہ کھینچ آئے۔ دوسرا احراحت کے ساتھ کہ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے اور یہ کھینچا نہیں جاتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

اتم تتقحمون في النار كالفراش وانا اخذ بحجزكم هلم الي

تم چوانوں کی مانند آگ پر گرے پڑتے ہو اور میں تمہارا کر بند بکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ..... یہ شان ہے حرکی یعنی کشش کا۔
اسم نحوی کا خاصہ جرمن حیث الوقوع ہے اور اسم اللہ کا سنن بیث الصدور۔ اس اجزان انخالی کیفیات سے ناشی ہوتا ہے جن پر حروف جارہ ولالت کرتے ہیں وہ یہاں درج ہوا تم ہیں۔ مثلاً 'ب' کے معنی ہیں الصافۃ یعنی طابا۔ یہ خاص کام ہے حضور اقدس ﷺ کا کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں۔

یا من کا بتدائے غایت کے لئے بنے یہ بھی خاص ہے حضورؐ کے لئے یا جابر ان اللہ خلق قبل کل الاشیاء نور نبیک من نورہ اے جابر! تمام جہاں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبیؐ کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والہ وصحبہ وبارک وکرم۔ ہر فضل، ہر کمال حتیٰ کہ وجود میں بھی ابتدا انہیں سے ہے۔ ﷺ

’السی‘ آتا ہے۔ اچھائے غایت کے لئے۔ انتہائے کمال انیس پر بلکہ برقر کمال انیس پر پختی ہوتا ہے۔ اول لانجیا بھی وہی ہیں اور غائم النین بھی وہی۔ صلی اللہ تعالیٰ و علی آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

تمسائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ ایک بار جبرئیل امین حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی: السلام علیک یا اولی السلام علیک یا آخری السلام علیک یا ظاہر، السلام علیک یا باطن رب العزت نے قرآن عظیم میں اپنی صفت فرمائی:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ہ اس آیت کے لحاظ سے حضور اقدس ﷺ نے جبرئیل امین سے فرمائی کہ یہ صفات میرے رب عزوجل کی ہیں۔ (جبرئیل امین نے) عرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں اس نے حضور کو بھی ان سے متصف فرمایا۔ اللہ نے حضور کو اول کیا تمام مخلوق سے پہلے حضور کے نور کو پیدا کیا۔ اور اللہ نے حضور کو آخر کیا کہ تمام انبیاء کے بعد مسجوت فرمایا۔ اور حضور کو ظاہر کیا اپنے مخلوقات میں سے کہ علام میں کسی کو شک و شبہ کی مجال نہیں۔ اور حضور کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کز و رد میں حسرتوں میں پختا۔ آفتاب اور جملہ انوار انیس کے پر تو ہیں۔ آفتاب میں شک ہو سکتا ہے اور ان میں شک ممکن نہیں۔ فرض کیجئے کہ ہم نصف اتہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی وجہ بھی دو پہری کی طرح جھکی ہو اور حضور فرمائیں کہ یہ آفتاب نہیں کوئی کرۂ نار کا شرارہ ہے۔ یقیناً ہر مسلمان صدقہ دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق و سچ ہے اور آفتاب سمجھنا میرے نگاہ و گمان کی غلطی مرع ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلاً خفا نہیں؟ آفتاب سے کروڑوں درجہ زیادہ روشن ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

اور ان کا یہ غایت ظہور ہی غایت باطن کا سبب ہے۔ اور حضور کے باطن کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں۔ صدیق اکبر ﷺ جو معروف الناس یعنی سب سے زیادہ حضور کے پچانے والے اس امت مرحومہ میں ہیں۔ اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل والی ہے۔ معرفت الہی وہ معرفت محمد ﷺ ہے۔ جس کو ان کی معرفت زائد ہے اس کو معرفت الہی بھی زائد ہے۔ صدیق اکبر جیسے اعراف الناس کہ تمام جہاں سے زیادہ حضور کی معرفت رکھتے ہیں ان سے ارشاد فرمایا: یا ابا بکر تم بعرفتی حقیقۃ غیر دینی اسے ابوبکر! جیسا میں ہوں! سوائے میرے رب کے کسی اور نے نہیں پچانا۔ باطن ایسے کہ سوائے خدا کے کسی نے ان کو پچانا ہی نہیں! اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر پتہ ہر ذرہ شجر و حجر و وحش و طہور حضور کو جانتے ہیں۔ جبرئیل امین اپنے مرتبہ کے لائق پچانتے ہیں۔ انبیاء و مرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق۔ باقی رہا! یقیناً ان کو پچانا تو ان کا جاننے والا ان کا رب ہے۔ ان کا جاننے والا ان کا لوازم۔ والا ان کی حقیقت کے پچانے میں دوسرے کے واسطے حصہ نہیں رکھا۔

بالا تنبیہ محبت نہیں چاہتا کہ جو اوجہ محبوب کی اس کے ساتھ ہے وہ دوسرے کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام جہاں سے زیادہ غیرت رکھنے والا ہے۔ حضور اقدس ﷺ معدن مہارود ﷺ کی نسبت فرماتے ہیں: ان سعدا للعویر وانا اغیر منه واللہ اغیر منی سعد غیرت والا ہے اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں۔ اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ وہ کیونکر روارکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اس خاص اور پر مطلق ہو جو میرے ساتھ ہے۔ اسی واسطے فرمایا جاتا ہے۔ جیسا میں ہوں! میرے رب کے سوا کسی نے نہ پچانا۔ ہم تو

قوم ینام تسلوا عنہ بالحلم

ہم تو سوتے ہیں! خواب ہی میں زیارت پر راضی ہیں۔

انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے ایسی کے صدق ہیں۔

دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند۔ امیر المؤمنین جولی علی کرم اللہ وجہہ اکریم فرماتے ہیں: الناس لنام فاذا ماتوا انتبهوا لوگ سوتے ہیں! (جب) ہمیں گے! جاگیں گے۔ خواب اور دنیا کی بیداری میں! تا فرق ہے کہ خواب کے بعد اکھ کھلی اور کچھ نہ تھا اور یہاں آکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا۔ نتیجہ دونوں یکساں ہے: وانا الخیر ذللتنا! لا مناع الغرور ذل۔ خواب میں جمال اقدس کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے۔ خود فرماتے ہیں ﷺ: من رانی فقد رآ الحق فان الشیطان لا یتمثل لی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ پھر لوگ مختلف احوال و اشکال میں دیکھتے ہیں۔ وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان و احوال ہی کا ہے۔ ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے۔ یونہی بیداری (میں) جینے و کینے والے تھے۔ سب اس آئینہ حق میں اپنے ایمان کی صورت دیکھتے تھے۔ ورنہ ان کی صورت ہیچ پر غیرت الہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھا دیا جائے! آفتاب جل کر خاک ہو جائے۔ جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں! اور جرمستارہ اس سے قرآن میں ہوا احتراق میں کہلاتا ہے۔۔۔ تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی! نہ رب العزت کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا ہے نہ جمال! اور حضور اقدس کو جل و علاؤ ﷺ۔ حضور نور ﷺ نے شب معراج میں کہ رب العزت! جل جلالہ! کو بیداری میں دیکھا! وہ دیکھتا ہوا تھا کہ نہ ناسا تو میں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے۔ اور یہ رویت لامکاں میں ہوئی تھی۔

بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور اقدس ﷺ آئینہ خدا ساز ہیں۔

ع زنت نقشتے کز بنی آدم گفت
حضور ﷺ فرماتے: صدقت تو جی کہتا ہے۔

ابو جہل صدیق ﷺ آ کر عرض کرتے ہیں: حضور سے زیادہ خوبصورت کوئی پیدا نہ ہوا حضور بے مثل ہیں، حضور آفتاب ہیں، نہ شرقی و غربی۔

حضور ﷺ فرماتے: صدقت تو جی کہتا ہے۔

صحابہ نے عرض کی: حضور نے دو متضاد قولوں کی تصدیق فرمائی۔

ارشاد فرمایا

گفت من آئینہ ام معقول دوست

ترک و ہند و درمن آں بیند کہ دوست

میں اپنے چاہنے والے دوست رب تبارک و تعالیٰ کا آجالا ہوا آئینہ ہوں۔ ابو جہل کہ ظاہر کفر میں آلودہ ہے اس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی۔ اور ابوبکر سب سے بہتر ہیں انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ الحمد للہ ذات کریم جا مع کمال ظہور و کمال بلورن ہے۔

ظہور کسی شے کا جب ایک ترقی شدہ ذہن ہوتا ہے وہ شے نظر آتی ہے۔ اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب افق سے نکلتا ہے، سرخی مائل کچھ بخارات وغیرات میں ہوتا ہے، ہر شخص کی نگاہ اس پر جاتی ہے۔ جب لہک نصف النہار پر پہنچتا ہے غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے اب کی وجہ سے غایت بلورن میں ہو گیا۔ آفتاب کہ نام ہے ان کی نگاہ کی ایک ڈوڑھ کا۔ دو آفتاب حقیقت کہ رب العزت نے اپنی ذات کے لئے اس کو آئینہ کاملہ بنایا ہے اور اس میں مع ذات و صفات کے تجلی فرمائی ہے حقیقت اس ذات کی کون پہچان سکتا ہے۔ وہ غایت ظہور سے غایت بلورن میں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اس سبب سے نام اقدس ﷺ میں دلوں و عادتیں رکھی ہیں۔ محمد ﷺ بکثرت اور بار بار فیروز شاہی تہذیب کے گئے۔... اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرمایا۔ یہ تو شان ہے غایت ظہور کی۔

اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا، یعنی ایسے ظاہر ہیں کہ مستغنی من التعریف ہیں، تعریف کی ضرورت نہیں۔ یا ایسے بلورن میں ہیں کہ تعریف نہیں سکتی۔ تعریف عہد یا استغراق یا جنس کے لئے ہے، وہ اپنے رب کی وحدت و حقیقہ کے مظہر کامل اپنے جملہ فضائل و کمالات میں شریک سے منزہ ہیں۔ امام شرف الدین بوسیری بروہ شریف میں فرماتے ہیں:

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

اپنی خوبیاں میں شریک سے پاک ہیں۔ ان کے حسن کا جو ہر فرد قابل التمام نہیں کہ یہاں جنسیت و استغراق نامعلوم اور عہد فرج معرفت ہے اور ان کو ذات و حقیقت کوئی پہچان ہی نہیں سکتا، تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے، لام تعریف کیونکہ داخل ہو۔

جس طرح 'الحی' بزرگ کرتے ہیں۔ کاف و شبیہ بھی ج کے لئے آتا ہے۔

ذات الہی کمال تعزید کے مرتبہ میں ہے، اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد۔ صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تعزید ہے اس کی ذات و صفات کے لئے اور تشبیہ ہے تجلیات کے لئے۔ دلوں کو اس آیت کریمہ میں جمع فرمادیا۔

لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ

کوئی شے اس کے مثل نہیں۔ یہ تعزید ہے۔ اور وہو السميع البصیر وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔

یہ تعزید۔۔۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے عالم نہ بنایا تھا تعزید نہ تھی۔ جب عالم بنایا تو نہ عالم خیال میں نہ عالم مثال میں بلکہ عالم عقل میں۔ تجلی تدریج کے لئے ایک تعزید پیدا ہوئی جو مہارت ہے ذات اقدس سے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالی ہے تعزید سے۔ ہاں اس کی تجلی جو فرمائی ہے اسی کا نام ہے محمد ﷺ اور اس تجلی کی اور تجلیات کی گئی ہیں ان کا نام ہے انجیل کے کرام و مرسلین و حکام و علما۔ اصل و اسلام۔ جس طرح امام محمد بوسیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے ادھر بیان ہوا۔

آگے فرمایا جاتا ہے: **الرحمن الرحيم**

مدح کا قاعدہ ہے کہ اختصاں پر دلالت کرتی ہے۔

الرحمن۔۔۔ **الرحيم** سے پہلے لایا گیا **الرحمن** کہ رحمہ کاملہ یا عذاب تبارک و تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔۔۔ پھر فرمایا گیا: **الرحمن** یعنی مطلق رحمت ہی اس کے ساتھ خاص ہے۔

رب العزت کی یہ اہم مقامات ہیں۔ یہ آئینہ ہے جس سے تمام صفات الہیہ کو رحمت کے پردہ میں دکھایا۔ (اس لئے) **الغفار** و **المنعم** جس فرمایا جاتا: **الرحمن الرحيم** خاص رحمت دکھائی جاتی ہے۔

دوسری آئینہ ذات الہی ہے جس میں صفات قہریہ بھی آ کر خالص رحمت سے حل ہو جاتی ہیں۔ **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ اولین کے لئے رحمت آخرین کے لئے رحمت عالمک کے لئے رحمت تمام مومنین کے لئے رحمت یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرن، مشرکین، منافقین، مرتدین کے لئے بھی رحمت ہیں۔ یہ لوگ بھی آج ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں۔ **مَنَّاكَانَ اللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُمْ زَنَٰثَ فَنَجِيهِمْ** اللہ اس لئے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک کہ رحمت عالم ان میں ہو۔ اسی لئے اور یس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح **وَرَفَعْنَا مَنَٰكِنَا غَلِيًّا** اختیار نہ فرمایا۔ حالانکہ ان کے غلام واپس محبت کی نقشب تک آسمان پر اٹھائی گئی ہے۔ سیدی مرین قاضی نے جہنم میں ایک جنازہ دیکھا۔ اکبر اولیاء جمع ہیں مگر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا؟ کہا! امام کا اٹھنا ہے۔ ایک صاحب نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا؟ جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں جن سے شہر میں لڑکے ہنستے اور چہنچہتے ہیں وہ امام ہوئے۔ سب نے ان کی ابتداء کی۔ نماز ہی میں بکثرت ہنر پرندوں کا نقشب کے گرد جمع ہو گیا۔ جب نماز ختم ہوئی، نقشب کو اپنی منافقوں میں لے کر آسمان پر اڑے چلے گئے۔ انہوں نے پوچھا؟ یہ اہل محبت ہیں۔ ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی۔۔۔ مگر حضور اقدس ﷺ نے یہیں تشریف رکھنا پسند فرمایا کہ خلق کے لئے عذاب عام سے امان ہو۔

جنت تو حضور کی رحمت کا پرتو ہی ہے، دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہریہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں۔۔۔ جنت کا رحمت ہونا ظاہر کہ حضور کے نام لیاؤں گی جاگیر ہے۔۔۔ دوزخ کا پناہ بھی رحمت ہے۔ دوہرے۔

دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے۔

اول: بادشاہ کی اطاعت خاص اس لئے کہ وہ بادشاہ ہے۔

دوسرے: کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ یہ انعام ملیں گے یہ رحمت ہے۔

تیسرے: فاسق سرکش جو انعام کی پرواہ نہیں کرتے، اطاعت نہیں کرتے، ان کو سزا دیں تاکہ سزا دیا جاتا ہے اگر اطاعت نہ کرو گے تو زنداں میں بھیجے جاؤ گے۔ وہ انعام تو بین رحمت ہے، ظاہر ہے۔ اور یہ کوڑا عذاب کا بھی رحمت ہے اس لئے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ ذلیل خات سے ڈر کر سزا کے مستحق نہ ہوں، اطاعت کریں، انعام کے مستحق ہوں۔۔۔ تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ وہ نیا کوڑا کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی، ان کی توہین کی، رب العزت نے اپنے دشمنوں سے انعام لینے کے لئے دوزخ کو پیدا فرمایا۔ قدر شہی کی اس کی خود سے معلوم ہوتی ہے کہ **الاشیاء تصرف باھد** ما اہل جنت کو یہ دکھاتا ہے کہ دیکھو! اگر تم بھی مجھو پان خدا کا دامن نہ چھو، تن کی طرح تھماری جگہ بھی یہی ہوتی۔ اس وقت مجھو پان خدا کے دامن تھانے کی قدر کھلی گی۔ **واللہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم**۔ **اللھم صلی علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم والہ وصحبہ الکرام اجمعین**۔

حضور تمام جہاں کے لئے رحمت ہیں۔ رحمت الہی کے معنی ہیں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ۔ تو رحمت کے لئے دو چیزیں ہو کار ہیں۔ ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے۔ اور دوسرے خیر۔۔۔ اور دونوں متفرق ہیں وجوہی ﷺ پر۔ اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی، نہ خیر پانے والا۔ تو رحمت الہی کا ظہور نہ ہوا مگر وجوہی ﷺ میں۔۔۔ تمام نعمتیں تمام کمالات تمام فضائل متفرق ہیں وجود پر اور تمام عالم کا وجود متفرق ہے حضور کے وجود پر تو سب پر حضور ہی کے ظہیل رحمت ہوئی۔ ملک ہو خواہ نبی یا رسول، جس کو جو نعمت ملی حضور ہی کے سبب عطا سے ملی۔

حضور رحمۃ اللہ ہیں۔ قرآن عظیم نے ان کا نام نعمت اللہ رکھا: **الَّذِیْنَ یَذُکُّوْا بِنِعْمَةِ اللّٰهِ شُکْرًا** کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: **نعمۃ اللہ محمد ﷺ نعمۃ اللہ محمد ﷺ ہیں**۔ ولہذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ متناہل امر الہی ہے۔ **قَالَ تَعَالٰی : اِنَّمَا بِبِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ** اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے۔ یہی تشریف آوری ہے جس کے ظہیل دیا قبر، حشر، دوزخ، آخرت غرض ہر وقت ہر جگہ ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک دھوکا کھاتے اور ہمہ مند ہے اور ہوا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلا دہش ہوتا ہے۔ مجلس میلا آؤ خروہی جی ہے جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے۔ **وَاِنَّمَا بِبِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ** مجلس مبارک کی حقیقت، مجمع مسلمین کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری و نعمت الہیہ

قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو اب وقت آیا ہے کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا؟ عظیم مقتدر جو ہزار برس بشرّٰ بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے اب وقت آیا ہے کہ دو مراد المریدین ظہور فرمائے والے ہیں یہ قادر علیٰ کل شیء کیا کچھ خوشی کے سامان میرا نہ فرمائے گا؟ شیاطین کو اس وقت ملن ہوئی تھی اور اب بھی جرشیطان ہیں جلتے ہیں اور ہمیشہ ملیں گے۔ غلام تو خوش ہو رہے ہیں ان کے ہاتھ تو ایسا دھن آیا ہے کہ یہ گر رہے تھے اس نے پچالیا۔ ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

ایک آدمی ایک کو پچا سکتا ہے دو کو پچا سکتا ہے کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ جس کو پچائے گا۔ یہاں کروڑوں اربوں بچھٹنے والے اور پچانے والے ہیں ایک انا اخذ بحجرتکم من النار ہلم ہی میں تمہارا کر بندہ کچھ سے دوزخ سے کھینچ رہا ہوں ارے میری طرف آؤ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں قسم انکی جس نے انہیں رحمۃ اللطیفین بنایا آج وہ ایک ایک مسلمان کا بندہ کر چکے انہیں اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

الحمد للہ کیا حای پا۔ اربوں اربوں مراتب زائد کرنے والوں کو ان کا ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے۔ تو ایسے کے پیدا ہونے کا اہلس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو تو تھوڑا ہے۔ پھاڑوں میں ابلیس اور تمام مردہ سرکش قید کئے گئے تھے انہیں کے جبر و اب بھی غم کرتے ہیں۔ خوشی کے نام سے مرتے ہیں۔ ملائکہ سچ سوات دھوم مچا رہے تھے عرش عظیم ذوق شوق میں مبتلا تھا۔ ایک علم مشرق دوسرا مغرب اور تیسرا اب کعبہ پر نصب کیا گیا؛ اور بتایا گیا کہ ان کا دار السلطنت کعبہ ہے اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک تمام جہان انہیں کی قلمرو میں داخل ہے۔ اس مراد کے ظاہر ہونے کی گزری آچکی کہ اول روز سے اس کی عقل میلا واس کے خیر مقدم کی مبارکباد دہوری ہے۔ قادر علیٰ کل شیء نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے؟ جبریل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیدنا آدم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے لے کر حاضر ہوئے۔ اس کے نوش فرمانے سے وہ دشت زائل ہوگئی جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی۔ پھر ایک مرغ سفید کی عقل بین کر اپنا پر سیدنا آدم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کفن مبارک سے مل کر عرض کرنے لگے۔ اظہر یا سید المرسلین اظہر یا خاتم النبیین اظہر یا احکوم الازلین والآخرین۔ جلوہ فرمائیے اے تمام رسولوں کے سرور ابراہیم علیہ السلام کے تمام انبیاء کے خاتم جلوہ فرمائیے اے سب گلے و پھولوں سے زیادہ کریم ایا اور الفاظ ان کے ہم معنی۔ مطلب یہ کہ دونوں جہاں کے دولہا کی برأت کج نکلی ہے اب جلوہ افروزی سرکار کا وقت ہے۔ فظہور و سول اللہ ﷺ کالہو العزیز پس حضور اقدس ﷺ جلوہ فرمائے جیسے چروہوں رات کا چاند۔ (ان گفتگوں پر قیام ہوا اور یہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر یہ درود عرض کیا)

الصلاة والسلام عليك يا رسول الله	الصلاة والسلام عليك يا رسول الله
الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله	الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله
الصلاة والسلام عليك يا سراج الفلق	الصلاة والسلام عليك يا سراج الفلق
الصلاة والسلام عليك يا مبعوث تسر الله ووفق الله	الصلاة والسلام عليك يا مبعوث تسر الله ووفق الله
الصلاة والسلام عليك يا سید المرسلین	الصلاة والسلام عليك يا سید المرسلین
الصلاة والسلام عليك يا شفیع المذنبین	الصلاة والسلام عليك يا شفیع المذنبین
الصلاة والسلام عليك يا نبي الانبياء	الصلاة والسلام عليك يا نبي الانبياء
الصلاة والسلام عليك يا عظيم الحود والعطاء	الصلاة والسلام عليك يا عظيم الحود والعطاء
الصلاة والسلام عليك حبيب رب الارض والسماء	الصلاة والسلام عليك حبيب رب الارض والسماء
الصلاة والسلام عليك يا مقبل العثرات	الصلاة والسلام عليك يا مقبل العثرات
الصلاة والسلام عليك يا امام القليتين	الصلاة والسلام عليك يا امام القليتين
الصلاة والسلام عليك يا من زينة الله بكل زين	الصلاة والسلام عليك يا من زينة الله بكل زين
الصلاة والسلام عليك يا من نزهه الله من كل ثين	الصلاة والسلام عليك يا من نزهه الله من كل ثين
الصلاة والسلام عليك يا ذر الله المكنون	الصلاة والسلام عليك يا ذر الله المكنون
الصلاة والسلام عليك يا سرور القلب المخزون	الصلاة والسلام عليك يا سرور القلب المخزون

الصلاة والسلام عليك وعلى آلك وصحبك وابنك وحزبك واولياء امتك وعلماء ملتكد وسانر اهل كلمتك اجمعين وانما ابد البدين آمين والحمد لله رب العلمين.

الحمد لله رب العلمين، حمد الشاكرين، والفضل الصلاة واكمل السلام على سيد المرسلين،
خاتم النبيين، اكرم الاولين والآخرين، قائد الفر المحجلين، نبي الحرمين، اما القبلتين، سيد
الكونين، وسيلتنا في الدارين، صاحب قاب قوسين، المزين بكل زين، المنزه من كل شين، جد
الحسن والحسين، نبي الانبياء، عظيم الرجا، عميم العطا، ماحي الذنوب والخطا، شفيعنا يوم
الجزاء، سر الله المخزون، در الله المكنون، عالم ما كان وما يكون، نور الافئدة والعيون، سرور
القلب المحزون، سيدنا ومولانا وحبينا ونبينا وشفيعنا ووكيلنا وكفيلنا وعوننا ومعيننا وغوثنا
ومغيثنا وغياثنا سيدنا ومولانا محمد، النبي المبعوث، وحمة للعلمين، وعلى اه الطيبين
الطاهرين، وازواجه الطاهرات امهات المرمين، واصحابه المكرمين المعظمين، وابنه الكريم
الامين المكين، محي الاسلام والحق والشرع والملة والقلوب والسنة والطريقة والدين، واهب
المراد، قطب الارشاد، فرد الافراد، سيد الاسياد، صلح البلاد، نافع العباد، دافع الفساد، مرجع
الافراد، غوث الفقلين، وغيث الكولين، وغياث الدارين، ومعيت الملوك، امام الفريقين سيدنا و
مولانا ابي محمد عبد القادر الحسني الحسيني الجيلاني الكوي، وعلى سائر اولياء امته
الكاملين العارفين و علماء ملته الراشدين المرشدين، وعلينا معهم اجمعين، يا ارحم الراحمين.

جب حضرت عزت جل جلالہ نے عالم بنانا چاہا اپنے نور سے لور مشروٹہ پڑھ کر فرمایا۔ عید الرزاق نے اپنے مصنف میں سیدنا چاہریں
عبد اللہ انصاری سے روایت کی کہ حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں۔ ہا جابر ان اللہ خلق قبل الاشياء نور دیک من نورہ اے چاہر
دیک اللہ تعالیٰ نے تمام جہاں سے پہلے میرے نبی کو اپنے نور کریم سے پیدا کیا۔ پھر حضور اقدس ﷺ کے نور سے تمام عالم کو جلوہ ظہور میں لایا۔

تو جس طرح مرتبہ وجود میں صرف اللہ ہے۔ بل وعلیٰ: تکلٰیٰ خلیٰ مابلک ولا وجہنہ

ع
اللہ کلّ منیٰ ما خلّو اللہ باقی

حقیقت وجود اسی کی ذات کریم سے خاص ہے۔ جہاں وہ جہانیاں کا اس میں کچھ حصہ نہیں، مگر جس پر جو حقیقی کے آفتاب عالم تاب نے اپنے نور کا
پرتو ڈالا وہ بلند نسبت و قابلیت تام موجودیت سے بہرہ ور ہوا۔

یونہی مرتبہ ایجاد میں صرف ذات کریم حضور سید المرسلین ﷺ ہے بس۔ حضور ہی سر الوجود، منبع الوجود و اصل ہر بود ہیں۔ وجوہات عالم ضرور وجود
حقیقی کے ظلال پر تو ہیں۔

مکراولہ: بالذات پرتو ذات و غل صفات جامع الکملات حضور سید الائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات ہے۔

پھر تانیہ: بالعرض حضور کی وساطت سے مرتبہ ہر مرتبہ حرام اس جلی نور سے روشن ہے۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر تو آں

ہر کجا کی مگر می آئینے ساختہ اند

جیسے بلا تشبیہ شب چہارہ گواشاہ کسا آفتاب سے حجاب میں ہیں بذات خود اس سے نور لینے کے قابل نہیں۔ جو وہیں رات کا چمکتا چاند سوسو ہو کر خود
آفتاب سے نور لیتا اور اپنے نور سے تمام روئے زمین کو روشن کر دیتا ہے۔ تو اگرچہ جس قدر چاندنی پکھلی ہوئی ہے سب روشنی آفتاب ہی کی ہے۔
مگر چاند کے وساطت سے ملی ہے۔

اور سبیل سے ظاہر ہوا کہ نور حضور اقدس ﷺ کا نور الہی سے پیدا ہوتا مایا ذ اللہ تجوی حضرت وحدت سے اصلہ علاقہ نہیں رکھتا۔ ان مجازی فانی انوار میں
دیکھئے۔ آفتاب سے چاند روشن ہوا چاند سے زمین چراغ سے چراغ جلایا۔ آفتاب و مانتاب و چراغ اول کے نور سے کوئی حصہ جدا ہو کر ان
مستغیر میں نہ آیا اور انہیں انوار سے ان روشنیوں نے ظہور پایا۔ تو تجوال و پایہ کا حدیث پر اعتراض محض جہالت ہے۔

اور وحش کے ہیں معنوی وحشی۔ معنوی کہ چشم جسم ان کے اور اک کی قابلیت نہیں رکھتی۔ جیسے نور قرآن دلورہا دلورہ وضو۔۔۔ بعضے مریدین احمد و خضر اپنے حجر و عطوت میں گئے۔ ایک نور عظیم چمکا ہے! اختیار کا آٹھ۔۔۔ ایت وہی میں نے اپنے رب عز و جل کو دیکھا۔ شیخ نے فرمایا: اے شخص! کہاں تو اور کہاں یہ درجہ؟ یہ حجرے و ضو کا نور تھا کہ یوں چمکا۔

صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ روئے جسد سورۃ کعبہ کی تلاوت کی جائے۔ مقام تلاوت سے کہہ منظر اور اس جسد سے جسد آمد اور تین روز زائد تک روشن کر دیتی ہے۔

حشی کہ لائق احساس بصر ہیں پھر وحش ہیں۔

ظاہر جیسے انوار کو اکب' پڑھاں۔

اور باطن جیسے قر اسود و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنیوں..... حدیث میں ہے: یہ جنت کے یاقوتوں سے دیا قوت ہیں کہ اللہ عز و جل نے ان کا نور نظروں سے چھپا دیا۔ ورنہ دنیا کو روشن کر دیتے۔ مروی ہے جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ معظمہ بنایا، اور حجر اسود آیا اس وقت اس کا نور صرف اس قدر چمکا کہ کہ منظر کے گرد گرد چہرے میل مختلف تک روشن ہو گیا۔ جہاں تک وہ روشنی پہنچی وہی حدود حرم قرار پائیں۔ حضور پر نور ﷺ کا اصل انوار و معدن انوار و منبع انوار ہیں، مجمع اقسام نور کے ہر وجہ اکمل و اتم جامع ہیں۔

حضور پر نور ﷺ کا اصل انوار و معدن انوار و منبع انوار ہیں، مجمع اقسام نور کے ہر وجہ اکمل و اتم جامع ہیں۔ (۱) حضور پر نور ﷺ کے نور معنوی کو کون جان سکتا ہے؟ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین و اولیاء کاملین و عباد اللہ الصالحین صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین سب حسب استعداد ای نور مزید سے روشن و مستحضر ہیں۔ علامہ قاسی مطالع المسرات میں حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷺ سے فرماتے ہیں: یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر وہی اے ابو بکر! مجھے جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ پہچانا۔

ترا چتا نکہ لونی دید کجا بیند

بقدر نبیش خود ہر کسے کند اوراک

حضور اقدس ﷺ کے نور حشی ہی کی جھلک آفتاب و اجانب و جملہ مضیات میں چمک رہی ہے۔ ملائکہ کے چہروں میں ہی کی چمک انسان کی سر و تک میں اسی کی دیکھ مستفیض و ظاہر ہیں۔ اور اس مفیض کریم پر بحکمال رحمت و کمال عقمت ستر ہزار پردے بیت و جلال و جمال ڈالے گئے ہیں کہ چشم عالمیان اس کے اور اک سے دور و مجبور ہے۔ انظر لہ اگر حجاب انفرادی عالم کیا جان؟ کہ اس کی تجلیات کی تاب لائے۔ جہاں و جہانیاں ایک جھلک میں جل کر خاک ہوں۔

سلطان الاولیاء حضرت نظام الحق والدین سیدنا محبوب الہی فرماتے ہیں: جب سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد جلی طور واپس آئے کسی کو تاب دیجی کہ ان کے جمال مبارک سے نظر ملے۔ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نقاب ڈالا تو اہل مل گیا۔ یہاں تک کہ لوہے کا نقاب بنا کر روئے مبارک پر ڈالا وہ بھی خاک ہو گیا۔ آخر پامر الہی بعض عاشقان حضرت عزت کے دامن سے نقاب بنایا دو قائم رہا۔

ہاں! چہرہ کلیم میرے ہر جمال تھا۔ نور آفتاب ہلکا ہونے کے لئے قمر و کار ہے کہ اس کی تجلیوں کا بار بار اپنے اوپر لے اور اس سے شعلہ کی ہلکی روشنی اوروں پر مشکف ہو..... جب جمال کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس آسان ترقی سے یہ حال تھا تو اس ذات کریم کا کیا پوچھنا جو نور حقیقی کے مظہر ازل اتم و مکمل و جامع تجلیات ذات و صفات اعلیٰ اقصیٰ الخایات بلکہ یہ حد و نہایات ہے جسے جمال ازل نے اپنا خاص آئینہ بنایا۔ جس کے ہر جلوہ میں مسن دانہ بقدر الحق کا دریا لہرایا اس کے تاب کی کسے تاب؟

ع کیا مہ ہے آئینے کا قری تاب لائے

خود شید پہلے آکھ تو تجھ سے ملائے

تو لازم ہوا کہ نور کریم حجاب رحمت و تقسیم میں رہے۔

وہ حجاب کیا ہے؟ کیا غیر اس کا حجاب ہو سکتا ہے غیر اسے چھپا سکتا ہے؟ حاشا! بلکہ خود اس کا کمال ظہور ہی اس کا پردہ نور ہوا..... نور کے لئے ایک حد ظہور ہے کہ جب اس حد تک رہے نظر اس پر کام کرے اور جب اس سے ترقی کرے اس کی تابش ہی اس کے لئے حجاب ہو کہ نظر بوجہ خبرگی اس پر کام نہیں کرتی۔ آخر خود دیکھا کہ آفتاب آفتاب آفتاب میں حجاب صحاب رقیق سے پردہ کمال نظر آتا ہے اور نصف الشہار پر روز صاف میں طائر نظر کے پردہ جلاتا ہے۔ پھر جس قدر ترقی زائد احتجاب زائد۔

نور کریم کی ترقی بے نہایت کے حضور ابصار تو ابصار بصیرت کی وہ حالت ہوگی جو ہر عالم تاب کے حضور خفاش کی۔ لاجرم غایت ظہور ہی مظہر غایت بطون ہوئی۔ پھر بھی اس کی خفیف جھلک جس میں لہ ظاہر کا حصہ ہا کہ اس بارگاہ و کرم سے محرم مطلق نہ رہے وہ ہے جو حد صحیح میں آیا: **کان الشمس تجری فی وجہہ** گویا آفتاب چہرہ نور میں رواں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: جب تو حضور اقدس ﷺ کو دیکھا گمان کرنا کہ

اہم قرآنیں رکمان ہیں اور اہم ارکان اور بدھ نماز اور تعظیم و محبت حضور پر نور ﷺ سے اہم و اعظم۔ غزوہ خیبر سے نکلے ہوئے حضور اقدس ﷺ نے منزل حبشہ میں بعد نماز عصر سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے کمانے مبارک پر سر اقدس رکھ کر کہہ کرام فرمایا۔ مولیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ابھی نماز نہ پڑھی تھی۔ جب وقت تنگ ہونے پر آیا "مضطرب ہونے کے اگر اوقات ہوں" محبوب اکرم ﷺ کی خراب راحت میں خلل آتا ہے۔ سہذا اکیا معلوم کہ حضور کو خواب میں کیا وحی ہوئی ہو؟ اور اگر بیضار ہتا ہوں نماز جاتی ہے۔ آخر وہی تعظیم و محبت کا پلہ غالب آیا اور اسد اللہ القالب نے حضور اقدس ﷺ کے جگادینے پر نماز جانے کو گوارا کیا۔ **حتیٰ تورات بالحدود** یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اب کہ وقت مضرب ہوا سر کا وردو عالم ﷺ کی چشم حق میں کھلی۔ مولیٰ علی کو مضطرب پایا۔ سبب دریافت کیا۔

المصطفیٰ یا نئے والا میں ہوں اور بیٹے والا اللہ عزوجل۔ ردہ ازل سے آج تک روایات سے ابدالاً پاکہ جو حقیت جسے علی یا علیؑ کے مصطفیٰ کے سبب اقدس سے بنی اور بنی ہے اور بنے گی۔ جس طرح وین ولط و اسلام ولط و صلاح و عبادت و زہد و طہارت و علم معرفت یہ سب سمجھائے دیجئے ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں۔۔۔ یوں ہی مال و دولت و شفا و صحت و عزت و ولعت و امارت و سلطنت و قرض و مدد و مشرت یہ سب قسم دینویہ بھی انہیں کے دست اقدس سے ملی ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: **اَغْنَاهُمُ اللَّهُ زَوْجُوهُ مِنْ فَضْلِهِ** انہیں کی فنی کردیا اللہ و رسول نے اپنے فضل سے۔ اور فرماتا ہے: **زَلَوْا اَنْتُمْ زَوْجُوْنَا فَتَمُوتُ زَوْجُوْنَا وَفَالَوْ اِنَّا اِلٰی اللّٰهِ رَاغِبُونَ** (توبہ ۵۹۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ و رسول کے دیے پر راضی ہوتے اور کہتے ہیں خدا کافی ہے۔ آپ ہمیں دیتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

یہیہ شرک فروش اسنادات حقیقت و حج و عطا و تمیہ میں فرق نہ کر کے احمد بن حنبل و محمد بن حنبل ناموں کو شرک بتاتے ہیں۔۔۔ حالانکہ قرآن عظیم میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت مریم سے فرمانا مذکور **اِنَّا اَرْسَلْنَا رُبَّكَ لَاَهْتَ لَكَ غُلَامًا وَكِتَابًا** (مریم ۱۹۱) میں تو تیرے رب کا رسول ہوں تاکہ میں تجھے ستمراپنا دوں۔ ویکھو قرآن عظیم سیدنا محمد علی روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جبریل بنحس فرما رہا ہے۔۔۔ یہ عجیب شرک مقبول و محمود ہے کہ قرآن عظیم میں موجود ہے۔ **وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ**۔

دوم خاصہ ظاہرہ کہ حضور اقدس ﷺ کمال رحمت و رافت ظاہر بشریت کی طرف متزل فرما کر اپنے غلاموں و کنیزوں سے حسب عرف و عادت یا اسی معاملت فرماتے۔ جیسے انس بن مالک ﷺ خادم سرکاری روٹی سرکار سے متروقی۔ حالانکہ واللہ تمام جہان کو روٹی سرکاری سے ملتی ہے۔ لوگوں کو مانگے اور بے مانگے پیش رفتیں عطا فرمادیں جن کی بعض تفصیل کتب حدیث میں مذکور۔

حضور اقدس ﷺ کی پہلی دو قسم کی نعمتیں ہرگز اس قسم سے نہیں جن کا کوئی بدلہ دے سکے۔ نعم دیکھ کا معاوضہ نہ ہو سکتا تو ظاہر اور ہم عامہ باطنہ کو بخوبی بتکم خلافت رب العزت ہیں۔۔۔ اللہ عزوجل کو کون عوض دے؟ ہاں! جسم سوسم کی نعمتیں کہ باہمی معاملات عرفیہ کے طور پر نہیں صالح عوض و مجازات ہیں۔ صدیق اکبر ﷺ پر بعد انبیاء و مرسلین عظیم الصلوٰۃ والسلام حضور پروردگار ﷺ کے جس قدر احسانات و انعامات قسم ازل کے ہیں تمام عالم میں کسی پر نہیں۔ اور جسم دوم میں صدیق اکبر ﷺ اور تمام عالم شریک ہیں۔ مگر قسم سوم یعنی معاملات باہمی قاطبی معاوضہ میں ہمیشہ صدیق اکبر کی طرف سے بزرگی و عظمیٰ و قدست و عزا و امتدی اور مصطفیٰ ﷺ کی طرف سے براہمند و توازی قبول و پذیرائی اور عطائے سعادت امتدی کا برتاؤ ہوا۔ یہاں تک کہ خود صدیق اکبر کے مولائے اکرم و آقائے اعظم ﷺ نے فرمایا:

انه ليس في الناس احد امن علي في نفسه و ماله من ابن ابي قحافة

بے شک تمام آدمیوں میں اپنی جان و مال سے میرے ساتھ کسی نے ایسا سلوک نہ کیا جیسا کہ ابوہریرہ نے اور فرمایا:

ملاحد عندنا يد الا وقد كافيناها بها ما خلا اباہر فان له عندنا يد ايكافنه الله بها يوم القيامة وما

نفعني مال احد قط ما نفعني مال ابي بكر

کسی کا ہمارے ساتھ کوئی حسن سلوک ایسا نہیں جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو سوا ابوہریرہ کے کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں و در قیامت دے گا مجھے کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابوہریرہ کے مال نے۔ صدیق نے حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ والا میں حضرت بنول نہرا و رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت درخواست عرض کی۔ حضور پروردگار نے حضرت کا عذر فرما دیا۔

فقیر کہتا ہے اس میں ایک حکمت جلیلہ یہ بھی تھی کہ دامادی میں قبول کرنا انہیں دنیاوی احسانات سے ہے جن میں جزا و کافات جاری۔ حدیث میں ہے کہ جو کچھ دیہ و عطیہ عقد نکاح سے پہلے دیا جائے وہ عورت کا ہے۔ اور جو بعد کو دیا جائے وہ اس کا ہے جسے دیا جائے۔ یعنی خسر و خوشدامن وغیرہم۔ پھر فرمایا: و احق ماہکوم الوجل به ابنته او اخته اور آدی جن ذرائع سے اکرام و نیک سلوک کا مستحق ہو ان سب میں نہ یا وہ درویش اس کی بیٹی یا بہن ہے۔ اور اللہ و رسول کو مشکور نہ تھا کہ صدیق پر ان کے احسانات یا ممکن العوض کے سوا کوئی احسان قاطبی معاوضہ دیکھ ہو لہذا عذر فرمایا۔ بخلاف سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کہ ان پر حضور اقدس ﷺ کے بے پایاں احسانات و قسم اولین کے سوا قسم سوم کے بھی بہت احسان ہیں۔ انہوں نے پردوش بنی مصطفیٰ ﷺ کے مال سے پائی۔ حدیث میں ہے: **جعل لکھو کور بہت مکہ معظمہ میں گمرانی ہوئی حضور پروردگار ﷺ نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: تم دیکھتے ہو کہ زمانہ گمرانی کا ہے اور ابو طالب کے میال کثیر۔ آؤ کہ ہم ان پر تخفیف فرماویں۔ یہ فرما کر حضور اورد حضور کے ہمراہ رکاب حضرت عباس ابوطالب کے پاس تشریف لائے۔ حضور اقدس ﷺ نے مولیٰ علی کو اپنی پردوش میں لے لیا اور حضرت عباس نے حضرت جعفر یا حضرت عقیل کو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ پھر حرم نعمت کبریٰ ترویج حضرت بنول نہرا سے ہوئی۔ صلی اللہ تعالیٰ و علی علیہ و صحبہ و بازک وسلم**

تو آ کر یہ **وَمَا يُلَاحِظْ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ** سے مومن علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے بلکہ بالکل صمدیق اکبری مقصود ہیں اور اسی پر اجماع مفسرین موجود۔ اسی اخصیائے مطلقہ صمدیق کے مناسبت سے ہے اس جناب کا کمال تشبیہ حضور پروردگار ﷺ پر ہوتا۔

اول تلوار بیست شریفہ میں جب حضور نے فرمایا تھا: **لَقَدْ خَشِيتُ عَلَىٰ نَفْسِي** مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ اس وقت ام المؤمنین عذیبہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور کے جو اوصاف کریمہ شمار کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خالق نہ چھوڑے گا۔ حضور یہ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں یا نہ وہی کمالات انہیں الفاظ سے ابن الدغندہ نے صمدیق کے لئے بیان کئے۔ جب قبل ہجرت، بعد ہجرت تشریف لے چلے ہیں وہ میں ابن الدغندہ لا حال معلوم ہوا۔ کیا آپ جیسا وطن سے جدا کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ یہ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں۔

یوں ہی جب صلح حدیبیہ ہوئی اور مسلمان اس سال مکہ معظمہ جانے سے باز رکھے گئے یہ امر ان پر بالخصوص اشہم فی الامر اللہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر سخت شاق و گزرا۔ حضور پروردگار ﷺ کو رب عزوجل نے سطر حدیبیہ سے پہلے خواب دکھایا تھا کہ حضور مع صحابہ کرام مسجد الحرام میں یامن وایمان داخل ہوئے اور مناسک حج ادا فرمائے۔

صحابہ کا گمان تھا کہ اس خواب کی تصدیق اسی سفر میں واقع ہوگی۔ جب اس سال واپسی کی ٹھہری امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: ضرور۔

عرض کی: کیا ہمارے شہداء جنت میں اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں!

عرض کی: کیا ہم اپنے دین میں وحقی کیوں رکھیں؟

فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کروں گا! اور وہ ضرور میری مدد فرمائے گا۔

عرض کی: کیا حضور نے ہمیں خبر دی تھی کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے اور طواف بجا لائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی! پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

عرض کی: نہ۔

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے اور طواف بجا لاؤ گے۔

فاروق اعظم اس پر قننا پر کہ شاید صمدیق شفاعت کریں اور ان کی مراد کو کفار سے جہاد اور بالجبر داخلی کعبہ معظمہ ہے حاصل ہو جائے۔ خدمت صمدیق میں حاضر ہوئے اور گزشتہ کی:

کیا ہم حر پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: ضرور۔

کہنا: کیا ہمارے شہداء جنت میں اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں۔

کہنا: پھر ہم اپنے دین میں وحقی کیوں رکھیں؟

فرمایا: اے شخص! وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کی نافرمانی نہ کریں گے اور وہ ضرور ان کی مدد فرمائے گا۔ ان کی رکات تمام لئے کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

کہنا: کیا ہمیں خبر دی تھی کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے اور طواف بجا لائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی! پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

کہنا: نہ!

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے۔ اور طواف بجا لاؤ گے۔

دیکھو بیستم حرف۔ عرف وہی جواب ہیں جو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمائے۔ یہ وہی بات ہے کہ قلب صمدیق آئینہ قلب حضور سید الانکسائت ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویاوک وکرم۔ آئیہ کریمہ میں اسی خواب کا ذکر ہے۔

یہاں سے تفسیرات کی طرف رجوع کی، متعلق تفسیر صرف اس قدر بیان ہوا تھا کہ:

پاں کہ خطاب صمدیقین سے ہے نہ مکررین سے قرآن عظیم کا پئے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق خواب و تکلیف اصحاب میں کس قدر

اجتماع ہے کہ اسے طرح طرح سے ہو کہ فرمایا۔

اول: تو صدق اللہ خود ہی جملہ یہودی الصدق تھا کہ صدق کی نسبت حضرت عزت کی طرف واجب الصدق ہے کذب وہاں محال بالذات ہے۔
امکان کا ماننے والا اگر اہل بد ذات ہے۔

تاریخ: ۱۴۰۲

٢٧٠

راجا: 'بہانہ حق' سے اس کی تاکید میں اور شاہد ہوئیں۔۔۔ پھر راجا کا بیان اور اس کے متعلق لطائف حکم کیہ کہ جہان اور یہ کہ خواب انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کی ہے: اور اس پر خواب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بیان اور اس کے سبب فوج و لہر پر اقدام کہ بہ نص قطعی قطعاً حرام۔ تو خواب انبیاء و مشرور نص قاطع کی طرح مثبت! حکام۔

یہی بیان ہو رہا تھا کہ قاضی بوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خان سلمہ النان نے آکر کان میں کہا کہ کچھ ندوی حضرت آگئے ہیں معائنہ عزیمت
جانب اعلیٰ رکھنا دندو پھیری کہ:

وعدہ الہیہ صادق آیا۔ سالہا آئندہ کہ مکہ معظمہ فتح ہوا لوگ فوج فوج دین خدا میں داخل ہوئے۔

اسلام کی ترقیاں، صحابہ کی جائیدادیں، ہجرت کے احوال، تصرفِ قوی الخلد کا بیان کیا کہ:

اس وقت مسیور مدد عظیم و فتح یمن کیا کھل چکا؟ مولیٰ عزوجل نے اس وقت اپنے محبوب اکرم ﷺ کی وہ نصرت ظاہرہ باہرہ کا ہر ذرہ فرمائی جب ظاہری سامانِ اسلام نہ تھا۔ فوج نہ تھی نہ تھیاری نہ مقابلے میں اذن پروردگار اور ایک جہان برسرِ پرکار۔ جب کفار نے وادِ اندلس میں بیٹھا دیا؟ مصطفیٰ ﷺ کے خلاف مشورے ہوئے۔ شرع فحشی ملعون ابیر مرد بن کر آیا: اور اس گمراہ انجمن کا رکن اعظم بنا دیا مگر انجام کیا ہوا کہ جعلی شہادتِ البیِّن خُفِرُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَكُفِّنَا اللّٰهُ هِيَ الْقَبْلَانَا اللّٰهُ تَعَالٰی نے کافروں کا قول پست و ذلیل فرما دیا اور اللہ ہی کا بول بالا ہے۔ اور ہمیشہ سنتِ الہیہ ہے کہ چال کے لئے بہتا ہے ایک صولت ہوتی ہے کہ صادق و کاذب کا امتحان ہو: اِنَّكَ تَنْهٰلِكَ عَنْ تَيْسَةٍ وَنَحْيٍ عَنْ خِيٍّ عَنْ يَبِيْئَةٍ انجام کا نظیر نصرتِ امیرِ اکمل ہے: قُلْ جَاءَ الْخُبْرُ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا۔۔۔۔۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُصْبِحِيْنَ

اسی کی مثالوں میں اس عہدہ کا لکھنا پچھلا جائیگا اس عہدہ میں اس کا ابتدا شروع اور پھر یوں رخصت ہونا ہیوں غیر مقلدوں کے جڑگوں سے اس کا عروج اور جس روڑ چلے دستار بندی مدرسہ فیض عام کا پورے پچھلے دنوں بنائے ندوہ کی پہلی ایڈنٹ رکھی جاتی تھی، علمائے اہلسنت کا اس وقت خلاف فرمانا۔ مفتی لطف اللہ صاحب کا مقاصد ندوہ کے فلال بین و معتر مسلمین ہونے پر اقرار کرنا اور کہنا کہ میں بھی تو صبح سے یہی چہنیک رہا ہوں۔ میری کوئی نہیں سنتا۔ پھر جو باتیں اس کے جلسات پر وارد ہوئیں جو صریح خلاف تھیں اس کی رودادوں میں سال بساں پڑھتی گئیں۔ علمائے اہلسنت کا ناظم وغیرہ مدعیان سنت کو اولاً بڑی و خوشنما پابندی مذہب اہلسنت کی طرف بلانا پھر بعد جواب صاف ملا ندوہ و خلاف فرمانا ندویوں کا جواب سے عاجز آنا فتاویٰ السنہ کا مرتب ہونا پھلوری صاحب دکن رکن ندوہ کا بریلی آنا طعام و کلام و دعوتوں و دعوتوں کا دیا جانا پھلوری صاحب کا دعوت طعام قبول و دعوت کلام سے صراحتاً عدول کر جانا اور صاف لکھ دینا کہ میں مرد میدان مناظرہ نہیں۔ پھر باوصف وعدہ طعام میں بھی حاضر آنا و و بارہ بلایا جانا دستوں کا یہاں فرمانا، حالانکہ نئے اور پرانے شہر دوئوں میں روزانہ وعظ کو جانا وہاں اس حال اسہال کا مانع نہانا پھر بعد تقاضا نے بسیار و شدت انتظار بمقتل تمام حضرات کا تشریف لانا مجمع میں فتاویٰ السنہ سنایا جانا پھلوری صاحب کا تمام جوابوں کو تسلیم فرمانا پھر یہ گفتگو پیش آنا: جب جواب حق ہیں مہر کیجئے! کہا: اس میں صاف ندوہ کا نام لکھا ہے لہذا مہر نہیں کر سکتا۔ کہا گیا: بہت اچھا سوالات میں عجبائے ندوہ زید و عمر لکھ کر جوابوں کی تصدیق کیجئے! کہا: کتاب لئے جاتا ہوں پندرہ دن کی مہلت دیجئے۔ ان سوالوں کے بھی جواب خود اپنے قلم سے لکھ کر بھیج دوں گا۔ فرمایا گیا: پندرہ دن نہیں مہینہ بھر کی مہلت سکی۔ الحمد للہ کہ آپ کو ان کمراہوں کی خلاف توقع تسلیم رہی۔ کہا: سوالات نہ فرمائیے، ہاں صاف فرمائیے۔ جلسہ توان تالے بالے پر ختم ہوا مگر مہینہ سال میں بس گزر گریں۔ جواب نہ دینا تھا ندوہ۔

کوان گمراہوں کی مصلحت تو مسلم رہی۔ کہا: مولانا! مصلحت نہ فرمائیے! مہمانت فرمائیے۔
جسے تو ان ٹالے پالے پر فخر ہوا مگر مہینہ نہ سال نہیں گزریں۔ جواب نہ دینا تھا خود یا۔

غضب کیا ترے وعدے پر اعتبار کیا تمام رات قیامت کا انتظار کیا

ان تمام مطالب اور وعدے کی مصلحت اقوال و شاعت مقاصد و مفاسد و مکائد کا حال ہوا صحت نام بیان کیا۔ (اور) حسب و نفس پر کلام میں کہا:۔

مرد و تمام بدیوں گمراہوں سے وادارہ اتحاد فرض کرتی ہے کہ اتحاد نہ ہو تو ایمان نہ دار وادارہ ایمان نہیں تو جنت سے کیا سروکار؟ مسلمانان ہند کے سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں سوانا اتفاق کے۔ سب کلمہ گوئی پر ہیں۔ خدا سب سے راضی ہے سب کو ایک نظر دیکھتا ہے۔ گوشت گھریزی کا حاملہ خدا کے معاملوں کا پورا موند ہے۔ اس کے معاملے دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔ کلمہ گو کیا ہی بد دین بد مذہب ہوں میں جو زیادہ متقی ہے خدا کو زیادہ پیارا ہے۔ ان میں جس کی توجہ نہ کیجئے خدا و رسول پر حرف آتا ہے۔ یہ کلمات ان کے امثال خرافات کا وہل شدہ کی جود وادو ہے جو بمقابل ہے انکی ہی باتوں سے مالامال ہے۔ سب مرتع و شہید کال و عظیم دیال و صوبہ غضب و ذی الجلال ہیں۔ امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین شیر خدا مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وچہ الکریم کے زمانہ اقدس میں حواری خلدلہم اللہ تعالیٰ نے ظہور کیا وہ ملتا تھے نہ تھے قراء کہلاتے راتیں شب بیداری اور دن عداوت قرآن و ذکر باری میں گزارتے مگر گمراہ تھے ابلیس کے مخالف و بدخواہ تھے۔ امیر المؤمنین کرم اللہ وچہ الکریم نے نہ ان کے علم و فضل پر نظر فرمائی ان دن سے آخرت اسلامی ظہرائی بلکہ ان پر نظر کشتی فرمائی۔ سرشار پر برق بار وادارہ انکار چکاٹی۔ وہ وں ہزار مولویوں کا ندوہ تھا فقط دو روپے کا ٹکٹ لے کر مولوی نہ بنے تھے بلکہ واقعی علم رکھتے تھے حدیث ہائے قرآن پڑھتے تھے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کے شکوک کہ بیعت وہابیہ کہ شکوک تھے رفع فرمائے۔ پانچ ہزار حق کی طرف رجوع لائے پانچ ہزار عزم اللہ علیٰ قلوبہم رہے۔ ان پر پنج شہر پارا شہر کا رسد کر دیا کر دیا دیکھی اور ایک ایک کر کے ہر گردن کشیدہ خاک ذلت پر فرشی کی۔ وہ وضیعت قتل ہو رہے تھے کسی نے آ کر خبر دی کہ بھاگ کر نہر کے پار گئے۔ عالم کا ان و ما کن اللہ کے نائب اسد اللہ الغالب نے فرمایا ہر گز نہیں۔ ان میں سے دس نہر کے پار نہ چائیں گے سب ادھر ہی قتل ہوں گے۔ پھر بہت وثوق کی خبریں آئیں کہ پار بھاگ گئے۔ فرمایا: واللہ ادھر نہ چائیں گے! اسی پار ہلاک ہوں گے۔ سچا وعدہ اللہ تعالیٰ کے۔ سچے رسول کا جمل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہلا خ تحقیق ہوا کہ واقعی اسی ہی نہ جانے سب اسی طرف کنارہ آب سے کنارہ بنار میں جا گزریں ہوئے۔ کسی نے کہا خدا کا شکر ہے کہ جس نے زمین کو ان کی نجاست سے پاک کیا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: واللہ ادھر ابھی مردوں کی پیٹھ میں ہیں عورتوں کے پیٹھ میں ہیں نہ قرن قرن ظاہر ہوتے رہیں گے۔ کھلم کھلم قون نشأ قرن جب ان کی ایک سنگت کاٹ دی جائے گی دوسری سر اٹھائے گی۔ حتیٰ یخرج آخر ہم مع المسیح الذجال یہاں تک کہ ان کا بچھلا گروہ و حال ملعون کے ساتھ لٹکے گا۔

اس وعدہ صادق کے مطابق ایسے مولویوں کی سنگت ہر زمانہ ہر قرن میں مختلف نام مختلف صورت سے ظاہر ہوتی رہی یہاں تک کہ بارہویں صدی میں نجدی ضیعت ظاہر ہوا اور مذہب وہابیہ نے کہ خوارج مٹھو لکھن کا سچا فضل خوار ہے شیعوں کیا۔ ان کے وہی عقائد وہی مکائد وہی دھوکے وہی ظلمیں وہی اداوے عمل قرآن و حدیث۔ ان فبیوں کا اعتراض تھا کہ موئی علیہ نے ابو موسیٰ اشعری علیہ کو کلمہ بنایا اور اللہ عز و جل فرماتا ہے:

اِنَّ السَّخٰمَ اِلَّا لٰہُ۔ حکم نہیں مگر اللہ کے لئے یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ عز و جل فرماتا ہے: فَاَنِخُوا اَحْکَمًا مِّنْ اٰفِلٰہِ وَ اَحْکَمًا مِّنْ اٰفِلٰہِ۔
مردوزن میں خلاف ہو تو ایک حکم اس کے لوگوں سے سمجھو اور ایک حکم اس کے لوگوں سے۔ حدیث میں ہے یسزل عیسیٰ حکمًا مقسطًا یعنی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاکم عادل ہو کر نزول فرمائیں گے۔ وہ وہابیہ ان خوارج کے شاگرد کہتے ہیں۔ ابلیس انبیاء و اولیاء سے استعانت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّکَ تَخْلُقُ وَ تَخْتَارُ وَ اِنَّکَ تَسْتَعِیْنُ۔ ہم تجھی کو پوچھیں ہم تجھی سے مدد چاہی۔ یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تَعَاوَنَّا عَلٰی الْبُرْءِ وَ النُّفُوۃِ۔ گئی اور پر ہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ حدیث شریف میں ہے: فلیناد اعبدونی یا عباد اللہ یوں پکارے مدد کرو میری اے اللہ کے بندو۔

حقیقت ذاتی و عطائیہ میں نہان فبیوں نے فرقی کیا نہ انہوں نے۔ کَلِمَہُ لَکَ یَطِیْعُ اللہ عَلٰی مَحَلِّ لُحْلِہِ فَتَنْکَبُ رَیۡبُو۔ یہ سب گمراہ فرقے ائمہ ہدی واکار مجربو بان خدا کے دشمن ہیں۔ واطفیوں کی عداوت تو ہر سچے پر بخاہر۔ اللہ اللہ و صدیقین جن کے فضاہل سے ایک شرمین چکے۔ وہ صدیقہ جنت الصدیق ام المؤمنین جن کا محبوب سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ اہلبہا و علیہا وسلم ہوا آقا اب یم دم سے روشن تر۔ وہ صدیقہ جن کی تصویر پر ہشتی حرم میں روح القدس خدمت اقدس سید المرسلین علیہ السلام میں حاضر لائیں۔ وہ ام المؤمنین کہ جبریل امین یا فضل مبین انہیں سلام کریں اور ان کے کاشانہ عزت و طہارت میں بے اذن لئے حاضر نہ ہو سکیں۔ وہ صدیقہ کہ اللہ عز و جل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف۔ وہ ام المؤمنین کہ مصطفیٰ علیہ السلام کی سقر میں چان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں و اعس و عس و عس فرمائیں۔ وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برأت کی شہادت اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے تولیٰ مریم کا تہ یہ روح اللہ و کلمہ

اللہ فرمائے مگر ان کی برأت وطہارت کی گواہی میں قرآن کی آیتیں نزول فرمائیں۔ وہ اُم المؤمنین کہ محبوب رب العالمین ﷺ کے پانی پینے میں دیکھتے ہیں کہ گوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے، حضور پر نور ﷺ اپنے لب ہائے مبارک خدا پسند ہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ یہ اشتیاقے ملا عنہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو پانی خدا اور رسول کے دشمن ایسوں کے بدگوئیوں پر طعنہ لڑنا، اور ندوہ مخدہ لدان سب کی دوست ان سب کی انجمن۔ فاعلموا اللہ من نذیة الفتن۔

آدی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے برا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا؟ اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ مسلمانوں کی مائیں ندوہ مخدہ والی آنکھ میں یوں بے قدر ہوں کہ ان کی بدگوئیوں سے اتحاد وادفرض ہوا، اتحاد نہ ہو تو ایمان مدارو؟ عائشہ صدیقہ کی توہین خدا اور رسول کی توہین نہ پھری، مگر رافضیوں و باپوں کی توہین خدا اور رسول کی توہین؟ عائشہ صدیقہ سے عداوت والوں کا ایمان (تو) بدلتی دھج کا ہوا ان میں جو اتنی ہے اللہ کے نزدیک بڑے درجہ والا ہو مگر رافضیوں و باپوں سے مخالفت (کرنے والوں کا) ایمان مدارو جنت سے محرومی۔ انا بلد وانا الیہ راجعون!

علماء فرماتے ہیں۔ اعدائک فلاحہ حیرے دشمن تین ہیں:-

عدو الذی عادہ ایک تو آپ تیرا دشمن۔

وعدو صدیقک اور تیرے دوست کا دشمن۔

و صدیق عدو اور تیرے دشمن کا دوست۔

رسول اللہ ﷺ کے قسم اول کے دشمن روافض، نواصب، خوارج و دہاب یہ کہ محبوب پانی خدا ائمہ بدلتی کے اعدا ہیں۔

اور قسم سوم کے دشمن یہ مدعی حضرات کہ ان دشمنوں کے دوست ہیں۔

اللہ سب دشمنوں کے شر سے بچائے اور مصطفیٰ ﷺ کی چکی محبت اور ان کے سب دشمنوں سے کامل عداوت عطا فرمائے اور اسی حب و بغض پر کہ اسے محبوب و مقبول بنے دنیا سے اٹھائے۔ آمین!

مدعی صاحبوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے ایک بے معنی تحریج ردو میں شائع کی کہ علمائے مکہ معظمہ نے ندوہ کی خوبی و ضرورت پر مہر کر دی۔ اس تحریج کو دیکھتے تو گفتی کے صرف چند مدعی حضرات ہیں جو بعض بنام ہجرت اور بعض تصدج گئے ہوئے تھے کوئی کرا لے گا، کوئی لکھنؤ کا، کوئی بریلی کا، کوئی کہیں کا نام کو ایک شخص عرب کا ساکن بھی ہیں۔ علمائے مکہ ہونا تو بڑی بات ہے۔۔۔ جب اخباروں، اشتہاروں میں اس ہادوسرائی کا خاکہ اڑاؤ؟ دماغ میں سائی کہ علمائے حرمین شریفین کو کچھ دھوکہ دینے، کسی طرح تحریج حاصل کیجئے۔ ایک صاحب اظہار حج کا نام اور باطن میں اسی مفیدے کا احترام کر کے حرمین پہنچے۔ علمائے کرام مکہ معظمہ بحمد اللہ تعالیٰ مولوی محمد عبدالحق صاحب الدہ آبادی مہاجر و غیرہ علماء کی معرفت اس ندوہ مخدہ والی شرارت سے چھٹ گئے تھے۔ وہاں دال نہ گئی۔ مدید طیبہ میں مسایحان مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب دینے کی گلی ملی۔ وہاں سوال کیا کہ:-

ایک جلسہ علمائے اہلسنت نے قائم کیا کہ اس میں طرز عرب پر تعظیم ہو، مساکین و یتامی کی پرورش ہو، ترویج دین شیعہ ہو، یہ جلسہ کیسا؟ اور جو اس کی تخریب چاہے کیسا؟

اس سوال کا جو جواب تھا، ہر تھا۔ تاحق اتنی دور کی تکلیف اٹھائی۔ یہ سوال ہمارے پاس بھیج دیجئے، ہم بھی وہی جواب لکھتے، جو اہل مدینہ نے ادا شد فرمایا۔

سوال تو یوں کرتا تھا کہ:-

ایک جلسہ سنیوں، رافضیوں، دہابیوں، تجزیوں، غیر مقلدوں سب کا چرکہ بنا کر قائم ہوا جس نے تمام بد مذہبوں سے اتحاد وادفرض کیا، خدا کو انگریزی مگورنٹ کے شمس بتایا، سب گمراہیوں سے راضی بتایا، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں باہتیار عقائد اسلام دکنفر کا فرق مانا۔ تمام بد مذہبوں کو حق پر جانا، دعویٰ مذہب سے حام دست برداری چاہی، عرج و تعظیم کلاب الناصب سے زبردستی کی۔ الی غیر ذلک من الضلالات والدعواہی وہ جلسہ کیسا؟ اور جو اس کی اصلاح چاہے کیسا؟

پھر دیکھتے علماء کیا جواب دیتے ہیں؟ ناچار ضرور ہوا کہ جس طرح علمائے ہند کی مہروں سے فتاویٰ السلسلۃ لالجماع الفتنہ ردوہ مخدہ والہ میں تیار ہوا۔ یوں ہی حضرات علمائے کرام حرمین محترمین رحمہما اللہ شرفاً و تکریماً سے بھی استفادہ ہوا۔ امر و اتقی کا پورا اظہار ہوا۔ کتب ندوہ جن میں کلمات خالصہ تحریر ہیں ساتھ مرحل ہوں کہ عیان دبیان مجمع ہو کر جو سب مطابق سوال و موافق واقع مکمل ہوں۔ الحمد للہ اعانت الہی و عنایت حضرت رسالت پناہ ﷺ سے وہ مقصود حاصل ہوا۔ اہل رب کا دیب زائل ہوا، مولانا فاضل حاج عبدالرزاق بن عبد الصمد قادری کی مولا نا فاضل مطوف

شیخ احمد بن حنبل رحمہ اللہ صاحب کے غلیظہ ہیں اور بدلتوں صاحب عربی وارذو دنوں زبانوں سے خوب ماہر ہیں وہ مسئلہ مع کتب عدوہ حضرات علمائے کرام کی خدمت میں پیش کیا۔ اور تصدیقات علیہ تحقیقات جلیلہ کا یہ علامہ عزوجل نے حق کو وضوح بین دیا۔ والحمد للہ رب العالمین وہ فتویٰ یہ ہے جو اس وقت میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ جس کا قدرے خلاصہ حضرات سامعین سے گزارش کرتا ہوں۔

پھر سوال و جواب پڑھے ان کے ترجمے کئے یہ بیان آٹھ بجے شب سے نماز عشاء پڑھتے ہیں شروع ہوا تھا! بعد ازیں بیانات ہی میں وقت بارہ کے قریب پہونچا تو دس بجے جواہر کا خلاصہ ہونے پایا تھا کہ آدھی رات سے زیادہ وقت گزرا لا جرم خیال گفت بعض سامعین دو عبادت واستقامت سنت پر بیان ختم ہوا اور اکثر مسلمین کو دربارہ فتویٰ تکمیل اجتماع کا اشتیاق باقی رہا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد والہ

وصحبہ اجمعین، آمین

اسفار

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہ العزیز کا کسی جگہ کا سفر کرا عدم کے حکم میں تھا۔ ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے سفر سے اس درجہ کوفت ہوتا ہے کہ جب کسی جگہ سفر کا خیال ہوتا ہے تو دو تین دن قبل سے اس کی پریشانی رہتی ہے اور سفر سے واپسی سے دو تین دن تک اس کا اثر رہتا ہے۔

اور واقعی اعلیٰ حضرت کا سفر ایک خاص اہتمام کا ہوتا تھا۔ اس لئے کبھی کہیں بے ضرورت شدید تشریف نہ لے گئے۔ جب کبھی کہیں جانے کی دینی ضرورت پیش آتی یا مریدین کا اصرار ہوتا یا کسی دینی مدرسہ اہلسنت میں دستار بندی کا جلسہ ہوتا اور وہاں کے لوگوں مدرسہ کے اراکین کی خواہش ہوتی کہ اعلیٰ حضرت ہی کے دست مبارک سے دستار بندی ہو وغیرہا من الضروریات الدینیہ تو اہل سنت کا ارادہ فرماتے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تحقیق یہ تھی کہ چلتی دہلی میں نماز درست نہیں۔ نماز کے لئے استقرا اعلیٰ الارض حتی الامکان ضروری ہے۔ اس لئے قبل روانگی جس گاڑی سے سفر کرنا ہوتا اور جس سے واپسی کا قصد ہوتا یا فوج نمازوں کا وقت جس انشعاب پر شروع ہوتا اور جس جس انشعاب تک رہتا ان جگہوں پر نشان اوقات دے دیا جاتا اور وقتوں کے نام لکھ دئے جاتے۔ اس لئے ضروری تھا کہ ٹائم ٹیبل منگوا کر گاڑیوں کے رکسنے کے اوقات و مقامات معلوم کیے جاتے۔ پھر جہاز عدم و منعت ان جگہوں کا طویل و عرض معلوم کر کے اوقات صلوات نکالے جاتے۔ جب اس طرح پورا اطمینان ہو جاتا کہ اس سفر میں سب نمازیں یا جماعت وقت پر ادا ہو سکیں گی جب قصد مصمم فرماتے اور وعدہ کرتے اور اسی مقررہ نقشہ کے مطابق ایک دو انشعاب پہلے سے وضو وغیرہ کر کے سب تیار رہتے اور جب وہ انشعاب آتا جہاں نماز کا وقت لکھا ہے جماعت کھڑی ہو جاتی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز حضور و سلامت و عطا ہر حال میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ضروری خیال فرماتے تھے۔ خود ارشاد فرمایا کرتے: مردوں کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ہونی چاہئے۔ عورتوں کی نماز علیحدہ گھر میں ہونی ہے۔

سفر کی حالت میں مسجد میں جا کر سب نمازوں کو ادا کرنا دشوار ہے، خصوصاً لمبے سلسلے میں۔ تاہم اعلیٰ حضرت جماعت سے نماز ادا کرنے کو ضروری خیال فرماتے اور اس پر سختی سے عامل تھے۔ اگر کسی گاڑی سے سفر کرنے میں اوقات نماز انشعاب پر نہیں ملتا تو اس گاڑی پر سفر نہیں کرتے دوسری گاڑی اختیار فرماتے یا نماز یا جماعت کے لئے انشعاب پر اتر جاتے اور اس گاڑی کو چھوڑ دیتے اور نماز یا جماعت ادا کرنے کے بعد جو گاڑی ملتی اس سے یقیناً سفر پورا فرماتے۔

اس لئے اخیر سترجہ و زیارت ۱۳۲۳ھ میں اگر گاڑی رزرو نہیں ہوتی تو انشعاب آگرہ پر گاڑی بدلنے میں نماز کا وقت چلا جاتا اور نماز نہیں ہوتی۔ لیکن گاڑی رزرو کر لینے کی صورت میں بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ سیکڑ کلاس کا وہ ڈبہ ہی کاٹ کر دوسری گاڑی سمیٹ جاتے دانی میں جوڑ دیا جاتا اور نماز یا جماعت مل جاتی ہاں جو یکہ حضور تنہا تھے اور گھر کے لوگوں میں کوئی بھی ساتھ نہ تھا کہ وہ سب پہلے ہی بسکی روانہ ہو چکے تھے۔ صرف ایک خادم حاجی کفایت اللہ صاحب اور ایک شاگرد مولوی غلام احمد صاحب جو اس زمانے میں علم تکمیل و جہیز رکھ رہے تھے ساتھ تھے۔ لیکن دوسو عیشیں (۲۳۵) روپے حیرہ آئے میں سیکڑ کلاس کا ایک ڈبہ رزرو کر لیا تھا۔ باوجودیکہ جناب نفیس میاں صاحب نے مخالفت بھی کی اور حضور اپنے دونوں بھائیوں کو حد سے زیادہ مانگتے تھے اور ان کی دل شکنی نہیں چاہتے تھے مگر تمام کے معاملے میں ان کی مخالفت کی بھی پرواہ نہ کی اور اس قدر کثیر رقم صرف کر کے صرف نماز فجر یا جماعت ادا کرنے کے لئے سیکڑ کلاس کا ایک ڈبہ بریلی شریف سے بسکی تک رزرو کر کے سفر اختیار فرمایا۔ جب آگرہ پہنچے اور حضور نے باجماعت نماز ادا فرمائی تو انشعاب ہی سے بخیر فرمایا کہ الحمد للہ نماز یا جماعت ادا ہو گئی میرے روپے وصول ہو گئے آگے وقت میں چار ہاں ہوں۔

اگرچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہ آگرہ میں سترجہ فرما دیے اور نماز کے لئے اس گاڑی کو چھوڑ دیے پھر کسی دوسری گاڑی سے بسکی شریف لے جاتے۔ لیکن اس صورت میں اس جہاز سے جس میں صاحبزادہ صاحب اور گھر کے لوگ چارہ تھے دو نہ ملنے اس طرح نماز یا جماعت بھی ادا ہو گئی اور سب عزیزوں کا جہاز میں ساتھ بھی ہو گیا۔ فرض انہیں احتیاطوں کی وجہ سے اعلیٰ حضرت بہت کم کرتے تھے گویا نہیں کرتے تھے۔ (جلد ۴ صفحہ ۴۶)

پہلا سفر براجیہ حج و زیارات:

اعلیٰ حضرت نے حج و زیارت کے لئے پہلا سفر ۱۲۹۵ھ والدین کریمین کے ساتھ کیا اس کے بعض تہا یہ مختصر احوال الملقوہ کا حصہ دوم میں ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جیلانی باری حاضری حضرت والدین ماجدین کی ہمراہ رکات بھی اس وقت مجھے تیسواں سال تھا واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا۔ اس کی تفصیل

میں بہت طویل ہے۔ لوگوں نے لیکن یہاں لئے تھے۔ حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لئے بے ساختہ میری زبان سے نکلا۔ آپ اطمینان رکھیں خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث ہی کی اطمینان پر کھائی تھی جس میں سرشتی پر سوار ہونے وقت فرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے میں نے وہ پڑھ لی تھی۔ لہذا حدیث کے وعدہ صادق پر مطمئن تھا۔ پھر قسم نکل جانے پر خود مجھے اندیشہ ہوا اور ماحدہ حدیث یاد آئی: من یتالی علی اللہ یکذبہ حضرت عزت کی طرف رجوع کی اور سرکار رسالت سے مدد مانگی۔ الحمد للہ وہ مخالف ہوا کہ میں دن سے شدید چل رہی تھی وہ گھڑی میں بالکل متوقف ہو گئی اور جہاز نے نجات پائی۔

ماں کی محبت دین میں شانہ روزی تکلیف یاد تھی مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا: حج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرمادیا اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرے۔ (صفحہ ۳۶)

موسرہ سفر برائے حج و زیارت:

اعلیٰ حضرت نے دوسرا سفر حج و زیارت ۱۳۳۳ھ میں کیا اس کے کچھ تفصیلی احوال الملتو خط حصہ دوم میں ہیں۔
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:-

دوسری بار جب کہ معظمہ حاضر ہوا ایک جانا ہو گیا پہلے سے کوئی ارادہ نہ تھا۔ نئے میاں (برادر خرد) اور حامد رضا خان (خلف اکبر) مع متعلقین بارادہ حج پر روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک ان لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آ گیا لیکن طبیعت میں ایک قسم کا اعتقاد رہا ایک ہفتہ یہاں رہا طبیعت سخت پریشان رہی۔

ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا اور دل وہاں کی حاضری کے لئے بے چین ہوا۔ بعد مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو انشیں بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سکڑکلاس رزرو کرالیں کہ قماروں کا آرام رہے۔ انہوں نے انشیں ماسٹر سے گاڑی مانگی اس نے پوچھا: کس ٹرین سے ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: اسی شب کی رات بجے والی گاڑی سے۔ وہ بولا: یہ گاڑی نہیں مل سکتی ہے۔ اگر آپ کو اس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر اطلاع دیجئے۔ پتارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکتہ جو قریب ہی رہتا تھا مل گیا اس نے کہا: تم گھبراؤ مت میں چلا ہوں اور انشیں ماسٹر سے جا کر کہا کہ یہ تو مجھ سے کل کہہ گئے تھے میں آپ سے کہنا بھول گیا۔ اس نے ایک سو ترشہ روپے پانچ آٹھ لے کر سکڑکلاس کا کمرہ رزرو کرادیا۔

عشاء کی نماز سے ازل وقت فارغ ہو گیا صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی جو نہایت اہم مسئلہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی کسی طرح عرض کروں؟ اور بغیر اجازت والدہ حج نکل کر جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا دیکھا کہ والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرما رہی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے کہا: حضور! مجھے حج کی اجازت دیجئے۔ پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا: خدا حافظ۔ یہ انہیں دعاؤں کا اثر تھا میں اُن کے پیروں پر آ کر فوراً سوار ہو کر انشیں پہنچا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ میں انشیں تک نہ پہنچا ہوں گا اور انہوں نے فرمایا: میں اجازت نہیں دی اسے بلالو مگر میں جا چکا تھا کون بلاتا؟ چلتے وقت جس گن میں میں نے وضو کیا تھا اس کا پانی وہاں ہی تک نہ پہنچ سکتا تھا کہ اس کے وضو کا پانی ہے۔

بریلی کے انشیں سے میں نے ایک تار اپنی روانگی کا بمبئی روانہ کر دیا۔ وہاں سب نے یہ خیال کیا کہ شاید حسن میاں (اعلیٰ حضرت) مدظلہ کے مصلحت بھائی (تشریف لارہے ہیں۔ اس واسطے کہ ان کا سال آئندہ میں ارادہ تھا۔ میرا کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ غرض دن کے دن تک سب کو تذبذب رہا اور اوپر مجھے راستہ میں ایک دن کی دیر ہو گئی۔ آگرہ میں میل نکل گیا اور ہماری گاڑی نے کانپڑ کا انتظار کیا۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے انشیں ماسٹر سے پوچھا کہ ہماری گاڑی کیوں کٹ کر چھوڑ کر آئی؟ کہا: بیل رزرو نہ تھا آپ کو کانپڑ میں جانا ہوگا۔

یہاں تک کہ وہ آن گیا جس روز پنجاب بمبئی کے قریب میں داخل ہونے والے تھے اور میں اس وقت تک نہ سوچا۔ اب سخت مشکل کا سامنا تھا کہ ہمارے لوگ قریب میں داخل ہو جائیں گے اور میں رہ گیا۔ اب جانا کیوں کہ ہوگا؟ یہ دن پنجشنبہ کا ہے تاہم چکا تھا کہ پنجشنبہ کو ہمارے ہو کر لوگ قریب میں داخل ہو جائیں گے۔ گاڑی کٹ جانے نے یہ تاخیر کی کہ میں جمعہ کے دن صبح ۸ بجے پہنچا۔ انشیں پر دیکھا کہ بمبئی کے اصحاب کا ہجوم ہے حاجی قاسم وغیرہ گاڑیوں لئے موجود ہیں۔ سلام و مصافحہ کے بعد پہلا لفظ جو انہوں نے کہا یہ تھا: شہر کو نہ چلئے سیدھے قریب چلئے ابھی آپ کے لوگ داخل نہیں ہوئے۔ میں شکر اٹھی بھالایا اور اپنے لوگوں کے ساتھ داخل قریب ہوا۔ یہ حدیث کی انہیں دعاؤں کی برکت تھی کہ گئی ہوئی مراد عطا فرمائی۔

میں نے واقعہ پوچھا۔ وہاں کے لوگوں نے کہا: عجیب ہے اور عفت عجیب ہے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ پنجشنبہ کو روز موعود پر آ کر آدھا آدھا لوگوں کو پھپھارا دیا کہ دفعہ اسے سخت گھبراہٹ ہوئی اور کہا کہ پانی کا پھپھارا ملے ہوگا۔ یوں تمہارے لوگ باقی رہ گئے اب ایک اور دفعہ پیش آئی کہ اس جہاز کا ٹکٹ بالکل ختم ہو چکا تھا جس میں ہمارے لوگ جانے والے تھے۔ کچھ دیر دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا اور وہ بھی تیسرے دن چکا ملا جس کی حکمت آگے

ظاہر ہوگی۔ حدیث کی دعائیں پڑھیں کہ سرکار مجھے اپنی کاساتھ عطا فرمائیں ان سے چھوٹ کر میں تجا کیوں کر حاضر ہوں گا؟ تلاش کی گئی کہ اس جہاز میں کوئی صاحب ایسے ہیں جو اکیلے جانے والے ہوں جنہیں یہ اردو دونوں جہاز پر ہوں۔ سوئی تعالیٰ کی رحمت کہ ایک بڑے میاں ہمارے ہی ضلع بریلی مقام بہیڑی کے ساکن مل گئے جنہوں نے بخوشی نکت بدل لیا۔ وہ اس جہاز میں گئے اور میں بفضلہ تعالیٰ اپنے ساتھیوں کے جہاز میں رہا۔ سرکار نے پہلا نکت تیسرے درجہ کا ایسی لئے دلویا تھا کہ وہ بڑے میاں ملنے والے تھے جن کا نکت تیسرے درجہ کا تھا ان سے تبدیل میں مال نقصان نہ ہو۔ احد قرقینہ اس جہاز پر سوار ہو کر سوا سو روپیہ داخل کر کے ادل ور سچے کا نکت تبدیل کرالیا۔

جب حدن کے قریب جہاز پہنچا میں نماز عصر پڑھ رہا تھا۔ نماز میں ایک عربی صاحب کی آواز میرے کان میں پہنچی کہ سمت قبلہ یہ نہیں ہے۔ میں نے کچھ خیال نہ کیا اس لئے کہ میں سوامرؤ ہندسہ سے حدن و کامران کی سمت قبلہ نکال چکا تھا۔ وہ اتنی دیر کے میں نے نماز پڑھی و تکبیر پڑھا بیٹھے رہے۔ جب میں فارغ ہوا تو ان سے پوچھا: اس وقت بتائیے سمت قبلہ کدھر ہے؟ اور پانچ منٹ پہلے کس طرف تھی؟ اور حساب لگا کر سمجھایا تو اس سمت قبلہ ہی پر نماز ہوئی جو کو انہوں نے بھی تقسیم کر لیا۔

کامران میں قیام:

جب کامران آیا قرقینہ میں داخل ہوئے وہاں دس روز ٹھہرا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان ترکی کارکنوں کو جزائے خیر دے۔ حجاج کو ایسا آرام دیا کہ لوگوں کو میں نے یہ کہتے سنا کہ حج کا وقت قریب ہے ورنہ کچھ دنوں تیار رہے اور یہاں کے آرام کا لطف اٹھاتے۔ یعنی میں کیا حال تھی کہ کوئی اس احاطہ سے باہر قدم نہ رکھتا۔ احاطہ کے اندر ہر بات کی روک ٹوک تھی سپاہی قصداً حجاج کو تنگ کرتے تھے۔

یہاں میں نے سنا کہ کامران سے کوئی ایک میل فاصلہ پر کسی بزرگ کا مزار ہے۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے حاضری کا ارادہ کیا۔ ترکی ڈاکٹر سے پوچھا: کاشادہ پیشانی! اجازت دی اور کہا: آپ کے ساتھ کتنے آدمی ہو سکتے؟ میں نے کہا: دس بارو۔ ان سب کو بھی اجازت دی اور ہم زیارت سے فارغ ہو کر آئے۔

جہاز اور کامران میں تقریباً روز اند میرے بیانات ہوتے جس میں اکثر مناسک حج کی تعلیم ہوتی اور وہ جو ہمیشہ میرے بیان کا مقصود اعظم رہتا ہے یعنی تعظیم شان حضور سید عالم ﷺ۔ ایک بہت بڑا رئیس بھی جہاز میں تھا شریک و حوذا ہوتا مسائل سنا کرتا مگر تعظیم شان اقدس کے ذکر کے وقت اس کے چہرہ پر بیاضت کی جگہ کہورت ہوتی۔ میں سمجھا کہ وہابی ہے۔ دریافت کی۔ وہ سے معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب کا مرید ہے۔ اس روز میں نے روئے سخن رد وہابیہ گنگوہی کی طرف پھیرا۔ جرات پر استعارہ مگر دوسرے دن سے بیان میں نہ آیا۔ میں نے حمد کی کہ چلے۔ پاک ہوا۔

اب یہاں کامران میں نو دن ہو چکے تھے کل جہاز پر جانا ہے۔ دفعۃً رات کو میرے سب ساتھیوں کو در و حکم واسپہال عارض ہوا۔ میرے در و نہ تھا مگر پانچ بار اجابت کو مجھے جانا ہوا۔ دن چڑھ گیا اور ڈاکٹر کے آنے کا وقت ہوا پھر ترکی کی مرد اور اندر و عورتوں کو ترکی عورت روزانہ آ کر دیکھا کرتے۔ میرے بھائی ننھے میاں سلمہ کو اندر لیا ہوا اور عزم کر لیا کہ اپنی حالتوں کو ڈاکٹر سے کہہ دو۔ مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا: اگر ہمارا کچھ کر روک لئے گئے اور حج کا وقت قریب ہے معاذ اللہ وقت پر نہ ہو چکے تو کیسا خسارہ ہوگا؟ اب ڈاکٹر اور ڈاکٹرنی آتے ہو گئے۔ اگر انہیں اطلاع ہوئی تو ہمارا نہ کہنا انہیں ٹھہرے گا۔ میں نے کہا: ڈراٹھرو! میں اپنے حکیم سے کہہ لوں۔

مکان سے باہر جگن میں آیا اور حدیث کی دعائیں پڑھیں اور سیدنا غوث اعظم ﷺ سے استمداد کی کہ دفعۃً سامنے سے حضرت سید شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین سرکارِ یانہ شریف ک اولاد کا حضور سیدنا غوث اعظم ﷺ سے تھے اور یعنی سے ہمارا ان کا ساتھ ہو گیا تھا سامنے سے شریف لائے ان کی تشریف آوری فال حسن تھی۔ میں نے ان سے بھی دعا کو کہا انہوں نے بھی دعا فرمائی۔ مجھے مکان سے باہر آئے شاید دس منٹ ہوئے ہوں گے اب جو مکان میں جا کر دیکھا کہ اللہ سب کو ایسا حمد رست پایا کہ گویا مرض ہی نہ تھا درود وغیرہ کیا؟ اس کا ضعف بھی نہ رہا۔ سب ڈھائی تین میل پیادہ چل کر سمنڈ کے کنارے پہنچے۔

جدہ میں غیبی نصرت:

جدہ شریف میں جب جہاز پہنچا حجاج کی بیعت کثرت اور جانے کا صرف ایک راستہ جو وطر قحطیوں سے بہت دور تک محدود۔ بھلا ایسی حالت میں کس طرح گزر ہو؟ (جب کہ کمزانی سوار یاں ساتھ۔ پانچ گھنٹے ایسی انتظار میں گزر گئے کہ ڈراہجوم کم ہو تو سوار یوں کو لئے چلیں۔ لیکن اس وقت تک سلسلہ متقطع نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ پھر قریب ہو گیا۔ دھوپ اور بھوک اور پیاس سب باتیں جمع تھیں کہ ننھے میاں اور سب لوگ نہایت پریشان۔ جب بہت دیر ہو گئی تو ننھے میاں اور حامد رضا خان نے مجھ سے آ کر کہا: یہاں آخر تک تک بھوکے پیاسے دھوپ میں کھڑے رہیں گے؟ میں نے کہا: جنہیں جلدی ہے تو جاؤ۔ میں تاؤ تھکے بھیز کم نہ ہو زنی سوار یوں کو نہیں لے جاؤ گا۔ اب کسی کی مجال تھی جو کچھ کہتا مجبوراً خاموش ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب جن کو اس سے پہلے بھی نہ دیکھا تھا میرے پاس تشریف لائے اور بعد سلام علیک پہلا لفظ یہ فرمایا: یا شیخ مائی اراک جزنا کیا سبب ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: پریشانی ظاہر ہے۔ ہمارے ساتھ میں مستورات ہیں اور مردوں یہ کثیر ہجوم ہے پانچ گھنٹے پہلے تک کھڑے ہو گئے تھے فرمایا: اپنے مردوں کا حلقہ بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ عرض حلقہ میں عورتوں کو لے کر ان عربی صاحب کے پیچھے ہو گئے۔ ہم نے دیکھا کہ درامت میں ہمارے خانے سے بھی کسی غیر شخص کا شانہ نہیں لگا۔ جب راستہ طے ہوا تو رادہ عربی صاحب نظروں سے غائب ہو گئے۔

جدہ پہنچنے ہی مجھے بخار آ گیا اور میری عادت ہے کہ بخار میں سرد بہت معلوم ہوتی ہے۔ محازات ہضم سے کچھ اللہ تعالیٰ احرام باندھ چکا تھا۔ اس سردی میں روز لاتی گردن تک اوپر سے ڈال لینا کہ احرام میں چہرہ چھپانا منع ہے سو جانا آ کچھ کھلتی تو کچھ اللہ تعالیٰ روز لاتی گردن سے اصلانہ بڑھی ہوتی۔ تین روز جدہ میں رہنا ہوا اور بخار ترقی پر ہے۔ آج چل کر جدہ کے کھلے میدان میں رات بسر کرنی ہوگی بخار میں کیا حالت ہوگی؟ سرکار اللہ سے عرض کی۔ کچھ اللہ تعالیٰ بخار مچا تا رہا اور تیرہویں تک عود نہ کیا۔ گیارہویں ڈی الجہ کو بغضہ تعالیٰ بہت لطف کا طواف نصیب ہوا طواف زیارت کے لئے کہ بعد قوف عرفہ فرض ہے عام حجاج دسویں ہی کو مکنی سے مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ میرے ساتھ مستورات تھیں خود بھی بخار اٹھائے ہوئے تھا گیارہویں کو بعد زوال دہی جہاز کر کے انڈون پر مخ مستورات روانہ ہوا۔ حرم شریف میں نماز عصر ادا کی آج تمام حجاج مکنی میں حرم شریف میں صرف نکلیں تھیں آدمی یہ طواف نہایت اطمینان سے ہوا۔ ہر بار مٹی بھر کر سبک اسود شریف پر منہ ملنا اور بوسہ لینا نصیب ہوا۔ ایک عربی صاحب کو جنہیں پچھتا نہیں سوئی تعالیٰ نے بے کہے مہربان فرما دیا یہ پر بھیرے کے ختم پر چھڑا دی جو طواف کر رہے تھے انہیں روک کر کھڑے ہو جاتے کہ بہنوں کو سبک اسود شریف کا بوسہ لینے دو۔ یوں ہر بھیرے پر میرے ساتھ کی مستورات بھی مشرف بہ بوسہ سبک اسود ہوئیں۔ والحمد للہ وبقول اللہ۔ بعد ختم طواف میں دیا رکھ کر معتقل سے لپٹا اور خلاف مبارک ہاتھ میں لے کر یہ دعا عرض کرنی شروع کی: یا واعد بامعاجد لا تنزل عینی نعمۃ انعمتھا علی اور بہت پر کیف رقت طاری ہوئی کہ آ زادی اور نیکوئی تھی مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب میرے برابر آ کر کھڑے ہوئے اور با داڑ چلا کر روانہ شروع کیا ان کے چلانے سے کچھ طبیعت خلی بکھر خیال آیا مکن کہ یہ مقبولان بارگاہ سے ہوں اور ان کے قرب کا فیض مجھ پر چلی ڈالے اس تصور سے پھر اطمینان ہو گیا مغرب پڑھ کر مکنی کو واپس آئے۔ جب بغضہ تعالیٰ تمام مناسک حج سے فارغ ہوئے تھے تیرہویں تاریخ بخار نے عود کیا میں نے کہا: اب آیا کیجئے ہمارا کام اللہ رب العزت نے پورا کر دیا۔

مولانا سید اسماعیل خلیل مکی سے ملاقات:

بعد فارغ مناسک کتب خانہ حرم محترم کی حاضری کا شغل رہا۔ پہلے روز جو حاضر ہوا، حامد رضا خاں ساتھ تھے۔ محافظ کتب حرم ایک وجہہ درجیل عالم نبیل مولانا سید اسماعیل تھے۔ یہ پہلا دن ان کی زیارت کا تھا، یہ حضرت خلیل دیکھا کہ برکت کرمہ اس فقیر سے غائبانہ علوم تام رکھتے تھے، جس کا سبب میرے تو قیاس کی بہ فتوح العربین لرجف ندوة العین تھا کہ سات برس پہلے ۱۳۱۶ھ میں ردعہ کیلئے انھیں مولد و جواب پر مشغل، جسے میں نے میں گھنٹے سے کم میں لکھا تھا، بذریعہ بعض حجاج خادمان دین ان حضرات کے حضور پیش ہوا اور انھوں نے گراں بہا تقریظات سے اسے مزین فرمایا، اور فقیر کو بے شمار اعلیٰ درجے کے کلمات و عادات کا شرف دیا۔ اور دوع ترجمہ ایک مہسوط کتب ہو کر پہنچی ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا تھا۔ اس وقت سے مولیٰ عزوجل نے اس ڈروے مقدار کی کمال محبت و رقت ان جلیل قلوب میں ڈال دی تھی۔ مگر ملاقات ظاہری نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لئے لکھاؤں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبل زوال دہی کسی؟ مولانا نے فرمایا: یہاں کے علمائے جواز پر اتنی دیا ہے۔ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، مجھ سے استفسار ہوا۔ میں نے کہا: خلاف مذہب ہے۔ مولانا سید صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو 'علیہ الفتویٰ' لکھا ہے۔ میں نے کہا: ممکن کہ روایت جواز ہو مگر 'علیہ الفتویٰ' ہرگز نہ ہوگا۔ و کتاب لے آئے مسئلہ لکھا، اور اسی صورت سے لکھا جو فقیر نے گزارش کی تھی۔ یعنی اس میں 'علیہ الفتویٰ' کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے حامد رضا سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا، یہ کیوں ہے؟ اور حامد رضا خان کو بھی نہ جانتے تھے مگر اس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی، لہذا ان سے پوچھا۔ انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سننے ہی حضرت مولانا دہاں سے اٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آ کر فقیر سے لپٹ گئے، پھر کچھ اللہ تعالیٰ رواد نے کامل ترقی کی۔

اس بار مکر کا حرم محترم میں میری حاضری بے اپنے ارادے کے جس غیر متوقع طور اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی، اس کا کچھ بیان اوپر ہو چکا ہے۔ وہ حکمت الہیہ یہاں آ کر کھلی۔ سنتے میں آیا کہ وہاں پہلے سے آئے ہوئے ہیں، جن میں خلیل احمد انصاری، اور بعض وزرائے ریاست و دیگر اہل ثروت بھی ہیں۔ حضرت شریف تک رسائی پیدا کی ہے، اور مسئلہ طم طیب چھڑا ہے، اور اس کے متعلق کچھ سوال الہم علمائے مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ، و مفتی حنیف کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔

حضرت مفتی احناف کی خدمت میں:

میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔ حضرت مولانا امی احمد صاحب محدث سورتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے عزیز بڑی مولوی عبدالاحد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی، اور دو گھنٹے تک اسے آیات و احادیث و اقوال اللہ سے ثابت کیا، اور انہیں جو شبہات کیا کرتے ہیں، ان کا رد کیا۔ اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکوت کے ساتھ ہر حق گوش ہو کر میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی، چپکے اٹھے، قریب المبارکی دیکھی تھی، وہاں تشریف لے گئے، اور ایک کاغذ نکال لائے، جس پر مولوی سلام اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ اعلام اللہ کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس ﷺ **هو الاول و الآخر و الظاهر و الباطن و هو بكل شيء عليم** لکھا، چند سوال تھے، اور جواب کی چار سطریں ناقص اٹھا لائے۔ مجھے دکھایا اور فرمایا: تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا، ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتنی یہاں سے ہاں چلا۔ میں جھانپا، بھالایا، اور فرودگا پر واپس آیا۔

مولانا سے مقام قیام کو کوئی تذکرہ نہ آیا تھا، اب وہ فقیر کیا اس تشریف لانا چاہتے ہیں، اور حج کا بیگما، اور جائے قیام نہ معلوم۔ آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانہ میں آیا کرتا ہوگا۔ 315 ذی الحجہ 1323ھ کی تاریخ ہے، بعد نماز عصر، میں کتب خانے کے زینے پر چڑھ رہا ہوں، چپکے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی، دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں۔ بعد سلام و مصافحہ دفتر کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسماعیل ادا ان کے کوجوان معید رشید بھائی سید مصطفیٰ، اور ان کے والد ماجد مولانا سید ظلیل، اور بعض حضرات بھی کہ اس وقت یا تو نہیں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جب سے ٹیک پر چڑھ لایا، جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے۔ یہ وہی سوال تھے جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا، اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرما دیا تھا۔ (مولانا نے) مجھ سے فرمایا: یہ سوال وہاں نے حضرت سیدنا کے ذریعہ سے پیش کیے ہیں، اور آپ سے جواب منسوب ہے۔ سیدنا وہاں تشریف لے کر کہتے ہیں کہ اس وقت شریف علی پاشا تھے۔ میں نے مولانا سید مصطفیٰ سے گزارش کی کہ قلم و دوات دیجئے۔ حضرت مولانا شیخ کمال، و مولانا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے، بلکہ ایسا جواب ہو کہ غیبیوں کے فائدہ کئے ہوں۔ میں نے عرض کی کہ اس کے لیے قدرے مہلت چاہیے، دو گھنٹی دن باقی ہے، اس میں کیا ہو سکتا ہے؟ حضرت مولانا شیخ کمال نے فرمایا کہ کل سہ شنبہ، پرسوں چار شنبہ ہے، ان دو روز میں ہو کر شیخ شہزادہ کو مجھ لے جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کر دوں۔

المولة المكية کی تالیف:

میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی ﷺ کی اعانت پر بھروسہ کر کے وعدہ کر لیا اور شان الہی کی دروس سے بی دن سے بخار نے پھر رو کیا، اسی حالت میں اس رسالہ تصنیف کرنا اور مادہ رضا خان تعین کرتے۔ اس کا شہرہ کہ معظمہ میں ہوا کہ وہاں نے فلاں کی طرف مائل متوجہ کیا ہے، اور وہ جواب لکھ رہا ہے۔ میں نے اس رسالہ میں غیوب خمسہ کی بحث نہ چھیڑی تھی کہ ساتوں کے سوال میں نہ تھی، اور مجھے بخار کی حالت میں بکمال قبیل تصریح تھی۔

شیخ الخطباء کا اشتیاق سماعت:

آج ہی کہ میں لکھ رہا ہوں حضرت شیخ الخطباء، کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر مراد کا پیغام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا رسالہ منٹا چاہتا ہوں۔ میں اسی حالت میں جتنے اوراق لکھے گئے تھے، نے کر حاضر ہوا۔ رسالہ کی قسم اول قسم ہو چکی تھی جس میں اپنے مسلک کا ثبوت ہے۔ قسم دوم لکھی جا رہی تھی جس میں وہاں یہ کارواہان کے سوالوں کا جواب ہے۔ حضرت شیخ الخطباء نے اول تا آخر سن کر فرمایا: اس میں علم غیب کی بحث نہ آئی۔ میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھی۔ فرمایا: میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو۔ میں نے قبول کیا۔ رخصت ہوتے وقت ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا، حضرت موصوف نے جان فضل و کمال و جان کبر سال کہ مر شریف ستر برس سے متجاوز تھی یہ لفظ فرمایا کہ: **انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم** میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں میں تمہارے جوؤں کو بوسہ دوں۔ یہ میرے حبیب کریم ﷺ کی رحمت کا ایسا کارے کہ قلوب میں اس بے وقت کی یہ وقت؟ میں واپس آیا، اور شب ہی میں بحث غیب کو بڑھایا۔

اب دوسرا دن چار شنبہ کا ہے، صبح کی نماز پڑھ کر مر شریف سے آتا ہوں کہ مولانا سید محمدالحی ابن مولانا سید عبدالکبیر محدث ملک مغرب جن کی اس وقت تک چالیس کتابیں علوم حدیثہ و فنیہ میں مصر میں چھپ چکی تھیں، ان کا خادم پیام لایا کہ مولانا تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ وعدے میں آج ہی کا دن باقی ہے، اور ابھی بہت کچھ لکھتا ہے، معذرت کر بھیجا کہ آج کی محافی ویں کل میں خود حاضر ہوں گا۔ فردا خادم واپس آیا کہ میں آج تک حدیث طیبہ جاتا ہوں، تہمیز ہو چکی ہے یعنی قافلے کے اونٹ بیرون شہر جمع ہو چکے ہیں، ظہر پڑھ کر سوار ہو جاؤں گا۔ اب میں مجبور ہوا اور مولانا

کو تشریف آوری کی اجازت دی۔ وہ تشریف لائے اور علوم حدیث کی اجازتیں فقیر سے طلب فرمائی، اور کھسواہی، اور علمی مذاکرات ہوتے رہے، یہاں تک کہ ظہیر کی اذان ہوئی۔ وہاں زوال ہونے ہی معاذ اللہ ہو جاتی ہے۔ میں اور دو لڑکے میں حاضر ہوئے، بعد نماز عازم مدینہ طیبہ ہوئے، اور میں فرودگاہ پر آیا۔

الدولة المکیة شریف مکہ کبہ دربار میں:

آج کے دن کا بڑا احقر یوں پاگل خالی گیا، اور بخار سا تھا ہے۔ بقیہ دن میں بعد عشاء فضل الہی اور سعادت رسالت پانی لے کتاب کی تکمیل و تہیض سو پوری کرادی۔ السودة السکبة۔ السادة العیبة اس کا تاریخی نام ہوا، اور شیخ شہنہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچا دی گئی۔ مولانا نے دن میں اسے کامل طور پر مطالعہ فرمایا، اور شام کو شریف صاحب کے یہاں لے کر تشریف لے گئے۔ عشا کی نماز وہاں شروع وقت پر ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سے نصف شب تک کہ عربی گزریوں میں چوبیسے ہیں، شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے دربار میں کتاب پیش کی، اور علی الاعلان فرمایا: اس شخص نے وہ علم ظاہر کیا، جس کے انوار چمک اٹھے، اور جو ہماری خواب میں بھی نہ تھا۔ حضرت شریف نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا، و دربار میں دو ہالی بھی بیٹھے تھے۔ ایک احمک لکھتا تھا، دوسرا عبدالرحمن اسکو پی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب کی آمد ہی سن کر کبھی لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل گئی، شریف ذی علم ہے، مسئلہ ان پر مشکف ہو جائے گا۔ لہذا، چاہا کہ سننے دوں، بحث میں الجھا کر وقت گزاردیں۔ کتاب پر کچھ اعتراض کیا۔ حضرت مولانا شیخ کمال نے جواب دیا، آگے بڑھے۔ انہوں نے پھر ایک مکمل اعتراض کیا، حضرت مولانا نے جواب دیا، اور فرمایا: کتاب سن لیجئے، پوری کتاب سننے سے پہلے اعتراض بے فائدہ ہے، ممکن ہے کہ آپ کے شکوک کا جواب کتاب میں آئے، اور نہ ہو تو میں جواب کا ذمہ دار ہوں، اور مجھ سے نہ ہو سکا تو معصمہ موجود ہے۔ یہ فرما کر آگے بڑھنا شروع کیا، کچھ دور پہنچے تھے انہیں الجھانا مقصود تھا، پھر معترض ہوئے۔ اب حضرت مولانا نے حضرت شریف سے کہا: یا سیدنا! حضرت کا حکم ہے کہ میں کتاب پڑھ کر سناؤں، اور یہ جا بجا ہے جالیجئے ہیں، حکم ہوتا ان کے اعتراضوں کا جواب دینا یا حکم ہو تو کتاب سناؤں۔ شریف نے فرمایا: افسر! آپ پڑھیے۔ اب ان کی ہاں کو کون ناکر سکتا تھا؟ معترضوں کا منہ مار گیا، اور مولانا کتاب سناتے رہے۔ اس کے دلائل قاطعہ بن کر مولانا شریف نے جاؤ بلند فرمایا:

اللہ یعطی و هو لاء یمنعون یعنی اللہ تو اپنے حبیب ﷺ کو عظم غیب عطا فرماتا، اور یہ دہاویہ منع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نصف شب تک نصف کتاب سنائی۔ اب دربار پر درخواست ہو چکا وقت آگیا۔ شریف صاحب نے حضرت مولانا سے فرمایا: یہاں نشانی رکھ دو۔ کتاب بغل میں لے کر بالا خانہ پر تشریف لے گئے، وہ کتاب آج تک انہیں کے پاس ہے۔

الدولة المکیة کی اکابر علمائے مکہ میں مقبولیت:

اصل سے متعدد عقلیں مکہ معظمہ کے علمائے کرام نے لیں، اور تمام مکہ معظمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا، وہاں پر اس پڑ گئی۔ لعلہ تعالیٰ سب لوہے تختہ سے ہو گئے۔ گئی کوپے میں مکہ معظمہ کے لڑکے ان سے تسخر کرتے کہ اب کچھ نہیں کہتے، اب وہ جوش کیا ہوئے، اب وہ مصطفیٰ ﷺ کے لیے علوم غیب سنانے والوں کو کافر کہنا کدھر گیا؟ چہرہ انکرو شرک جنہیں پر چلا۔ وہاں پہنچتے، اس شخص نے کتاب میں منقوی تقریریں ممبر کر شریف پر چاؤ کر دیا۔ مولانا عزوجل کا فضل، حبیب اکرام ﷺ کا کرم کہ علمائے کرام نے کتاب پر دھوم دھامی تقریریں لکھتی شروع کیں۔ وہاں یہ کادل جتا، اور بس نہ چلا، آخر اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرف فریب کر کے تقریظات تلف کر دی جائیں، ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت مولانا شیخ مروا سے عرض کی کہ ہم بھی کتاب پر تقریریں لکھنا چاہتے ہیں، کتاب ہمیں مشکوٰۃ وحیئے۔ وہ سیدھے مقدس بزرگ ان کے فریوں کو کیا جائیں؟ اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ مرواد کو میرے پاس بھیجا، یہ صاحب مسجد حرام کے امام ہیں، اور اسی زمانے میں فقیر کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے۔ حضرت مولانا ابو الخیر کا رنگا نا اور مولانا عبداللہ مرواد کا لینیے کو آنا مجھے شہد کی کوئی وجہ نہ ہوئی، مگر مولانا عزوجل کی رحمت، میں اس وقت کتب خانہ حرم شریف میں تھا۔ حضرت مولانا اسماعیل کو اللہ عزوجل جنت عالیہ میں حضور رحمت عالم ﷺ کی رفاقت عطا فرمائے، نقل اس کے کہ میں کچھ کہوں، نہایت ترشی اور جلال سیادت سے فرمایا: کتاب ہرگز نہ دی جائے گی، جو تقریریں لکھتی ہوں لکھ کر بھیج دو۔ میں نے نماز ارض بھی کی کہ حضرت مولانا ابو الخیر مگھاتے ہیں، اور ان کے صاحبزادے لینے آئے ہیں، اور ان کا تعلق جو فقیر سے ہے، آپ کو معلوم ہے۔ فرمایا: جو لوگ وہاں جمع ہیں، ان کو میں جانتا ہوں، وہ منافقین ہیں۔ مولانا ابو الخیر کو انہوں نے دھوکہ دیا ہے۔ یوں اس عالم جہیل سید جلیل کی برکت نے کتاب بھر اللہ تعالیٰ محفوظ رکھی۔ سولہ العہد

جب وہاں کا یہ سکر نہ چلا، اور مولانا شریف کے یہاں سے ان کا منہ کالا ہوا ایک ناخواندہ جاہل کہ نائب الحرم کہلاتا اسے کسی طرح اپنے موافق کیا۔ احمد راتب پاشا اس زمانہ میں گورنر مکہ معظمہ تھے، آدمی ناخواندہ و مکررین وار ہر روز بعد عصر طواف کرتے۔ خیال کیا کہ شریف ذی علم تھے کتاب سن کر معتقد ہو گئے۔ یہ بے پڑھا فحشی آدمی ہمارے بھڑکائے سے بڑھک جائے گا۔ ایک روز یہ طواف سے فارغ ہوئے ہیں کہ نائب الحرم نے ان سے

گزارش کی: ایک ہندی عالم نے ہندوستان میں بہت لوگوں کے عقیدے کا ڈویے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے سے قریب آ گیا ہے، اور ساتھ ہی دل میں سوچا کہ یہ کیوں کر ہے گی کہ ایک ہندی مکینوں کے عقیدے سے بگاڑ دے، لہذا مجھے راضی اس کے ساتھ یہ کہنا پڑا کہ اورا کا یہ مکہ مثل شیخ احمد سید محمد سعید باہیل، مولانا شیخ صلاح کمال، مولانا ابوالخیر مرواداس کے ساتھ ہو گئے۔ مولیٰ تعالیٰ کی شان کہ یہ واقعی بات جو اس نے مجھ پر اندکبنا اس پر اپنی پڑی۔ پاشا نے بکمال غضب ایک چپٹ اس کی گردن پر برائی، اور کہا: یا حبیب ابن الصبیث یا کلب ابن کلب ابن اذکان ہولاء معہ فسوس بغد ام بعلع اے حبیب ابن صبیث، اے کلب ابن کلب، جب یہ اکابر اس کے ساتھ ہیں تو وہ خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا؟ اس روز سے مولانا سید اسماعیل روضہ اسے صاحب الحرم کہتے، اور احمد قلہ کو احمق سفیر اور ایک اور مخالف کو مضموم۔ مولانا شریف کا رہا رہنڈ بدباغ تھا، وہاں دہلیہ کو مہنڈ دلت بچھی، یہ ایک جنگی کوئی ترک کا سامنا تھا، اسی طریقے کی ذلت پائی۔

دولت مکہ کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے کچھ پہلے سے اعلیٰ تعالیٰ حسام الحرمین کا کاروائی جاری کی۔ اکابر جو مالی شان و ترفعات اس پر لکھیں، آپ حضرات کے پیش نظر ہیں۔ ابتدائی میں یہ نئے حضرت مولانا شیخ صالح کے پاس تقریب کو گیا تھا، اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنائے کے ضمن میں حضرت شریف سے فطیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب برہمیں قسطہ کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ شیخی صاحب کو خبر ہوئی، مولانا کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے، اور عرض کی کہ حضرت مجھ پر کیوں ناراض ہیں؟ فرمایا: کیا تم فطیل احمد ہو؟ ہاں! مولانا نے فرمایا: تم پر افسوس اتنے برہمیں قسطہ میں وہ شیخ پاشا کیسے کہیں؟ میں تو تجھے زندہ بن لکھ چکا ہوں۔ اس سے پہلے مولانا غلام و شہر قصور مرحوم کتاب تفسیر الوکیل عن توبہ الرشد والغبیل لکھ کر ملائے مکہ سے تقریب میں لے چکے تھے اس پر مولانا شیخ صالح کمال کی بھی تقریب ہے اور اس میں انشی صاحب اور ان کے استاد گنگوہی صاحب کو زندہ بن لکھا ہے۔

انشی صاحب نے کہا: حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں انہیں اس میں نہیں ہیں۔ فرمایا: تمہاری کتاب برہمیں قسطہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے، اور میرے پاس موجود ہے۔ انشی نے کہا: حضرت! کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا: ہوتی ہے۔ مولانا نے چاہا کہ کسی مترجم کو بلا لیں، اور برہمیں قسطہ انشی صاحب کو دکھا کر ان کلمات کا اقترا کر کر تو بہ لیں، مگر انشی صاحب رات ہی کو پدہ فرار ہو گئے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے حضرت مولانا سید اسماعیل کو اس واقعہ کی اطلاع کا خط بھیجا، اور انہوں نے ایضاً اپنے خط میں لکھ کر مجھے بھیج دیا، وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ صبح کو ہجرت مولانا شیخ کمال فقیر کپاس شریف لائے، اور غویہ واقعہ بیان کیا، اور فرمایا: میں نے سنا کہ وراثت ہی میں بھاگ گیا۔ میں نے کہا: مولانا آپ نے بھاگ دیا۔ فرمایا: میں نے؟ ہاں! آپ نے۔ فرمایا: یہ کیوں کر؟ میں نے عرض کیا: جب اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا کفر کی توبہ قبول نہیں ہوتی؟ آپ نے کیا فرمایا: میں نے کہا: ہوتی ہے۔ میں نے کہا: اسی نے اسے بھاگایا، آپ کو یہ فرمایا تھا کہ جو رسول اللہ ﷺ کی توہین کرے اس کی توبہ قبول نہیں۔ فرمایا: واللہ مجھ سے رو گئی۔ میں نے کہا: تو آپ ہی نے بھاگایا۔

دعوتوں کا اہتمام اور علمائے کرام کی تشریف آوری:

مانہ قیام میں علاء عثمانیہ مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علما کا مجمع ہوتا، مذاکرات علیہ رچے۔ شیخ عبد القادر کردی، مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے، مسجد انحرام شریف کیا سامنے ہی میں ان کا مکان تھا، انہوں نے تقریر دعوت سے پہلے باصرار تام پڑھا: تجھے کیا چیز مغرب ہے؟ ہر چند عذر کیا، نہ مانا۔ آخر گزارش کی کہ الحلو الہدایہ شیرین سرود۔ ان کے یہاں دعوت میں انواع الطوبہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے، ان کے علاوہ ایک عجیب نقش چیز پائی کہ اس الحلو الہدایہ کی پوری مصداق تھی انہایت شیرین و سرور خوش ذائقہ۔ ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ کہا: رضی اللہ عنہم اذہبہ تسبیحہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں، یہ پکا کر کھائے راضی ہو جائیں گے۔ فقیر کی دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملے کو جاتا۔

(۱) مولانا شیخ صالح کمال (۲) شیخ العلاء مولانا محمد سعید باہیل (۳) مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی

(۴) اور کتب خانہ میں مولانا سید اسماعیل کے پاس۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فرد و گروہ فقیر پر تشریف لایا کرتے۔ صبح سے نصف شب کے قریب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صرف ہوتا۔ مولانا شیخ صالح کمال کی تشریف آوری کی کوئی غیبت نہیں، اور مولانا سید اسماعیل ان تمام روزانہ تشریف لائے، خصوصاً ایام عزالت میں کہ یکم محرم ۱۳۲۳ھ سے سلخ محرم تک مسلسل رہی، دن میں دو بار بھی تشریف لائے، اور ایک بار آنا تو ناقد ہی نہ ہوتا۔ آخر محرم میں کہ طبیعت بہت رو بصحت ہو گئی تھی، ایک ضرورت کے سبب دور و زقریف لانا نہ ہوا، ان دور و ز میں ان کی طرف اشتیاق میں ہی جانتا ہوں، میں نے ان سید طویل کو ایک پرچہ پر یہ تمین شعر لکھ دیا۔

هذان يومان ما فزنا بطلعتكم

ولو قد رنا جعلنا راسنا قدما

قالوا لقاء خليل للخليل شفاء

الا تحبون ان تبروا لنا مقما

عودتمونا طلوع الشمس كل ضحى

وهل سمعتم كريما بقطع الكرم

”یہ دونوں ہیں کہ ہمیں دیر انداز ملے، اور ہمیں طاقت ہوئی تو سر سے آتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کرائے طویل شفا طویل ہے، یعنی درست کا آغا مرض کا جانا ہے۔ کیا آپ ہمارے مرض کی شفا نہیں چاہتے؟ آپ نے ہمیں عادی کر دیا ہے کہ ہر چاشت کو درجن طلوع کرے، اور آپ نے اسی کریم کو سنا ہے کہ گرم قطع کرے۔“ اس وقت کو دیکھ کر سید مصوف کی جو کیفیت ہوئی، حامل رقتہ نہ دیکھی۔ فورا اس کے ساتھ ہی تشریف لے آئے، اور پھر روز رخصت تک کوئی دن خالی جانا مجھے یاد نہیں۔

حضرت مولانا عبدالحق الدہلوی کو چالیس سال سے زیادہ مکہ معظمہ میں گزرے تھے، کبھی تشریف کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے، قیام کچھ فقیر پر دو یا تشریف لائے، مولانا سید اسماعیل وغیرہ ان کے علاوہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرق عادت ہے، مولانا کا دم بہا غنیمت تھا، ہندی تھے مگر ان کے انوار کد میں چمک رہے تھے، التزاماً ہر سال حج کرتے۔ مولانا سید اسماعیل فرماتے تھے کہ ایک سال زمانہ جس میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بہت طویل اور صاحب فراش تھے، انہیں تاریخ اپنے ملازمہ سے کہا: مجھے حرم شریف میں لے چلو، کئی آدمی اٹھا کر لائے، کعبہ معظمہ کے سامنے ٹھہرایا، دحرم شریف منگوا کر بیا، اور دعا کی کہ الٹی حج سے محروم نہ رکھ۔ اسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی کہ اٹھ کر اپنے پاؤں سے حرقات شریف گئے، اور حج ادا کیا۔

مکہ معظمہ میں بنام علم کوئی صاحب ایسے نہ تھے، جو فقیر سے ملنے نہ آتے ہوں۔ سوا شیخ عبداللہ بن صدیق بن عباس یکید اس وقت مفتی حنفیہ تھے، اور وہاں مفتی حنفیہ کا منصب، شریف سے دوسرے درجے میں سمجھا جاتا ہے، اپنے منصب کی جلالت قدر نے انہیں فقیر غریب الوطن کے پاس آنے سے روکا۔ اپنے ایک شاگرد خاص کو فقیر کہنا پسند بھیجا کہ حضرت مفتی حنفیہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔ مولانا سید محمد اسماعیل اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے، میں چاہا کہ حاضری کا وعدہ کروں، مگر اللہ اعلم عیب اکرم ^{رحمۃ اللہ علیہ} کے کرم نے ان اکابر کے دل میں ذرہ بے مقداری کی کینسی وقعت ڈالی تھی، فورا روکا، اور فرمایا: واللہ یہ دو گنا مقام ملا ملنے آتے ہیں، وہ کیوں نہیں آتے؟ ان کی قسم کے سبب مجبور ہوا۔ مگر تقدیر الہی میں ان سے ملنا تھا، اور نئی شان سے تھا۔

کحل الغفہ کی تصنیف:

اس کا ذریعہ یہ ہوا کہ انہیں دنوں میں مولانا عبداللہ مرداد، مولانا حامد احمد محمد جداوی نے نوٹ کے بارے میں فقیر سے استخفا کیا تھا، جس میں بارہ سوال تھے، اور میں نے کمال استحقاق اس کے جواب میں رسالہ کحل الغفہ الفاضل فی العلم قرطاس السالک تصنیف کیا تھا، وہ جنہیں کیلئے حرم شریف کے کتب خانہ میں سید مصطفیٰ برادر خود مولانا سید اسماعیل کے پاس تھا کہ نہایت جمل الفاظ ہیں۔ زمانہ سبق میں جب میرے استاذ الاستاذ حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر کی رحمۃ اللہ علیہ مفتی حنفیہ تھے، ان سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا، اور جواب تحریر فرمایا تھا کہ علم علما کی گردنوں میں امانت ہے، مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ علم ہوں۔

ایک دن میں کتب خانہ میں جاتا ہوا ایک شاہدار صاحب کو بیٹھ دیکھا ہوں کہ میرا رسالہ کحل الغفہ مطالعہ کر رہے ہیں، جب اس مقام پر پہنچے جہاں میں نے فقہ القدر سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ایک کاغذ کا کلاں ہزار روپیہ کا بیچے تو چاہئے کہ وہ نہیں، بھڑک اٹھے، اور اپنی دان پر ہاتھ مار کر بولے: ہاں جمال بن عبداللہ من هذا النص المصریح حضرت جمال بن عبداللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہے؟ پھر کوئی مسئلہ دیکھتا تھا، اس کے لیے کتابیں نکھوتیں ان کی حواشی نکال کر نقل کرتا چاہتے تھے، اور میرے رسالہ کی نقل کی تصحیح کر رہا تھا، اس وقت تک نہ انہوں نے مجھے جانا ہے نہ میں نے ان کو۔ اتنے میں انہوں نے دوات ایک ایسی کتاب پر رکھ دی، جسے نہ دیکھ رہے تھے، نہ اس سے کچھ نقل کر رہے تھے، میں نے ان پر اعتراض، بلکہ کتاب کی تعظیم کے لیے اتار کر نیچے رکھ دی۔ انہوں نے پھر اٹھا کر کتاب پر رکھ دی، اور کہا: پھر اس رسالہ ”کتاب الکراہیہ“ میں اس کے جواز کی تصریح ہے۔ میں نے ان سے یہ نوٹ کیا کہ بحر الرائق ”کتاب الکراہیہ“ تک کب پہنچی؟ وہ کتاب القضا کی میں رقم ہو گئی ہے۔ ہاں! کیا کیا یا نہیں، بلکہ ممانعت کی تصریح فرمائی ہے۔ مگر کھتے وقت ضرورت مثلاً ورق ہوا سے ڈس نہیں۔ کہا کہ میں لکھتا ہی تو چاہتا ہوں؟ میں نے کہا: ابھی لکھتے تو نہیں ہو؟ وہ خاموش ہو رہے۔ اور حضرت سید اسماعیل سے مجھے پوچھا: انہوں نے فرمایا کہ یہ اس رسالہ کا مصنف ہے اب نہ مگر جلالت کے ساتھ، اور جلالت کے ساتھ اٹھ گئے۔ حضرت سید اسماعیل نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیسا واقعہ ہوا؟ یہ چارہم صفر ۱۳۳۳ھ کی۔

اس سے پہلے محرم شریف میں شدید و مدید دورہ بخار کا رہ چکا تھا، دوبارہ سہل ہوئے۔ ایک بار ایک ہندی کی رائے سے اور نفع نہ ہوا، دوبارہ ایک ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے بہت کلیل مقدار میں ایک ٹمک دیا کہ آپ زحوم شریف ملا کر پی لو، اور پیاس سے پیاس زحوم شریف کی کثرت کرو۔ اس سے کچھ اللہ تعالیٰ بہت نفع ہوا، اور انھوں نے دوبارہ بتائی جو مجھے بالطبع محبوب و مرغوب تھی یعنی زحوم شریف کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے۔ میرے عادت ہے کہ ہاسی پانی کبھی نہیں پیتا، اور اگر پیوں تو پانچ گھنٹہ مہرج گرم ہے فوراً زکام ہو جاتا ہے۔ میری پیدائش سے پہلے حکیم سعید ذریعہ مرحوم نے میرے یہاں ہاسی کو سنج کر دیا تھا، جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے باطل خانی کر کے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے، تو میں نے وہ بھی اسی پانی کا نہ پیا، نہ کبھی تھارنہ پانی پیتا ہوں، بگلیاں کرتا ہوں، اس سے تسکین ہوتی ہے۔ مگر زحوم شریف کی برکت کسحت میں، مرض میں، دن میں، رات میں زیادہ ہاسی کثرت پیا، اور نفع کیا، زور تھن ہر وقت بھری رکھی رہتی تھی۔ بخار کی شدت میں رات کو جب آنکھ کھلی، کلی کر کے زحوم شریف پی لی، صبح وضو سے پہلے پیتا، وضو کے بعد پیتا، بارہ بارہ زور تھن ایک دن رات میں صرف میرے صرف میں آئیں۔ پونے تین مہینے میں آیا ہوگا۔ حضرت مولانا سید اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ جنات عالیہ نصیب فرمائے، میری والدہ بی بی کے چند سال بعد جب ۱۳۲۸ھ میں مجھ سے ملنے آئے ہیں، اور میرے حقوق آجروم کا ذکر ہوا، فرمایا تھا کہ ہر مہینے اتنے ٹمک یعنی پیسے بیچ دیا کروں گا کہ تمہارے ایک مہینے کے صرف کو کافی ہوں، مگر پیاس سے جاتے ہیں انہیں سر پاب عالی کی ضرورت ہوتی اور وحیت الہی کہ جس انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ

محرم شریف مجھے تقریباً بخاری میں گزرا، اسی حالت میں علانیہ کرام کو اجازت نکھی جاتیں، اور اسی حالت میں کفیل الفقہ تصنیف ہوا۔ وہاں چنگ کا بھی رواج نہیں، بالا خانوں میں زمین پر فرش ہیں، اس پر سوتے ہیں مگر حضرت محمد چنگ منگوایا تھا، ایام مرض میں میں اسی پر ہوتا، اور علماء علمائے عادت کو آتے، اور فرش پر تشریف رکھتے، اس سے نام ہوتا ہر چند چاہتا کہ نیچے اتروں، میں قسموں سے مجبور فرماتے۔ امتداد مرض میں مجھے زیادہ لگن حاضری سرکار کاظم کی تھی، جب بخار کا اشتداد دیکھا، میں نے اسی حالت میں قمر حاضری کیا، یہ طالع ہوئے، اور تو یہ فرمایا کہ حالت تمہاری یہ ہے اور مضر طویل۔ میں نے عرض کی: اگر کچھ چھپچھپے تو حاضری کا اصل تصور زیارت طیبہ ہے۔ دونوں باتیں حقیقت سے گھر سے چلا، معاذ اللہ اگر یہ نہ ہو تو ج کچھ لطف نہیں، انہوں نے پھر اصرار اور میری حالت کا اشتداد کیا، میں نے حدیث ممن صحیح و لم یزد لی عقد جطنہی پڑھی۔ فرمایا: تم ایک بار زیارت شریف کر چکے ہو۔ میں نے کہا: میرے نزدیک حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ عمر میں کتنے حج کرے، زیارت ایک بار کافی ہے، بلکہ ہر حج کے ساتھ زیارت ضرور ہے۔ اب آپ دعا فرمائیے کہ میں سرکات تک پہنچ لوں روضہ اقدس پر ایک نگاہ پڑ جائے، اگرچہ اس وقت دم نکل جائے۔ یہ سن کر حضرت مولانا شیخ صالح کمال کا ہنسنے سے رنگ خیر ہو گیا اور فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ تھوڑے دن بعد تم یحکون تو روضہ انور پر اب حاضر ہو، پھر، پھر یند طیبہ میں وفات نصیب ہو۔ دینی تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے۔

حضرت مولانا شیخ صالح کمال کو جنات عالیہ عطا فرمائے، یاس فضل و کمال کہ میرے نزدیک مکہ معظمہ ان کے پائے کا دوسرا عالم تھا، اس فقیر حقیر کے ساتھ غیبت اعجاز جگہ ادب کا بڑا ذکر کرتے۔ بار بار کے اصرار کے ساتھ مجھ سے اجازت نامہ لکھو یا جسے میں نے ادب کا کئی روز ڈالا، جب مجبور فرمایا لکھ دیا۔ تین تین ہر میری ان کی محاسنت ہوتی، اور اس میں سوائے اگر اکت علیہ کے کچھ نہ ہوتا، جس زمانہ میں قاضی مکہ معظمہ رہے تھے، اس وقت کے اپنے فیصلوں کے مسئلے دریافت فرماتے، حقیر کو بیان کرتا، اگر ان کے فیصلے کے مطابق ہوتا یا نہ ہوتا، خوشی کا اثر چہرہ مبارک ظاہر ہوتا، اور مخالف ہوتا، تو مال و کبیدگی۔ اور یہ سمجھتے کہ مجھ سے حکم میں لغزش ہوئی، مجھے بھی ان دونوں صاحبوں کے کرم کے سبب ان سے کمال۔ تینے تکلفی ہر قسم کی بات گزارش کر دیتا۔ ایک بار کہا: مولوں نے یہ جواز ان واقعات تکبیر انتقال میں نفحات ایجاد کیے ہیں آپ حضرات ان سے منع نہیں فرماتے۔ فسح الفصیر میں مبلغ (یعنی مکر) کے نفوس کو مفسد فرما رکھا ہے، اور یہ کہ اس کی بحیثیت پر جو مقتدی رکوع و سجود وغیرہ افعال نماز کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی۔ فرمایا۔ حکم یہی ہے مگر ان علماء کا بس نہیں، یہ جانب سلطنت سے ہیں۔

ایک جمعہ میں خطیب کے قریب تھا، اس نے خطبہ میں پڑھا: **وارض عن اعمام نیک الا طالب حمزہ والعباس و اہل طالی**۔ بدعت تازہ ایجاد ہوئی پہلی بار کی حاضری میں تھی، اور یہ بدلتہ جانب حکومت سے تھی، اسے سنتی ہی فوراً میری زبان سے یاد آواز بلند کلا: **اللہم هذا منکر منکر کرمی علیہ** نے فرمایا ہے: **من وای منکم منکر الفلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فقلبہ و ذالک اضعف الایمان** فقیر تو فی رب کریم یہ ستم انکم یہ ستم بوجہ اوسط بجالایا، اور مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ کسی کو تعرض کی جرأت نہ ہوئی۔ فرضوں کے بعد ایک امرابی نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: تو ایست تم نے دیکھا؟ میں نے کہا: تو ایست ہاں دیکھا۔ کہا: **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** اور تشریف لے گئے۔ ان دونوں کا یہ علانیہ ہماری مجلس خلوت میں اس کی مبارک ہادی کہ اس روئے پر کوئی مضر نہ ہوا، اور ساتھ ہی فرمایا کہ ایسے امور میں کہ جانب حکومت سے ہیں سکوت نمایاں ہے۔

اسی واقعہ مفتی حنفیہ کے وقت میں نے جناب سید مصطفیٰ عظیمی لکھنؤ کے برادر حضرت مولانا سید اسماعیل سے کہا: **هل عندكم شيء من هزيمة جبریل** آپ کے پاس سید تاجربیک علیہ السلام کی ٹھوکرا کچھ بچتا ہے؟ سید زاوے نے فرمایا: نعم، اور کٹورے میں زخم شریف لائے۔ میں اسے صفت کے سبب پیشایا، وہ اپنی ر ہاتھا، آنکھیں نیچی تھیں، جب نظر نظر اٹھائی، دیکھا تو وہ سید عظیمیؑ کو دوب ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، یہاں تک کہ کٹورا میں نے انہیں دیا۔ یہ حال ان معظم و معزز بندگان خدا کے ادب و اجلال کا تھا۔

انصاف کے لیے اکابر علما کا اصرار:

حضرات علما بہت اس کے مفتی رہنے کے کسی طرح میرا وہاں قیام زائد ہو حضرت مولانا سید اسماعیل نے فرمایا: یہاں کی شدت گرمی تمہارے لیے باعثِ تپ ہے۔ طائف شریف میں موسم نہایت معتدل اور وہاں میرا مکان بہت پر فضا ہے، چلیے گرمی کا موسم وہاں گزاریں۔ میں نے گزارش کی کہ اس حالت مرض میں قابلیت سفر و توسر کا عظم ہی کی حاضری ہو، میں کر فرمایا میرا مقصود یہ تھا کہ چند مہینے وہاں تمہاری میں رہ کر تم سے کچھ پڑھنے کے یہاں تو آمد و شد کے جہوم میں تمہیں فرصت نہیں۔ مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا: اجازت ہو تو ہم یہاں تمہاری شاوی کی تجویز کریں؟ میں نے کہا: وہ کثیر بارگاہِ الہی، جسے میں اس کے دربار میں لایا اور اس نے مناسک حج ادا کیے، کیا اس کا بدلہ لیجی ہے کہ میں اسے یوں مقصوم کروں؟ فرمایا: ہمارا خیال یہ تھا کہ یوں یہاں تمہارے قیام کا سامان ہو جاتا۔ اس طول مرض میں کئی ہفتہ حاضری مسجد اقدس سے محروم رہا کہ میں جس بالا خانہ پر تھا چالیس رینے کا تھا اس سے اترا اور چڑھنا نامقدور تھا۔ مسجد الحرام شریف میں کوئی نا آشنا سا بزرگ میرے بھائی مولوی محمد رضا خاں کو ملے تو فرمایا: کئی دن سے تمہارے بھائی کو نہ دیکھا؟ انھوں نے عرض کیا: ٹھیک ہیں۔ پانی و مفرما کر دیا کہ پلاؤ اور اگر بخار باقی رہے تو میں دس بجے دن کے تم کو میٹیں طوں گا۔ دس بجے دن کے نہ بخار ہا نہ وہ ملے۔ اور اب میں مسجد شریف اور کتب خانہ حرم شریف میں حاضر ہونے لگا، جس میں چھٹی صفر کا وہ واقعہ تھا جو مفتی حنفیہ کے ساتھ پیش آیا۔ نماز صبح کے سوا کہ ہمارے نزدیک میں اسفار یعنی وقتِ خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے، اور شافعیہ کے نزدیک تکلیفیں یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، تینوں مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی، اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد، ہاتھی چاروں نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وقتِ عصر و مثل سایہ گزر کر ہے، اس کے بعد نمازِ حنفی ہوتی، اس کے بعد باقی تینوں مصلوں پر وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے آخر کو کشیں کر کے حنفیہ سے یہ کرا لیا کہ قیام عصر مطابق قول صاحبِ رضی اللہ عنہ تعالیٰ منہا مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں۔ اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی، مگر کچھ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا، مگر اصح و احوط و اقدم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ ہے، اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول مگر انہیں کرتا۔ جس کی تفصیل جلیل میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً حلیٰ قول الامام میں ہے۔

اذا فال الامام فصدقه فان القول ما قال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یسعی یا شیبانی۔ میں اس بار جماعت عصر میں پابیت نفل شریف ہو جانا، اور قرض عصر مثل دوم کے بعد، میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال، حضرت مولانا سید اسماعیل و دیگر بعض عظیمین حنفی اپنی جماعت سے پڑھتے، جس میں وہ حضرات امامت پر اس فقیر کو مجبور فرماتے۔ پہلے شیخ عمر گھی کا مکان کرایہ پر لیا تھا، پھر سید عمر رشیدی، ابن سید ابوبکر رشیدی اپنے مکان پر لے گئے۔ بالا خانہ کے دور و سلاطی پر میری نشست تھی، دور و ازلوں پر جو طاق تھے پائیں جانب کے طاق میں وحشی کیوتر کا ایک جوڑا رہتا، وہ بچھ لائے اور گر لیا کرتے، اس طرف کے بیٹھے والوں پر گرتے، جب علامت میں میرے لیے چنگ لایا گیا، وہ اس در کے سامنے بچھا لایا گیا کہ تشریف لائے والوں کے لیے حمد و ستغ و ہے، اس وقت سے کیوتروں نے وہ طاق چھوڑ کر دروازہ۔ سلاطی کے طاق میں بیٹھا شروع کیا کہ اب جو وہاں بیٹھے، ان پر بچھ گرتے۔ حضرت مولانا سید اسماعیل نے فرمایا: وحشی کیوتر بھی تیرا لحاظ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی: صالحانہ فضا صغرونا ہم نے ان سے صلح کی تو انھوں نے بھی ہم سے صلح کی۔ اس پ بعض علمائے حاضرین نے فرمایا کہ ہم پر کیوں بچھ چکھتے ہیں، ہم نے ان سے کون سی چنگ کی ہے؟ میں نے کہا: میں یہاں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ یہ جہاں آکر بیٹھے ہیں، انہیں اڑاتے ہیں، کلگریاں مارتے ہیں، سلاموں کی توہین جب جہوتی ہیں، یہ خوف سے قہر قہر اتر کر رہ جاتے ہیں، یہ سب میرا مشاہدہ ہے۔ حالانکہ یہ حرم محترم کے وحشی ہیں، انہیں اڑانا اور مانع ہے، چڑ کے سامنے میں حرم کا ہرن بیٹھا ہو، آدمی کو اجازت نہیں کہ اسے اٹھا کر خود بیٹھے، ان عالم نے فرمایا: یہ کیوتر ایذا دیتے ہیں، اور اوپر سے کلگریاں پھینکتے ہیں، لمپ کی جھٹی توڑ دیتے ہیں۔ میں نے کہا: کیا یہاں بتا ہلائیہ آکر تے ہیں؟ کہا: ہاں! میں نے کہا تو فاسق ہوئے، اور کیوتر بالاجماع فاسق نہیں۔ جیل کوے فاسق ہیں۔ دو ساکت ہو گئے۔ شریعت میں وہ جانور فاسق ہے جو بغیر اپنے نفع کے بالقصد ہذا ہذا ایذا پہنچائے، ایسے جانور کا قتل حرم شریف میں بھی جائز ہے۔ جیسے جیل، کوہا، بندر، چوہا۔ جیل کوے زہر افشا کر لے جاتے ہیں، بندر کپڑے چھاڑ ڈالتے ہیں، چوہے کن جیں کھرتے ہیں، جس میں ان کا کوئی نفع نہیں۔ مصلح براہِ شراعت ایذا دیتے ہیں، لہذا فاسق ہیں۔ بخلاف لی کے کہ اگر چہ مری کلونی، کیوتر تو زونی ہے، مگر اپنی غذا کے لیے زہارے ایذا کے لیے کلگریاں اگر طاق میں ہوں، کیوتر کے چلنے پھرنے

سے گریں گی، نہ چٹنی پر کٹری مارنا نہیں مقصود ہو۔

جب ادا خرم میں بھلے تعالیٰ صحت ہوئی، وہاں ایک سلفانی حمام ہے جس میں اس میں نہایا۔ باہر کھلا ہوں کہ ابر دیکھا، حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسات شروع ہوا، مجھے حدیث یاد آئی کہ جو میسرے میں طواف کرے، دوحہ الہی میں حیرتا ہے۔ فوراً سنگ اسود شریف کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات بجیرے طواف کیا، بخار پھر خود کر آیا۔ مولا ناسیر اسماعیل نے فرمایا: ایک ضعیف حدیث کے لیے تم نے اپنے بدن کی یہ ہمتیاہلی کی؟ میں نے کہا: حدیث ضعیف ہے، مگر امید بھر تعالیٰ قوی ہے۔ یہ طواف کبھی تعالیٰ بہت مزے کا تھا۔ بارش کے سبب طاقتیں کی دھکڑٹ نہ تھی۔

تعبہ جان کی طرف روانگی:

صفر کے پہلے عشرہ میں حرم حاضری سرکارِ اعظم معمم ہو گیا، اونٹ کرایا کر لیے، سب اشرفیاں بٹھکی دے دیں۔ آج سب کارہیلا سے رخصت ہونے کو ملا وہاں پان کی جگہ چائے کی تواسخ ہے، اور انکار سے برائے ہیں، ہر جگہ چائے چینی ہوئی، جس کا شمار لوچکان تک پہنچا، اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں، جس کا میں عادی نہیں، اور چائے گروے کو معزز ہے، اور میرے گروے ضعیف۔ رات کو حجاز اللہ صحت خواتی گروہ کا روہوا، ساری شب جاگتے کئی صبح صفر کا قصد تھا کہ مجبوراً نہ ملتی رہا۔ بحالوں سے کہہ دیا گیا کہ تاشفا نہیں جاسکتے، وہ چلے گئے، اور اشرفیاں بھی انہیں کے ساتھ لگئیں۔ ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاسز لگائے۔ دودھ پختے سے زیادہ تک محلے کیے، کبھی اللہ تعالیٰ شفا ہوئی، مگر اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی، اسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایا کیے، سب نے کہا کہ اونٹ کی سواری میں ہال بہت ہوگی، اور حال نیچے۔ مگر میں نے نہ مانا، اور توکل علی اللہ تعالیٰ علیہ چریس صفر ۱۳۴۳ھ کو کپتن سے کہہ جان کی طرف روانہ ہوا۔ براہِ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اونٹ کی ہال سے کیا حال ہوا؟ ولہذا اس بار سلفانی راستہ اختیار کیا کہ بارہ کارہ منزلیں اونٹ پر ہوں گی، بلکہ جدو سے براہِ کشتی رافع جانے کا قصد کیا، مگر ان کے کرم کے صدقے ان سے استعانت عرض کی، اور ان کا نام پاک لے کر اونٹ پر سوار ہوا۔ ہال کا ضرر پانچ نادر کنارہ وہ چمک کہ روزانہ پانچ چھ جار ہو جاتی تھی وقتہ و فح ہو گئی، وہ دن اور آج کا دن ایک قرن سے زیادہ گزرا کہ بھلے تعالیٰ اب تک نہ ہوئی۔ یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت۔ حضرت مولا ناسیر اسماعیل اور بعض دیگر حضرات شہر مبارک سے باہر دور تک ہرم مشایخت تشریف لائے، مجھ میں بوجہ ضعف مرض پیادہ چلنے کی طاقت نہ تھی، پھر بھی ان کی تعظیم کیلئے ہر چند اترا چا یا مگر ان حضرات نے مجھ پر کیا۔ پہلی رات کہ جنگل میں آئی، صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی، جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ "حضور جان اور میں کای، جو عاجزی دربار مغل میں لکھا گیا تھا۔

دودھ کچھ جگر ماتی ہے شب اور قمر ابھی بہرہ دل نہیں کہ دست و چہارم صفر کی ہے

جدہ سے کشتی میں سوار ہوئے، کوئی تیس چالیس آدمی اور ہوں گے، کشتی بہت بڑی تھی، جسے سامعہ کہتے ہیں، اس میں جہاز کا سامستول تھا، ہوا کے لیے پوے حسب حاجت مختلف جہات پر بدلے جاتے، بھیٹی طارح کہ اس کام پر مقرر تھے، ان کے کھولنے باندھنے کے وقت اکابر اولیائے کرام رضی اللہ عنہ کو جب ایٹھے لہجے سے ندا کرتے جاتے۔ ایک حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو تو دوسرا حضرت سیدی احمد کبیر، تیسرا حضرت سیدی احمد رفاقی کو، چوتھا حضرت سیدی ابدال کو، کئی خذ القیاس رضی اللہ عنہ۔ ہر کشتی پر ان کی یہ آوازیں جب ول کش لہجے سے ہوتیں، اور بہت خوش آتیں، ایک بھری صاحب نے اپنی حاجت سے بہت زیادہ جگہ پر قبضہ کر دکھا تھا، ان سے کہا گیا نہ مانے، معلوم ہوا کہ ان پر اثر ان دوسرے بھری شیخ عثمان کا ہے، میں نے ان سے کہا: یا شیخ! انہوں نے کیا: (رضیع حمد الزناور (الجبیلانی) شیخ تو حضرت عبدالقاری جیلانی ہیں۔ انکے اس کہنے کی لذت آج تک میرے قلب میں ہے انھوں نے ان پہلے بزرگ کو سمجھا دیا۔ اس کے بعد جب ان کو کچھ حالات معلوم ہوئے، پھر تو وہ نہایت مخلص بلکہ کمال مطیع تھے۔ تین روز میں کشتی رافع پہنچی۔

ایک مقدمہ کا تصفیہ:

یہاں کے سردار شیخ حسین تھے۔ لمبوں کے مکان قیام کے لیے تھے، جب ان میں اترا ہوا، اللہ اعلم لوگوں کو کس نے اطلاع دی۔ ان کے بھائی ابراہیم مصداپے اعزاء کے ایک جماعت کے تشریف لائے، اور اپنے یہاں کا ایک نزاری مقدمہ کہ مدت سے نافصل پڑا تھا، پیش کیا۔ میں نے حکم شرعی عرض کیا، کبھی تعالیٰ باتوں ہی باتوں میں باہم فیصلہ ہو گیا۔ ربيع الاول شریف کا ہلال ہم کو پہنچا ہوا۔ یہاں سے اونٹ کرایا کیے گئے نماز عصر پڑھ کر سوار ہونا ہوا، تمام اسباب قلعہ کے سامنے سڑک پر نکال رکھا تھا، گنتی کئے اونٹوں کا قافلہ تھا، ہم لوگ سوار ہو گئے، اور یہ خیال کیا کہ حاجی صاحب اسباب بار کرادیں گے، حاجی صاحب بھی سوار ہو گئے، اور اسباب وہیں سڑک پر پڑا دیا، جب منزل پر پہنچے، اب نہ کپڑے ہیں، نہ برتن ہیں، نہ

تھی ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ پانچ منزلیں ساتھیوں کے برتنوں اور منازل پر دقت فتن خریہ حوائج سے گزریں، و الحمد للہ رب العالمین

نماز کی خاطر قافلہ سے جدا نہ ہو اور سرکار کی کرم:

راہ میں جب پڑھنے پر پہنچے ہیں، منزل چند میل باقی تھی، اور وقت فجر قریب تھا۔ مجالوں نے منزل ہی پر رکنا چاہا، اور جب تک وقت نماز نہ رہتا۔ میں اور میرے رفقاء اتر پڑے قافلہ چلا گیا، کراچی کا ڈول پاس تھا، دسی نہیں، اور کتواں گھر اے باندھ کر پانی گھرا، وضو کیا، پھر اللہ تعالیٰ نماز ہو گئی۔ اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ طول مرض سے ضعف شدید ہے، اتنے میل پیادہ کیوں کر چلتا ہوگا، مگر پھر کر دیکھا، ایک جمال شخص اچھی اپنا اونٹ لیے میرے انتظار میں کھڑا ہے، چھ اٹھی بچالیا، اس پر سوال ہوا، اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم یہ اونٹ کیسے لائے؟ کہا: ہمیں شیخ حسین نے تاکید کر دی تھی کہ شیخ کی خدمت میں کی نہ کرنا۔ کچھ دوا کے چلے تھے کہ میرا اپنا جمال اونٹ لیے کھڑا ہے، اس سے پوچھا۔ کہا: جب قافلے کے جمال نہ گھرے، میں نے سوچا شیخ کو تکلیف ہوگی، قافلہ میں سے اونٹ کھول کر واپس لایا، یہ سب میری سرکار کرم کی رحمتیں تھیں صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ وعلیہ وسلم درود جمعہ در نہ کہاں یہ فقیر، اور کہاں سرکار رانی شیخ حسین؟ جن سے جان نہ بچاؤں، اور کہاں وحشی مزاج جمال، اور ان کی یہ غارتی العادات روشیں؟

سرکار اعظم میں حاضری:

بدن کے پڑے پیسے ہو گئے تھے، اور کپڑے رانی میں چھوٹ گئے تھے، اور ایک یاد منزل پہلے شب کو ایک جوتا کہیں راستہ میں نکل گیا، یہاں عربی وضع کا لباس اور جوتا خرید کر پہنا، اور یوں مواجہہ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی، یہ بھی سرکاری کی طرف سے تھا کہ اس لباس میں بلانا چاہا، اور دوسرے دن رانی سے ایک بدوی بچکا اونٹ پر سوار، اور ہمارا تمام اسباب کہ چلنے وقت قلعہ کے سامنے چھوٹ گیا تھا اس پر بار، اس نے شیخ حسین کا رقعہ لا کر دیا کہ آپ کا یہ اسباب رو گیا تھا، روانہ کرتا ہوں، میں ہر چند ان بدوی صاحب کو آتے جاتے دس منزلوں کی محنت کا نذرانہ دیتا رہا، مگر انھوں نے نہ لیا، اور کہا: ہمیں شیخ حسین نے تاکید فرمادی ہے کہ شیخ سے کچھ نہ لینا۔ یہاں کے حضرات کرام کو حضرات مکہ معظمہ سے زیادہ اپنے اوپر مہربان پایا۔ مجھ کو تعالیٰ آکس روز حاضری نصیب ہوگی، بار ہو یں شریف کی مجلس مبارک ہمیں ہوگی۔

علمائے کرام کا مجموعہ:

صبح سے عثمانیک علماء، علمائے کرام، بچوں باب مجیدی مولانا کریم اللہ علیہ رحمۃ اللہ کی خدمت حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الداعی آدوی رہتے تھے، ان کے خلوص کی کو کوئی حد نہ تھی۔ مسامحہ العربین و العفو السبک پر تقریظات میں انھوں نے بڑی سخی جھیل فرمائی۔ جبرائیل السلفہ خیرا کنبرا یہاں بھی اہل علم نے العفو السبک کی تلقینیں لیں۔ ایک نقل بالخصوص مولانا کریم اللہ نے مزید تقریظات کے لیے اپنے پاس رکھی، میرے چلے آنے کے بعد بھی مصر و شام و ہندوستان و غیرہ کے علماء جو موسم میں خاک پوش آستانہ اقدس جوتے، جن کا زرا بھی زیادہ قیام دیکھتے، اور موقع پاتے ان کے سامنے کتاب پیش کرتے، اور تقریظیں لیتے، اور بصیرت جہشی مجھے بھیجے رہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعہ

علمائے کرام کی طرف سے طلب سند و اجازت:

علمائے کرام نے یہاں بھی فقیر سے سندیں اور اجازتیں لیں، خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے الطاف کی تو حد ہی نہ تھی، اس فقیر سے خطاب میں یاسیدی فرماتے، میں شرمندہ ہوں، ایک بار میں نے عرض کی: حضرت سید تو آپ ہیں؟ فرمایا: واللہ تم سید ہو۔ میں نے عرض کی: میں سیدوں کا غلام ہوں۔ فرمایا تو یوں بھی سید ہوئے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: مولیٰ العسوم منوم قوم کا غلام آزاد شدہ انھیں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اور ان کے صدقے میں آفات دنیا و آخرت و عذاب حشر سے کامل آزادی عطا فرمائے۔ آمین!

یوں ہی مولانا حضرت سید عباس رضوان۔۔۔ مولانا سید مامون بری۔۔۔ مولانا احمد جزائری۔۔۔ مولانا شیخ ابراہیم خربوٹی۔۔۔ مفتی حنیف مولانا تاج الدین الیاس۔ مفتی حنیف سابق مولانا عثمان بن عبد السلام داعستانی وغیرہم حضرات کے کرم بھولنے کے نہیں، ان مولانا داعستانی سے بہا شریف میں ملاقات ہوئی تھی کہ وہ ہیں انھیں مجھے تھے، مکہ معظمہ کی طرح زیادہ اہم مسامحہ العربین کی تصدیقات تھیں، جو کہ اللہ تعالیٰ بہت خیر و خوبی کے ساتھ ہوئیں، زیادہ زمانہ قیام انھیں میں گزار گیا کہ ہفت صاحب پوری کتاب مع تقریظات مکہ معظمہ دیکھتے، اور کئی کئی روز میں تقریریں لکھ کر کر دیتے۔ مفتی شافعی حضرت سید احمد برزنجی نے مسامحہ العربین پر چند ورق کی تقریر لکھی، اور فرمایا کہ اس کتاب کی تائید میں اسے ہمارا مستقل رسالہ کر کے شائع کرنا، ایسا ہی کیا گیا۔

مسامع العربین کا کام پورا ہونے کے بعد المدینۃ المنیہ پر تقریحات کا خیال ہوا، دونوں حضرات مفتی حنبلی نے مدینہ طیبہ اور قبا شریف میں تقریظیں تحریر فرمائیں، تیسری بار مفتی شامیہ کی آئی، یہ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، یہ فری کر ان کے داماد سید عبداللہ کے مکان پر اس کتاب کے سنہ کی مجلس ہو، عشا کہ وہاں اول وقت ہوتی ہے، پڑھ کر بیٹھے، میں نے کتاب ثنائی شروع کی، بعض جگہ مفتی صاحب کو کھٹوک ہوئے، میری فلسفی تھی، میں نے حسب عادت جرأت کے ساتھ مسکت جواب دیئے، جو مفتی صاحب کو اپنی اعانت شان کے سبب ناگوار ہوئے۔ جا بجا ان کا ذکر میں نے المغبوط المنیہ حاتبہ المدینۃ المنیہ میں کر دیا ہے۔ بارہ بجے جلسہ ختم ہوا، اور مفتی صاحب کے قلب میں ان جواہر کا غبار رہا، مجھے بعد کو معلوم ہوا، اس وقت اگر اطلاع ہوتی میں معذرت کر لیتا، ایک رات ان کے شاگرد شیخ عبدالقادر انیسویں مفتی کہ مدرس ہیں، فقیر کے پاس آئے، اور بعض مسائل میں کچھ الجھتے گئے، حامد رضا خاں نے انہیں جواب دیئے، جن کا جواب دینا دے سکے، اور وہ بھی سید میں غبار لے کر گئے، ان کا غبار مجھے معلوم ہو گیا تھا، جس کی میں نے پرواہ نہ کی، انصاف پسند تو اس کے معصوم ہوتے ہیں جو انہیں ثواب کی طرف راہ بتائے نہ یہ کہ بات سمجھ لیں جواب نہ دے سکیں اور بتانے سے رنجیدہ ہوں اور فقیر کو سزاوارتا ساز یوں کے بعد مکہ معظمہ میں جو کئی مہینے گزارے، واللہ اعلم وہ کیا بات تھی جس نے حضرات کرام مدینہ طیبہ کو اس دروے مقدار کا مشتاق کر رکھا تھا، یہاں تک کہ مولانا کریم اللہ صاحب فرماتے تھے کہ ملّا تو علما اہل بازار تک کو تیرا اشتیاق تھا، اور یہ جگہ فرمایا کہ ہم سالہا سال سے سرکار میں مقیم ہیں، اطراف و افاق سے علما آتے ہیں واللہ یہ لفظ تھا کہ جو تیرا چلتا ہے چلے جاتے ہیں، کوئی بات نہیں پوچھتا اور تمہارے پاس علما کا یہ ہجوم ہے، میں نے عرض کی: میرے سرکار ﷺ کا کرام۔

سرکار پرورد و چنان پرورد
کرم کمال کر در فضل بالا ترند
اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں
مہسوں کو پالتے ہیں، اور ایمان پالتے ہیں

مسجد نبا اور مزار حمزہ کی زیارت:

ایام اقامت سرکار معظم میں صرف ایک بار مسجد قبا کو گیا، اور ایک بار زیارت حضرت سید الشہد احمد و سکوا حاضر ہوا، باقی سرکار اقدس ہی کی حاضری رکھی، سرکار کریم ہیں اپنے کرم سے قبول فرمائیں، اللہ عزوجل تمہارے وطن کے ساتھ پھر بلائیں۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

ہم کو مشکل ہے انہیں آسان ہے

مدینہ طیبہ سے رخصت:

رخصت کے وقت قافلہ کے اونٹ آلیے ہیں، پارہا پارہا ہوں، اس وقت تک علما کو اجازت نامے لکھ کر دیئے، وہ سب تو امد جہازات المنیہ میں طبع ہو گئے، اور یہاں آنے کے بعد دونوں حرم محترم سے درخشاہتیں آپا کیں، اور اجازت نامے لکھ کر گئے یہ درج رسالہ نہیں۔ چلنے وقت حضرات مدینہ کریمہ نے بیرون شہر دو رنگ مشایع فرمائی، اب مجھ میں طاقت تھی، ان کی معاودت تک میں بھی پیادہ ہی رہا۔ اونٹ جدو کے لیے کیے تھے، اب موسم سخت گرمی کا آگیا تھا، اور پارہ معز لیں۔ نزل پر تلہر کی تاحر کہ ٹھیک نہ وال ہوئے ہی پڑھتا تھا، اور صفا قافلہ روانہ ہونا تھا، سر آفتاب اور پاؤں نیچے گرم ریت پا پتھر، اللہ تعالیٰ مولوی نذیر احمد صاحب کا بھلا کرے، افرضوں میں تو مجبور تھے کہ خود بھی شریک جماعت ہوتے مگر جب میں سنتوں کی نیت ہا نہ تھا پھرتی ہے کہ رسا یہ کرتے، جب پہلی رکعت کے بعد ہی میں جاتا پاؤں کے نیچے اپنا عمامہ دکھ دیتے کہ باقی رکعتوں میں پاؤں نہ چلے، ابتدا سے یوں نہ کر سکتے تھے کہ میں عمامہ رکھنا نہ کرنا فرماؤں میں پھرتی لگا نے پر بھی ہرگز راضی نہ ہوتا۔ انہوں نے اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس سفر مبارک میں بلا طمع بلا حواسہ محض اللہ و رسول (عز و جل و ﷺ) کے لیے جیسے آرام دیتے، اللہ تعالیٰ ان کا اجر عظیم دے دیا و آخرت میں ان صاحبوں کو عطا فرمائے، آمین!

جدہ پہنچ کر جہاز تیار ہوا، مسیحی کے ٹکٹ بت رہے تھے، خریدے، اور روانہ ہوئے۔ جب عدن پہنچے، معلوم ہوا کہ جہاز والے نے کہہ دیا تھا دو کا دیا، عدن پہنچ کر اعلان کیا کہ جہاز نکرا پئی جائے گا۔ ہم لوگوں نے قصد کیا کہ اتر لیں، اور بمبئی جانے والے جہاز میں سوار ہوں، اس سے انگریز ڈاکٹر آیا، اور اس نے کہا: بمبئی جانے والوں کو قرطینہ میں رہنا ہوگا۔ ہم نے کہا: اس معصیت کو کون جھیلے، اس سے کراچی ہی بمبئی، راستہ میں طوفان آیا، اور ایسا سخت کہ جہاز کا ٹکڑ ٹکڑ گیا، سخت ہولناک آواز پیدا ہوئی، عمر و عاؤں کی برکت کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح امان رکھی۔ جب کراچی پہنچے ہیں ہمارے پاس صرف دو روپے باقی تھے، اور اس زمانے تک وہاں کسی سے تعارف نہ تھا، جہاز کنارے کے قریب ہی لگا، اور میں ساحل پر پہنچی کی چوکی، جس پر انگریز ڈاکٹر آیا، کوئی گورا نوکر، اسباب کثیر، یہاں محصول تک دینے کو نہیں، ہر چیز کی تعلیم دوا اور شاد فرمانے والے پر پے شمار دو و سلام، ان کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا پڑھی، وہ گورا آیا، اور اسباب دیکھ کر بارہ آئے محصول کہا، ہم نے شکر اُٹھی کیا اور بارہ آنے دے دیئے، چند منٹ بعد وہ پھر وہاں آیا، اور کہا نہیں نہیں، اسباب دکھاؤ، سب صندوق وغیرہ دیکھئے، اور پھر بارہ ہی آنے سکے اور سیدوے کر چلا گیا۔ اب سوا روپے باقی رہا، اس میں مجھے بھائی

محرّم مولوی حسن رضا خان کو تارویا کے دو سو روپے پہنچے، یہاں وہ تار مشین بکھرا کہ بھئی سے آتا کر اپنی سے کیسے آیا؟ بارے روپے پہنچ گئے، بھئی کے احباب وہاں لے جانے پر مصر ہوئے، وہاں جانا پڑا۔ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب وغیرہ احباب احمد آباد کو اطلاع ہوئی، آدمی بھیجے، باصرہ احمد آباد لے گئے۔ سوار یوں کو بھئی سے محمد رضا خاں و حامد رضا خاں کہ ساتھ روانہ کر دیا تھا، میں ہندوستان میں اترنے سے ایک مہینہ بعد مکان پر پہنچا۔

جبل پور کا پہلا سفر:

واقع الاول ثریف ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ دوسرے مہینے و زیارت سے واپسی پر بھئی رونق افروز ہوئے۔ حضرت امجد الاسلام دلاشاہ و عبدالسلام صاحب جبل پوری بھی زیارت کے لیے بھئی تشریف لے گئے اور مدینہ نیاز مدنی کی وجہ سے جبل پور میں رونق افروزی کی دعوت دی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نہ فرمایا: ابھی تو سرکارا مجیر مقدس کی حاضری کا شرف حاصل کرنا ہے، آئندہ موقع نکال کر ضرور آنے کی کوشش کروں گا۔ ۱۳۲۶ھ میں اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ مہینے و زیارت سے واپس آئے تو اعلیٰ حضرت قبلہ نے ان کے استقبال کا ارادہ فرمایا، اور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب کو کرامت نامہ تحریر فرمایا کہ میں حسن میاں کے استقبال کے لیے بھئی کے لیے عزم کر چکا ہوں، اگر تاریخ سے آگاہی ہوگی اور وقت ملا تو وہ ایک دو روز جناب کی زیارت سے مشرف ہو کر بھئی جاؤں گا۔ حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے خط سے آپ کی آمد کی تاریخ معلوم ہوئی تو حضور حسب الارشاد جبل پور رونق افروز ہوئے، اور چاروں قیام فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت مولانا کی اہلیہ محترمہ اور دوسرے اعزاء داخل سلسلہ ہوئے۔

جبل پور کا دوسرا سفر:

سید ابوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مولانا عبدالہائے برہان الحق صاحب قادری رضوی جبل پوری اپنے والد ماجد عبدالسلام حضرت مولانا عبدالسلام صاحب علیہ الرحمۃ کا دعوت نامہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، بعد ملاحظہ حضور نے فرمایا: مولانا کے بعد کلمات روا شیع نے پہلو طرک کا چھوڑا ہی نہیں، اگر بالفرض کسی کے لیوں پر بھی دم ہودہ بھی اٹکاو نہیں کر سکتا، ان کلمات کو سن کر بھئی گئے گا کہ میں حاضر ہوں۔ اور وعدہ فرمایا اور سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔

حضرت مولانا برہان الحق صاحب نے دریافت کیا کہ حضور کے ساتھ کون کون تشریف لے جائیں گے؟ فرمایا: مولانا! مجھے تو صرف دو آدمیوں کی ضرورت پڑے گی، ایک حاجی کفایت اللہ صاحب کی، اور دوسرے اقامہ کے کام کے لیے مولوی شفیع احمد صاحب جو سہارنوی کی ہیں وہ خاموش ہو گئے۔ حضور نے فرمایا: یہ تو آپ کی مرضی پر ہے، آپ اور جسے چاہیں لے چلیں، مجھے سے نہ پوچھیے، مجھے جن کی ضرورت تھی آپ سے کہہ دیا۔ چنانچہ مولانا نے دو صاحب تو بکئی جنہیں حضور نے فرمایا تھا، اور دوسرے خلف امیر حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم، اور چوتھے مولانا حسین رضا خاں صاحب، برادر زادہ اعلیٰ حضرت منتخب میسے اب مجھے اور برادر مدینہ علی کو نہایت بے کلمی ہوئی کہ کسی طرح ہم لوگوں کا بھی ساتھ میں جانا ہو جاتا، اس کے مفتی نہیں تھے کہ کوئی ہمارے مصارف سفر کا قائل ہو۔ میں نے خلف امیر حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم سے اپنی اور برادر مدینہ علی کی خواہش کا اظہار کیا، انہوں نے اعلیٰ حضرت سے کہہ کر ہم لوگوں کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت دلا دی۔

بعد نماز عصر مولانا برہان الحق صاحب نے حضور سے دوسرے روز علی الصباح پنجاب میل سے روانگی کا ارادہ ظاہر کیا، اور سنڈ کلاس کا ڈیڑھ روز ذکر فرمایا، ہم لوگوں نے تیسرے درجے کے ٹکٹ لیے۔ مولانا نے یہ طے کیا کہ صبح چار بجے سب حضرات کے علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے مع سامان انشیں روانہ ہو جانا چاہیے۔ لہذا ہم لوگ نماز عشاء پڑھ کر اپنے اپنے کمر رخصت ہونے اور سامان ضروری لینے کے لیے چلے گئے، اور تقریباً ڈیڑھ بجے شب کے پچانک میں آگئے، پھر ہم لوگ چار بجے سامان وغیرہ کے ساتھ انشیں پہنچ گئے، اور سو پانچ بجے پنجاب میل آگیا، مگر حضور اس وقت اس وقت تک تشریف نہیں لائے۔ برہان میاں اور سب لوگ قلمی لگائے شہر سے آنے والے مسافر کو کو کچھ رہے تھے۔ شدید انتظار کے بعد در سے ایک پتہ جس کا جانور بھی خبر سے نہایت سست رفتار تھا، نظر پڑا۔ دیکھا کہ حضور اس میں تنہا تشریف لا رہے ہیں، اور جیسے ہی انشیں پر آئے حاجی صاحب سے فرمایا: بھئی! چھائیے میں نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ فوراً ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اور حضور نے نیت باندھ لی کہ میں سے انجمن نے سنی دی، سب لوگ یہ سمجھ کر بس اب گاڑی چھوڑنے والی ہے۔ برہان میاں نے جلدی جلدی کچھ ساتھ جانے والوں کو گاڑی میں بیٹھا دیا، مگر ہم لوگ حضور کے پاس ہی کھڑے رہے اور یہ دیکھتے رہے کہ حضور کو نماز میں کچھ اضطراب ہوتا ہے یا نہیں۔ لیکن واللہ العظیم ابتداء سے آخر تک حسب عادت کریمہ اسی اطمینان اور خشوع حضور سے نماز ادا فرمائی، اور بکئی نہیں بلکہ وہ وحیفہ جو بغیر پہلو جہیل کیسے بعد نماز فجر پڑھا کا تھا، اسی اطمینان سے ختم کیا، برہان میاں حضور کے فارغ ہونے کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے، اب جلدی سے عرض کیا: حضور گاڑی چھوڑنے والی ہے، تشریف لے چلیں، اور باقی وظیفہ گاڑی میں پڑھ لیں۔ فرمایا: اچھا چلیے۔ پھر فرمایا: عجیب بیودہ سواری ہے، اور گاڑی میں بیٹھ گئے، عوام جلد جلد دست پوی اور مصافحہ کرنے لگے، اور اسی

میں سلسلہ بیعت شروع ہو گیا، دادو گردو کے گرد مرید ہونے لگے۔ چونکہ قسیر نے رجسٹر مریدین اور فہرہ شریف ساتھ لے لیا تھا کہ یہ خدمت میرے ہی سپرد تھی، لہذا جو صاحب مرید ہوتے جاتے تھے، فہرہ شریف بعد اندراج نام درج رجسٹر فقیر و تاجا جاتا تھا۔ اس سلسلہ کو بھی بہت دیر ہو گئی، مگر کاؤزی جب بھی نہ چھوٹی۔ یہاں تک کہ آفتاب خوب بلند ہو گیا۔ بعض حضرات نے اسٹیشن ماسٹر سے جا کر سب دریافت کیا، معلوم ہوا کہ لائن صاف نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا: یہاں میاں کہا ہیں؟ جو کہہ رہے تھے کہ کاؤزی چھوٹنے والی ہے، غرض کاؤزی بدستور مکھڑی ہے، اور لوگ جو حق دروہو آ رہے ہیں، اور مرید ہوتے جا رہے ہیں۔

اسی جھوم میں حضور کے پوتے جیلانی میاں کٹرگی کے پاس آئے اور حضور کی دست پوسی کی۔ انہیں معمولی لباس میں دیکھ کر فرمایا: کیا تم نہیں چلو؟ انہوں نے عرض کیا: جیسا حکم فرمائیں، مگر میں تو پر نہیں کر رہے ہوں۔ چلا آیا ہوں۔ کپڑے مکان پر ہیں۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں، اور حاجی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ تگہ میں بیٹھ کر مکان چلے جاؤ، اور جیلانی کے کپڑے لے آؤ۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں وہ کپڑے لے کر واپس آ گئے۔

بڑے مولانا صاحب (حضور کے حلقہ اکبر حضرت جید الاسلام مولانا شاد مہارضا خاں صاحب) مصافحہ کر کے دست یوں ہوئے، حضور نے ان سے بھی نیکی سوال فرمایا کہ کیا تم نہیں چل رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: مجھ سے کسی نے چلنے کو کہا نہیں۔ ارشاد فرمایا: میں تم سے کہتا ہوں چلو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں تو حضور کو رخصت کرنے اسی کو میں چلا آیا تھا۔ فرمایا: کچھ حرج نہیں، وہیں چل کر کپڑے مل جائیں گے، بیٹھ جاؤ۔ برہان میاں صاحب نے جلدی سے ٹکڑے سنکڑ کلاس کے خرید لیے۔ اس وقت اسٹیشن سے معلوم ہوا کہ کسی اسٹیشن پر گاڑی کا پتہ لائن سے اتر گیا، جس کے باعث لائن خراب ہو گئی، اس کے دوست اور صاف کرنے میں اتنی دیر ہو گئی، اب مخترب فرین چھوڑنے والا ہوں۔ غرض یہ مبارک سفر ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ روز شنبہ کو ہوا، اور دس بجے ان کی گاڑی روانہ ہوئی۔

ایک بات آن تک کچھ میں نہ آئی یعنی بریلی سے جبل پور تک اکثر ایشیائیوں پر مسلمانوں کی جماعت کو حضرت کا شکر پانا۔ نہ معلوم کس طرح بجلی کی طرح تمام ہلکے خرمیل گئی تھی کہ حضور ملاں فرین سے تشریف لا رہے ہیں لکھنؤ اسٹیشن پر حضرت سلطان الودیعین مولوی حاجی محمد عبداللہ صاحب قادری وضوی کو دیکھا۔ ان سے حضور نے فرمایا: مولانا! آپ تو ابھی نہیں موجود ہیں۔ انہوں نے نیچی نظروں سے عرض کیا کہ حضور کا دلا نامہ ملنے ہیں میں چلی، محبت سے حساب لگا کر چلا تھا کہ ایک دوڑ پہلے جبل پور جاؤں گا لیکن لکھنؤ آکر گاڑی چھوٹ گئی مگر قصہ اکمل دل نے بھی کہا کہ حضور کے ساتھ جاؤں گا، حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے، یہاں بھی اکثر حضرات داخل سلسلہ ہوئے، میرے خیال میں شاؤدنا واپسے اسٹیشن گزروے ہوں گے، جن پر کوئی مرید نہیں ہوا ہو، دوستانہ تقریباً ہر اسٹیشن پر عوام حلقہ گوش ہوئے، جگہ بعض ایشیائیوں پر گاڑی چل وی اور لوگ دوڑ دوڑ کر عرض کرتے جاتے حضور! ہم بھی مرید ہونا چاہتے ہیں، اور حضرت فرماتے جاتے کہ میں نے غوث پاک کی غلامی میں آپ حضرات کو قبول کیا، افراماتے کہ شجرہ و انجی میں ملے گا، ماواک سے منگالیجے گا پھر گاڑی پر تاب گزردہ بیٹھی، وہاں سکھ کلاس کا ڈیپ میل سے کاٹ کر مال آباد، ریل میں لگا دیا گیا، ریل ساڑھے تین بجے الہ آباد پہنچی، وہاں بھی مسلمانوں کے گرد جوق در جوق آئے اور دست بوس ہونے لگے، مغرب کے بعد ساڑھے سات بجے ریل الہ آباد سے روانہ ہوئی اور قریب چار بجے شب کلتی اسٹیشن آیا، یہاں حاجی عبدالرزاق صاحب قادری وضوی حضور کے خلیفہ کثیر جماعت کے ساتھ موجود تھے، اور خود حضرت عید السلام مولانا عبدالاسلام جبل پوری بھی، اہالیان جبل پور سے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ خیر مقدم کے لیے تشریف لائے تھے۔ یہاں سے ہر دو جماعت کے افراد کے ساتھ ہو لیے۔ مسیدہ محرمودار ہو چکا تھا، ایک چھوٹے اسٹیشن پر جس پر شرین صرف دو دست خرقہ تھے، سب لوگ فریضہ فجر ادا کرنے کے لیے پیٹ قائم پر اتار پڑے، بعض کو چلتی گاڑی میں وضو کرنے کا موقع مل گیا تھا، اور اکثر نے اسٹیشن پر اتار کر وضو کیا، جبل پوری حضرات، کوری ماسکین کے تھان اپنے ہمراہ لیتے آئے تھے جو طویل وقار بچائے گئے تھے، ان پر دو رنگ مسلمانوں نے صف بندی کی، حضور نے امامت فرمائی، بعد سلام، طویل دعا کے بعد حسب معمول بغیر پہلو بدلے وقفہ پڑھا، اور سب حضرات بھی اپنے اپنے اوروں و دکانف پڑھتے رہے، جو لوگ قریب تھے، انہوں نے مصالحتے اور دست بوسی کی اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ نصف گھنٹے سے زائد ہی فرین کھڑی رہی، اسٹیشن ماسٹر کا برہان میاں نے شکر یہ ادا کیا، اور فرمایا کہ اب گاڑی چھوڑ دیجیے۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا: مولانا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ اگر آپ فرمائی تو اور دو رنگ سکتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا: نہیں، اب کوئی ضرورت نہیں، آپ کی حیات ہے۔ سب حضرات اطمینان سے بیٹھ گئے، اسٹیشن ماسٹر نے سلام کیا، اور سبز چھتری کو حرکت ہوئی گاڑی نے ہر ایک کھول دیا اور ڈرامی طور پر وقت پورا کرنے کے لیے پوری اٹھم سے ڈاک گاڑی چھوڑ دی۔

اہالیان جیل پور نے، جب حضور و خانک سے فارغ ہوئے بڑے پیمانہ پر ملتی گاڑی میں سب کو ناشتہ کھلایا۔ وہ بجے دن کے ٹرین اسٹیشن جیل پور پہنچے۔ ال جیل پور کے جہوم کا یہ عالم تھا کہ جس طرف نظر پڑتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آ رہا تھا، تمام پلیٹ فارم اور ریل اور پلیٹ فارم کے بالمتقابل لین کے کنارے، اور مسافر خانے اور بیرون اسٹیشن کھپا کھپا بھرا تھا۔ گاڑی پہنچے ہیں چاروں طرف سے فخر و تکبر و رسالت سے سارا شیشیں گونج گیا۔ پلیس کے جوان اور انسپیکٹر ان وغیرہ اگرچہ کافی تعداد میں موجود تھے، وہ ہر چند کوشش کر رہے تھے کہ حلقہ باند کر مسافر دل کو باہر اسٹیشن کے لئے چلیں، مگر جمع کسی طرح قابو میں نہ آنا تھا نہ آیا۔ بالآخر عاجزا کر تلخ و کھڑے ہو گئے، اور حضرت مولانا عبد السلام صاحب قبلہ اور برہان میاں سے

مرض کیا کہ اب آپ ہی اپنے مہمانوں کو سہولت پہنچائیں گے، ہمارے قایم سے باہر ہے۔

بڑی مشکل سے سکھ کا اس کے آگے سے ہجوم کو قدرے ہٹایا گیا، اور اس قدر گل ریزی ہوئی کہ تمام درجہ میں پھول ہی پھول ٹھہر آ رہے تھے، بڑے بڑے لوگ کمر میں گلاب کے پھولوں کے موٹے موٹے گجرے اور پھولوں کے گلے ہوتے گجرے ہوئے آئے تھے، جو ہر ایک کے گلے میں بکثرت ڈالے گئے، اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک گلدستہ دے کر پلیٹ فارم پر سب کو تار کر دو بڑے حلقے میں لے کر نعرہ لگا رہے ہوئے پھاٹک پیچھے، تو اسے متقل پایا، اسٹیشن ماسٹر نے تعذرا بند کیا تھا کہ جیل سے مولانا عبدالسلام کے پیچ کو اچھی طرح دیکھ سکوں گا۔ چنانچہ فوراً کرختل کھول گیا۔

باہر اسٹیشن کے بکثرت موٹر لٹینین اور ٹیکڑوں کا تنگے کھڑے ہوئے ہیں، ایک بہترین موٹر جو بار پھولوں سے حریں کیا گیا تھا حضور کے لیے لایا گیا۔ حضور اور حضرت مولانا شاہ عبدالسلام صاحب اور حضور کے دونوں شاہزادگان سوار ہوئے۔ اس موٹر کے پیچھے دوسرے موٹر میں دیگر لواحقین اور کنبوں جاگوں میں متوطنین اور معتقدین بیٹھے۔ ان کے علاوہ دو روئے سلسلہ عوام کا تھا جو پیدل ہمراہ تھے، یہ جلوس میری نگاہ میں ایک میل سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے سے سرگرم پر نہایت ہی شاندار بڑی کے پھاٹک لگائے گئے تھے، چھ سرخ ٹول میں علی قلم سے سنہری حروف سے اسی پر لکھا تھا: السلام علیکم یا امام اہل السنہ کسی پر تحریر تھا: السلام علیکم یا مجدد مائتہ حاضرہ یورپین انگریز اور ان کی سیمیں اور بچے اپنے ہنگوں سے باہر آ کر کھڑے ہو گئے، ہاجبا عوام اور مستورات مکانات کی چھٹوں پر، دوکاندار اپنی اپنی دوکانوں سے نیچے اتر کر ہم سے جمائے دست بستہ لگنے لگے اس شاندار جلوس کو دیکھ رہے تھے، بازار کی خرید و فروخت کاروبار مطلقاً موقوف، ہر ایک اس پر قضا منظر کو مشتاق لگا ہوں سے دیکھ رہا تھا۔

الغرض جلوس بڑی آن بان کے ساتھ خراماں خراماں نکلی گئیں میں حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوی کے کاشانہ اقدس پر رونق افروز ہوا، وہاں مکان کی زیب و زینت اور آئینہ بندی قابل دید تھی، اندر دیکھا وہی دیر و بی وانی تمام حصوں میں ترکی قالینیں بچھائی گئی تھیں، درود پوار سب پیش قیمت کپڑوں سے سجادے لگے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے تشریف رکھنے پر متعجب خوانی کا سلسلہ شروع ہوا اور دیر تک مختلف حضرات کی جانب سے منوائی نصحت خواں نے نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ پر کیف مناقب پڑھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حرمین طہین میں جیسا اس فقیر کو نوازا اس کے بعد نمبر ہے تو آپ حضرات کا، بعد جلسہ پر فرخواست ہوا۔

مغرب کی نماز کے وقت جامع مسجد جو حضرت مولانا کے مکان سے قریب ہے، جو نبی حضرت نے فرش مسجد پر قدم رکھا، فرمایا: اس مسجد کی سمت قبلہ گنج نہیں ہے لہذا مصروف و آقا قائم ہو پانچوں وقت کی نماز باجماعت حضور اسی مسجد میں پڑھا کرتے، ارددوں میں تحریر کی کام جوان کی خدائے روحی تھا کرتے رہے، اہلبیت مابین عصر و مغرب نہ تحریر کرتے نہ کتب بنی کرتے۔ یہ نہ صرف یہاں بلکہ ہمیشہ کا معمول تھا، اور یہاں اوقات فرماتے کہ اس وقت کلمے پڑھنے کا کام نہیں کرنا چاہئے، بیانی کم ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے وقت مقرر تھے صبح ۸ بجے سے ۱۱ بجے تاکہ اور سہ پہر کو بعد نماز ظہر سے عصر تک اور بعد عشا بھی کافی وقت دیا جاتا تھا۔ عصر کے بعد کا وقت غالی تھا لہذا طے پایا کہ بعد نماز عصر حضور کو شہر سے باہر بغرض تفریح دماغ لے جایا کریں گے، جسے حضور نے ان لوگوں کی دل کشی کا خیال فرماتے ہوئے منظور فرمایا، چنانچہ روزانہ بعد نماز عصر دروازہ مسجد پر موٹر میں سوار ہوتے تھے تیار ہا کرتے، نماز مغرب بیرون شہر میدان میں اکٹرا ہوا کرتی۔ ایک مرتبہ جماعت قائم ہو رہی تھی کہ ہمراہیان میں سے کسی نے کسی راگبر کو سامنے سے گزرے کو منع کیا، آپ نے فرمایا: کیوں روکتے ہو؟ جانے دو، کوئی حرج نہیں۔ جنگل یا مسجد کبیر میں سامنے سے گزر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا: مسجد کبیر کوئی مسجد نہیں، بجز مسجد خوارزم کے کہ جس کا محل چالیس ہزار ستون پر ہے، ان مساجد میں دیوار قبلہ تک سامنے سے نہیں گزر سکتے۔

قدرتی مناظر کی دید:

ایک روز قرار پایا کہ کچھ قدرتی مناظر دکھانا چاہیے، چنانچہ پھر اگلاٹ جسے دھواں دھار بھی کہتے ہیں، اور جو دی بارہ میل کے فاصلے پر تھا، علی الصباح چنانچہ جو یہ کیا۔ لہذا ناشتہ کرنے کے بعد ہی موٹر وغیرہ آگئے ہم سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے، ابھی وہ مقام تقریباً پانچ چوبیس میل تھا کہ ایسی آواز سنائی دی جیسے بوزور میں ریل گاڑی آ رہی ہے۔ مقامی حضرات سے معلوم ہوا کہ ریل کی آواز نہیں ہے بلکہ دھواں دھار کی آواز ہے، جو دم صوب ہوئی جاتی تھی۔ الحاصل قریب دو پہر کے ایک ڈاک بنگ میں حضور کو صبح ہمراہیان ٹھہرایا گیا، اور چونکہ راستہ میں جملہ سامان رسد وغیرہ مع بارہ ریل میں یہاں پہنچ گیا تھا، لہذا تھوڑی دیر میں دسترخوان بچھایا گیا اور پر تکلف طعام چنے گئے۔ بعد فراغت حضور نے قدرے آرام کیا۔ باہر ڈاک بنگ کے ایک صاحب خوش نما چٹری کہ کچھ چیزیں فروخت کر رہے تھے جن میں کچھ پتھر کے گلوے بھی تھے، جن میں رنگ رنگ قدرتی نقش و نگار قابل دید تھے، ہم لوگوں کو اس کی قریبی صنعت پر تعجب ہو رہا تھا، اور خداوند عالم کی شان غالییت کے جلوے نظر آ رہے تھے۔

اب دھواں دھار چلنے کی رائے قرار پائی، حضور کی سہولت و آرام کی خاطر ایک ڈوٹی بنا کر اس میں حضور کو بٹھا دیا گیا، اور دھواں دھار کی طرف لے چلے، کچھ دور پہنچنے کے بعد دریائے نر بادوبہتا نظر آیا، جس کا نصف پائت تو ایسا تھا کہ پہاڑ کے چتر جس پر بھاؤ تھا قریب قریب ابھرے ہوئے تھے، جن پر ہم لوگ پاؤں دیکھتے ہوئے حضور کی ڈوٹی کے ساتھ ساتھ پہلے گھلے گئے۔ اب آگے چتر نمایاں نہ تھے، بلکہ پانی ہی پانی نظر آرہا تھا، کئی سو فٹ نیچے ایک پہاڑی کے درہ میں گر رہا تھا، اگر تے وقت مثل وودھ کے پانی سفید ہو جاتا تھا، درہ میں نہ کھا کر دھوئیں کی شکل میں اٹھ رہا تھا۔

ناظرین کرام خیال فرما سکتے ہیں کہ ایک پورا دریا ایک دم بلندی سے نیچے گرے کس قدر خوفناک آواز پیدا ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ میلوں دردا اس گراؤ کی آواز پہنچ رہی تھی۔ یہاں سے واپس آکر حضور نے ڈاک بنگلہ میں آرام فرمایا بعد وہ نماز تہجد ہوئی۔ اس کے بعد عبدالکریم پہلوان جھوری رضوی نے حضور سے عرض کیا: میں کچھ درویش دکھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ باہر میدان میں سب حضرات جمع ہو گئے، حضور بھی ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلوان صاحب موصوف نے وہیں پہاڑ کی گھاٹی سے ایک چتر تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا اور ۱۳/۱۴ انچ موٹا اٹھا کر اپنے داہنے ہاتھ کی کٹائی سے دوسری ضرب میں بال ڈال دیا اور تیسری ضرب میں دو گھرے کر دیا۔ پھر ایک بہت بڑا پتھر جو ۶۶ من سے وزن میں کم نہ ہوگا، اٹھا کر کے کہا کہ اس پتھر کو میرے پاس لے آؤ۔ لہذا کچھ مضبوطی بڑی مشکل سے اٹھکیلچے ہوئے قریب لائے، پہلوان چست لیٹ گئے، لوگوں نے کوشش کچھ پتھر اوپر پہنچایا اور کچھ پہلوان صاحب ان کوشش کر کے پس پر لا دیا اور حیرت کی بات یہ ہوئی کہ باوجود اسے کہ وہ فی پتھر سینہ پر تھا مگر کلام کرتے جاتے تھے، چنانچہ پتھر کو اوپر رکھ لیا تھا کہنے لگے، اب اس پتھر پر جو آدمی آسکےں کھڑے ہو کر خوب کویں۔ اس پر حضور نے اور شاہ فرمایا: بھائی عیدالکریم! اس چتر پر کا وزن کیا کم جو اور آدمیوں کو سوار کرنا چاہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: حضور ملاحظہ فرمائیں، کوئی حرج نہیں۔ لہذا ایک صاحب پتھر پر کھڑے ہو کر کولنے لگے، اس کے بعد پہلو کی طرف سے لوگوں کو بٹھا کر ایک اشارہ میں پتھر کولنے سے جدا کر دیا، سامنے لمبی نیل گاڑی خالی کھڑی تھی جس پر شہر سے سامان آ رہا تھا، یا ایمانے پہلوان صاحب لوگ اسے کھینچ لائے، پہلوان صاحب نے فرمایا: اس میں جتنے حضرات آسکےں بھر جائیں، بقیرہ لوگ کھینچیں، اور میرے اوپر سے اتار دیں غرض آدمیوں سے بھری ہوئی گاڑی کا ایک ہمراہی راتوں پر سے اور دوسرا شاتوں پر سے لیٹ کر اتار دیا۔ بعد وہ حضور نے یلور انعام کچھ دم عطا فرمائی۔

اس کے بعد وہیں قریب میں ایک پہاڑی پر جانے اتفاق ہوا جس پر پہنچنے کے لیے ۵۰۰ سیر می پتھر تھیں، اس مقام کا نام چونسٹھ چٹائی تھا یعنی وہاں وہ بت محفوظ تھے جنہیں شہنشاہ دین پرورد حضرت اوراد رنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے توڑا تھا، پہلی سیر می کے پاس دو ستون چٹانک کے قائم تھے، ان میں سے ایک پر ایک سین بورڈ گورنمنٹ کی جانب سے لگا ہوا تھا جس میں بخط اردو انگریزی یہ ہدایت لکھی ہوئی کہ کوئی ان بتوں کی مرمت نہ کرے۔ حضور نے اس قوس کو پڑھا، اور مسکرا کر فرمایا: جن کی حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرمت کی ہو، ان کی مرمت کون کر سکتا ہے؟ اوپر گھاٹی کے جا کر دیکھا کہ کچھ میں ایک مندر ہے اور چاروں طرف احاطہ میں بڑے بڑے بت رکھے ہیں جو تعداد میں ۸۴ ہیں مگر کوئی سالن نہیں کسی کی پستائی کئی، کسی کا ناگ، کسی کا بارود، حضور نے اور تمام ہر ایمان نے پاؤ اور بلند پڑھا:

اشھد الا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الہا واحدا لا نعبد الا ایاہ

اسی توح میں ایک گھاٹی پر راستہ میں ایک پتھر یا چھوٹی سی شکل بت پر ہی تھی مگر سالن وہ بھی نہ تھی، جس سے پتھر چلا ہے کہ جس وقت حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے بت شکنی فرمائی ہے تو اس میں فرشتوں کا بھی ہاتھ تھا، وہ بت کوئی بت تو سالن دکھائی دیتا۔

بعد نماز عصر کشتی میں سب لوگ سوار ہوئے، اور اس بحری درہ میں جس کے دونوں جانب سنگ مرمر کی سرخلاف چٹانیں کھڑی ہیں، اور قدرتی غاربات قابل دید تھے کسی جگہ چاند کی شکل بن گئی، ایک جگہ پہاڑ کے اوپر صحیحہ ہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سیاہ لٹام شخص برہنہ سرسید کرتا پہننے کنارہ پر بیٹھا ہے۔ حضور نے ان پہاڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ ایک صاحب مسجد میں آتے وقت طاق میں جو وسیلے رکھے تھے، انہیں شاہد بنالیا کرتے تھے، یعنی کلمہ شہادت پڑھ لیا کرتے تھے۔ بعد انتقال کسی نے خواب میں پوچھا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کہنے لگے مجھے حکم دوزخ کا ہوا، فرشتے دوزخ کی طرف لے چلے مگر جس دروازہ پہنچے ہیں اس کے سامنے ایک پہاڑ حائل ہے، فرشتوں نے بارگاہ الہی میں عرض کیا: اے ہمارے رب! یہ پہاڑ کیسے ہیں، ارشاد باری ہوتا ہے، اے میرے فرشتو! یہ پہاڑ ان دھیلوں کے ہیں جنہیں یہ میرا بندہ شاہد بنالیا کرتا تھا، اب اسے لے جا دوسری رحمت سے جنت میں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ جب دھیلے پہاڑ ہو گئے تو یہ پہاڑ ہیں کیوں نہ شاہد بنالیا جائے، لہذا حضور کے ساتھ سب نے پاؤ اور بلند پار

بارگاہ شہادت اشھد الا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الہا واحدا لا نعبد الا ایاہ پڑھنا شروع کر دیا جس سے وہ پہاڑ گونج گئے، بعد وہ حضور نے فرمایا: اب سے پہلے تقریباً بارہ سال ہوئے کہ میں نے اس درہ میں ایک فقیر صاحب کو ایک جھوپڑی میں دیکھا تھا، غرض کشتی آگے بڑھی دو سے دیکھا کہ جھوپڑی کے آٹار پائے جاتے ہیں فقیر صاحب کا پڑھتا اور وہیں دیکھا کہ پانی پر دو ک سیاہ کالی سی جھپٹی، ملاحوں نے فورا کشتی روکی اور گھبرا کر کہا کہ کوئی بڑی چیز پہنے کے لیے دیا سلائی نہ لائیں کہ شہد کی بھی پانی پنی رہی ہے، خیر بت گزرتی کہ ابھی کشتی کی رفتار سے پانی کی لہرواں تک پہنچنے نہیں پائی ہے اور ہدایت تیزی کے ساتھ کشتی کا رخ پھیر کر گھاٹ پر آ کر دم لیا، اور کہنے لگے کہ یہ حضور کے قدموں

کی برکت تھی کہ سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے نہ نہ ایک بھی نہ بچا اگر وہ خبردار، وکر پٹ جاتی۔ سب نے مغرب کی نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا اور شہر کو واپس آ گئے۔

دعوتوں کا سلسلہ:

جیل پور ۲۸ یوم حضور کا قیام رہا، اور اسی عرصہ میں قریب قریب روزانہ کبھی ایک وقت اور کبھی دو دنوں وقت شیروں میں دعوتوں کا سلسلہ رہا، اور دعوتوں میں صرف ہم ہی لوگ مدعو نہ ہوتے تھے بلکہ مقامی حضرات بھی شریف ہوتے تھے اور اس بڑی جماعت کے خانے کا انتظام ہو جاتا تھا یہاں ہر وقت اس کے دستور تھا کہ بعد فراغ طعام حاضرین کو منظر کر کے ایک گچرا پھولوں کا ضرور ڈالا جاتا تھا، چونکہ حضور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قلم مدظلہ اعلیٰ کے مہمان تھے اس لیے ہر میزبان کی دعوت، بھلاوری حضرت ممدوح مقرر ہوتی تھی بعد دعوتوں میں ہماریاں حضور کو بھی حضور کے ساتھ پیش بہا عمامے نڈر کیے گئے، مگر میٹھ عبدالکریم صاحب قادری رضوی عرف کی میٹھ صاحب نے جنہوں نے حضور کی تشریف آوری جیل پور میں بڑا اصرار کیا تھا بڑے مکان پر دعوت کا انتظام کیا دعوت کی جگہ خاص طور پر ایک لمبے کمرے کی صورت میں تھی جس کے طول میں جردو جانب برابر دروازے تھے، اس دعوت میں گرچہ معمول سے کہیں زائد اجتماع تھا مگر کمرہ اتنا وسیع تھا کہ بیک وقت سب حضرات کے رو برو دسترخوان، بچہ گیا اور ایک ساتھ ہی سب کے ہاتھ وصل گئے کہ جردو میں آقا بے ہر ایک کے سامنے آ گئے، اور یوں ہی بیک وقت کھانا رو برو ڈالا گیا، میں نے جملہ اقسام کا شمار کیا تو ۲۸ قسمیں تھیں، جب سب حضرات کھا چکے، آن و آمد میں جملہ ظروف اور دسترخوان اٹھ گئے، میں نے میٹھ صاحب سے آہستہ سے کان میں کہا کہ میٹھ صاحب اید دعوت کی، بیٹا آنکوب کا تماشا دکھایا، وہ مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

میٹھ داو بھائی سلامی نے بھی زبردست دعوت کی، یعنی پلاؤ فروغن پادام میں پکوا لیا تھا۔ سید عبدالکبیر صاحب قادری رضوی نے دعوت کی، اور سب کو لٹری قلمی عمامے تقسیم کیے خود حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قلم مدظلہ العالی کے یہاں تو مستقل مہمان ہی تھے، پھر بھی مخصوص طور پر دعوت فرمائی، اور نہایت خوبصورت چچے پلوں کے عمامہ تقسیم کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا ممدوح نے حق میرانی پورا پورا ادا فرمایا، جس جگہ بالا خانہ پر حضور کا قیام تھا، ایک صاحب مولانا کے مریدین خاص سے بروقت اس کام پر متعین تھے کہ پان بناتے، چٹانچہ ہم لوگوں کی ڈبہ پانوں سے خالی نہیں رہتی تھی، اگر پان دیر کے بنے ہوئے ہوتے تو انہیں تبدیل کرتے رہتے، نیز حاضر ہونے والے حضرات کی خدمات میں بلا تاخیر پانوں کی تقاضا پیش کرتے، دوسرے صاحب کی تحریل میں مقرر قات تھی یعنی سوڈے کی بوتلیں، ہرف، بیڑی، سگریٹ، دیاسلانی، کارڈ لفافہ ٹکٹ ڈاک سادہ لفافہ غلطسل وغیرہ ان کا فرض منصبی تھا کہ مہمان سے دن سے عین چار مرتبہ دریافت کر لیا کرتے، چھام روزانہ صبح کے وقت خط خوانے کے لیے ہر ایک سے دریافت کر جاتا، کثیف کپڑے دھلنے کے واسطے کے لیے ہاتے تھے۔

ٹیلر ماسٹر حیدر صاحب قادری رضوی جن کی مشہور معروف دکان مدد بازار کی ایک شاندار کوٹھی میں تھی، اس کے مقفی تھے کہ حضور کی دعوت میں بھی کرتا مگر جب جس تاریخ کی دعوت کی درخواست کرتے، وہ تاریخ خالی نہ پاتے، دھجیڑا تحصیل ہو کر واپس چلے جاتے، ایک روز پھر ایسا اتفاق ہوا کہ انہوں نے درخواست کی، مگر میر عبدالکبیر صاحب کی یہاں کی دعوت کے باعث جو صدر میں تھی مسٹر گردی گئی تو انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ اچھا میرے یہاں اسی روز چائے کی دعوت منظور فرمائی جائے، اس پر خود حضور پرورد اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ماسٹر حیدر صاحب آپ کی قلبی تکلیف کو میں عرصے محسوس کر رہا ہوں، اچھا میں کل آپ کی چائے کی دعوت منظور کرتا ہوں، یہ الفاظ سننے ہی ماسٹر صاحب نے دست بوسی کی، اور خوش خوش اپنے مکان میں چلے گئے۔ اور دوسرے روز جملہ دیگر سوار یوں کے حضور کے واسطے چار گھوڑوں کی بہترین فٹن بعد مغرب لے کر حاضر ہوئے، سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے جس وقت ماسٹر صاحب کی کوٹھی قریب آئی، ہمیں کی روشنی میں ایک منبری کا پچانک تقریباً دو فرلانگ کے فصل سے لگا یا تھا اس کے محاذ پر بیٹھے ہی ایک گولا آواز کا چھوڑا گیا مگر حضور کو پہلے کہیں اور جانا تھا اس لیے گاڑی سید می آئی ہوئی چلی گئی بقیہ جتنے حضرات تھے وہ سب پچانک پراثر پڑے ہم لوگوں نے دیکھا کہ چھوٹے ہی ایک یورپین، امر اور چند گورے ہارکوں میں سے نکل آئے، اور مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب سے دریافت کرنے لگے، انہوں نے کچھ ایسے فرمائے، یعنی آل درلد پاوری اس نے نام پوچھا: انہوں نے حضور کا اسم مبارک بتایا۔ کہنے لگے: ہاں! ہم نے یہ نام سنا ہے، اور اس وقت تک اشتیاق میں کھڑا رہا جب تک حضور تشریف نہ لائے۔

ماسٹر حیدر صاحب نے پچانک سے کوٹھی تک سڑک پر ٹول کی روش بٹائی تھی، اور دو روپے تریاں وغیرہ لگا کر کوٹھی کے سامنے شامیانہ وغیرہ سے آراستہ کیا تھا، جا بجا بجلی کے قلمے مختلف رنگ کے آویزاں کیے تھے غرض کوٹھی کے وسطی وسیع کمرہ میں نہایت پر تکلف مشن پر حضور جلو فرما ہوئے اور بقیہ حضرات حق قلمیوں پر جو موزونیت کے ساتھ بچھائے گئے تھے تشریف فرما ہوئے، کوٹھی میں قلبی سبزی تھی اور بہزی تیز روشنی بجلی تھی۔ مختصر یہ کہ سب مہمانوں کے سامنے مختلف اقسام کے ہنکٹ کیک وغیرہ چائے کے ساتھ پیش کیئے، اور اخیر میں سگریٹ پان کی تواضع کی، اور ایک ہندو لفظ جس میں ایک ایک لوٹ ملی قد و مراح بلور نہر ایک کا نام کر پیش کیا۔

غرض انھیں سولہ رات کاٹ جیل پور والوں کے لیے ہر روز، روز عید، اور ہر شب، شب برات کی مثال تھی، اور اعلیٰ حضرت کے دم قدم کے برکات سے دینی و دنیوی انوار کا نزول ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا تھا، آخر تا کیے؟ اگرچہ جیل پور والوں کے ذوق و شوق کی حالت دینی تمنا یہ تھی کہ اسی طرح مرکز برسر جائے کہ اعلیٰ حضرت کی میزبانی کا شرف ہم لوگوں کو مہر نصیب ہو، مگر اعلیٰ حضرت کے ضروری مشاغل دنیویہ میں بہت فرق آگیا تھا، تصنیفات و تالیفات کا سلسلہ اگرچہ یہاں بھی جاری تھا مگر جس یکسوئی کے ساتھ بریلی شریف میں یہ خدمت ہوتی تھی یہاں زائرین کے ہجوم، بیعت ہونے والوں کے ذوق و شوق، ملاقات کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ناممکن تھا، اس لیے اعلیٰ حضرت نے بریلی شریف واپسی کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

آج وہ رات ہے، جس کی صبح کو حضور بریلی شریف مراجعت فرمانے والے ہیں۔ برہان میاں بازار سے کچھ چھلنے چینی کے، اور کچھ گڑیا پارچہ گٹا کے تھک چکے کے لیے لائے۔ کسی نے عرض کیا: حضور! ان کا شہوتوں میں ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ بچے انہیں مہجور نہیں سمجھتے، بلکہ تھوڑی سی دیر میں توڑ پھوڑ کر کے گھاٹ اتار دیتے ہیں، پھر فرمایا: گڑیوں میں حرج نہیں:

خود ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک طاق میں کڑیا رکھی تھیں اور کچھ کھوڑے پر دارمٹا کر بیچ میں دکاتے تھے اور بائیں خیال کہ کہیں حضرت نہ دیکھ لیں طاق پر پردہ پڑا رہتا تھا، ایک روز جس وقت حضور تشریف لائے اتفاق یہ ہوا کہ جھوٹے سے پردہ اٹھ گیا حضور نے دیکھ کر دریافت فرمایا: اے عائشہ! ام المومنین نے عرض کیا: حضور! یہ کڑیا ہے، حضور نے گھوڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اور یہ کیا ہیں؟ ام المومنین نے عرض کیا: حضور! یہ گھوڑے ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! گھوڑے کے پرکب ہوتے ہیں؟ ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں نے سنا ہے کہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں پر دار گھوڑے ہوتے تھے، حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے اور کچھ نہ فرمایا۔

اب صبح نماز فجر کے بعد سے جو کچھ سامان باقی رہ گیا تھا درست کیا گیا، ابالین جیل پور پر ادائی چھائی ہوئی تھی، جسے دیکھتے معلوم و متعلل آنکھوں میں آنسو پڑ پڑے ہوئے دل ایسے بھرے ہوئے کہ بات کرنا دشوار، خلاصہ یہ کہ ان مجبوروں کی حالت دیکھ کر ہم لوگوں کے دل بھرا آئے، جسے دم بدم بڑھ رہا تھا۔

اس وقت حضرت امیر الاسلام جناب مولانا شاہ عبدالسلام صاحب مدظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپے سکھ رائج الوقت ایک سفید پٹے کے قلاب میں نذر کیے، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرماتے ہوئے کہ مولانا! یہی کیا کم تھا جو آپ کو اس وقت تک صرف کیا قبول فرمایا۔

اس کے بعد حضور نے اپنے وظیفہ کی صندوقی میں سے جس میں سوائے وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نہیں رہتا تھا، نہ کسی چیز کے رکھنے کی گنجائش تھی، مگر اسی میں سے خادم و خادمہ ملازمین حضرات مولانا کے لیے نفوذ اور میوے وغیرہ، عزیزوں کیلئے طلائی زیورات اسی طرح معززین مریدین بیت اللہ صاحبوں کی بچیوں بہوؤں کے لیے عطا فرمائے۔ مولوی حمین رضا خاں صاحب بہت ہی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ کچھ کچھ میں نہیں آتا کہ وہ زیورات کب اعلیٰ حضرت نے خریدے اور کب اس صندوقی میں رکھے اس کے علاوہ اس صندوقی میں تو وظیفہ کی کتابوں کے سوا کچھ جگہ بھی نہ تھی، اسے زیور اس میں کہاں سے آگئے، اور کیسے گنجائش ہوئی؟ واقعی یہ واقعہ جس طرح اعلیٰ حضرت کی سیر چشمی کی دلیل ہے جو وہ سکا کارون برہان، اسی طرح جن گرامت کا پروردگار ہے۔

پھر ایک عجیب واقعہ ہوا کہ چار پانچ آدمی ہاتھوں میں گٹیاں لیے فرش کے کنارے آکر کھڑے ہو گئے اور سر قند نے تقدیم سلام کے بعد حضور سے بائیں الفاظ مخاطبہ کیا۔ آپ نے مجھے کچھ پانا میں کون ہوں؟ حضور نے لایحی حکا ہر کی کہنے لگا: میرا نام افتخار الحق ہے۔ پھر تائی قاسم میاں قادری رضوی ساکن گودل جو حضور کی تشریف آوری جیل پور کی خبر سن کر آگئے اور اس جلسہ میں تشریف فرما تھے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ قاسم جو سامنے بیٹھا ہے یہ پہلے میرا مرید تھا اس نے آپ سے میرے نام کفر کا فتویٰ لے کر اسے چھوایا اور مجھے تمام کا ٹھیکہ دار میں یہ نام کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میرے یہاں کسی کے نام پر فتویٰ نہیں دیا جاتا بلکہ قائل کے قول پر حکم شرعی بتایا جاتا ہے۔ کہنے لگا: خبر میں یہی دریافت کرنے آیا ہوں کہ آپ نے میری کیسے تکفیر کردی میں سمجھنا چاہتا ہوں۔

یہ سنتے ہی مولانا شفیع احمد خاں صاحب قادری رضوی صلیہ پوری نے جو امین الفتویٰ تھے اور اس سفر میں بھی اتفاق کے کام کے لیے حضور کے ساتھ تھے ایک جست رگتی اور بیچ میں آکر بیٹھ گئے اور افتخار الحق کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اگرچہ میں اس واقعہ سے خالی الذہن ہوں مجھے معلوم نہیں کہ سوال کیا تھا اور تکفیر کس قول پر ہوئی ہے مگر تمہاری تکفیر کے تیار ہوں اگر مجھ سے تکفیر نہ ہو پھر اعلیٰ حضرت سے مخاطب کرنا۔ بتائیے کس قول پر کفر کا فتویٰ ہوا ہے؟ اس پر افتخار الحق نے کہا: میرا دعویٰ یہ تھا کہ میری شان ہے لہم یلہ و لہم یولہ اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ میری شان ہے لہم یلہ و لہم یولہ مولانا شفیع احمد خاں صاحب نے فرمایا: تمہارے اس قول کو کچھ لوگوں نے سنا اور کچھ لوگوں نے نہیں سنا، ذرا آواز سے کہیے اس پر افتخار الحق

نے کھسائیے لکھ میں اعادہ کیا، مولانا نے فرمایا: اور اندر تک آدی ہیں، ذرا بلند آواز سے ایک بار اور بھی اپنا دعویٰ بیان کرو تا کہ سب لوگ اچھی طرح سن لیں، چنانچہ تیسری مرتبہ خوب غصے میں بھر کر خوب زور سے اپنے قول کو ظاہر کیا: اس کے بعد مولانا نے حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا: کیا آپ لوگوں نے اس کے قول کو سن لیا؟ مجمع سے متفقہ طور پر آواز آئی، ہاں سن لیا اس کے بعد افتخار الحق سے پوچھا: آپ بھید اللہ سب ہیں یعنی آپ کا کوئی باپ نہیں؟ افتخار الحق دھجکی نے کہا: ہاں! میرا کوئی باپ نہیں۔ اتفاق سے افتخار الحق کے باپ بھی دالان میں سب کے پیچھے کھڑے تھے چنانچہ مقامی حضرات میں سے ایک صاحب ان کا بازو پکڑے ہوئے اندھ سے لائے اور افتخار الحق سے پوچھا کہ تین تواتر یہ کون ہیں؟ اس پر جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ یہ سن کر ان کے والد نے رانیں پیٹنے ہوئے کہا: مولانا کس کے منہ لگے ہو، یہ تو پاگل ہو گیا ہے پاگل، غرض تمام حاضرین افتخار الحق کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

ہم لوگ رات ہی کو انکشاف آگئے اور وہیں قیام ہوا، یہاں بھی لوگ برابر آتے رہے، اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا، صبح کو قریب ساٹھ آنکھ بجے گاڑی روانہ ہوئی۔ گاڑی چلتے میں بھی لوگ دوڑ دوڑ کر سر پر ہورہے تھے، اور اکثر لوگ زار زار روئے جاتے تھے، یہاں تک کہ گاڑی کی رفتار تیز ہو گئی، اور سب لوگ منہ ہائے نظرتک پیٹ قارم پر حسرت بھری نگاہوں سے ٹرین کو دیکھتے رہ گئے، مختصر یہ کہ ہم سب بخیر و عافیت ابتدائی شب میں ریٹلی شریف واپس آ گئے۔

گلنچ مراد آباد کا سفر:

دہلی سکندری مورخہ کیم اپریل ۱۹۱۲ء میں ہے کہ درمیان المبارک ۱۲۹۲ھ کا مبارک مہینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس شیخ مراد آباد شریف لے گئے اور ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو مہر ایوں کو (حضرت) شیخ (فضل الرحمن شیخ مراد آبادی) علیہ الرحمۃ کی خدمت مبارک میں بھیجا اور تاکید فرمادی کہ صرف اتنا کہنا ایک شخص برائی سے آیا ہے ملنا چاہتا ہے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے معاف فرمایا: وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ان کے والد اچھے بڑے عالم، ان کے والد اچھے بڑے عالم، اور وہ خود عالم فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ پھر نرم ہو کر یکمال لطف فرمایا: بلائے حضرت لائیں۔

بعد ملاقات اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے مجلس شریف کی نسبت حضرت شیخ علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا: تم عالم ہو پہلے تم بتاؤ۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے فرمایا: میں مستحب جانتا ہوں۔ فرمایا: آپ لوگ اسے بدعت حسد کہتے ہیں، اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ یہی ناکہ کہ میں نبی ﷺ پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انھوں نے یہ مجھڑے دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فدا کی دے، اور میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے؟ یہی بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں کرتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڑا) بانٹتے ہو اور اپنی مجلس میں سوڑ (سر) بانٹتے تھے۔

غرض شیخ علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کو یکمال اعزاز و اکرام باصرا تام حقین روزِ غمبار لایا اقدس ماہ مبارک کو رخصت کیا جب میہ سر پر آگئی، اور وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ فرمایا: بخیر میں جلدی نہ کرتا۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے دل میں یہ خیال کیا کہ میں تو ان کو کافر کہتا ہوں جو حضور ﷺ کی شان انور میں گستاخی کرتے ہیں، یہ خیال لاتے ہیں معا حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ہاں! جو اونی حضرت گستاخی کا شان اقدس نبی ﷺ میں کئے ضرور کافر کہنا، بے شک کافر ہے۔ پھر حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ہمارا بی چاہتا ہے کہ اپنے سوڑ کی ٹیبا قہار دے سوڑ پر رکھ دیں اور تمہارے سوڑ کی اپنے سوڑ پر رکھ لیں۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے براہِ ادب سے سر جھکا لیا۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کی کلمہ مبارک اپنے سر مقدس پر رکھ لی اور اپنی کلمہ مقدس اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کے سر مبارک پر رکھ دی۔ جو آج تک بطور تحریک محفوظ رکھی گئی ہے۔